مقاماتِ محمود

نوّاب معشوق یار جنگ بہادر؁

كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ

مقاماتِ محمود

جامع منقول ومعقول

سالارِ اربابِ مجاہدہ، سردارِ اصحابِ مشاہدہ

قطبِ تفرید، لوائے توحید

ظلِ سبحانی حضرت قاضی سلطان محمودؒ آوانی

مؤلفہ

نواب معشوق یار جنگ بہادر۔ بی اے (علیگ)

کمشنر حیدرآباد (دکن)

حاشیہ

مولوی برکت علی شہیدؒ

عارف رومیؒ بیا قصۂ شمس دینؒ بگو
تا زِ طفیلِ عشقِ تو لاف زنم ز عاشقی
ہمدانی

انتساب

بنامِ آن کہ او نامے ندارد
بہر نامیکہ خوانی سر بر آرد

مطربِ بزمِ ازل! گو رازِ را — بر مذاقِ گوشِ ما زن سازِ را
نغمہ سرکن، در مقامِ دلبری — رفت تا اوجِ کمالش کافری
در ربابے پردۂ شہناز زن — آن اَلَسْت روح پرور باز زن
باز خوان آن نغمہ با آہنگِ نو — عصرِ ما خواہد ربابے چنگِ نو

مثنوی صمرآنی

ترجمہ از پروفیسر معین الدین حسن قریشی ایم اے ایل ایل بی (علیگ)

بے نام ہے وہ ذات کیا جس سے انتساب — جس نام سے پکاریئے دیتی ہے وہ جواب

مطربا! بزمِ ازل کے راز ہا سربستہ گا — ذوقِ محفل کے مطابق ساز کے سب سُر ملا
چھیڑ دے نغمے سُریلے "دلبری" کے رنگ میں — کافری بھی ہے کمالِ اوج "پر آہنگ میں
"پردۂ شہناز" میں ایسا رُباب آ کر بجا — یاد آجائے اَلَسْتُ کی ادائے جانفزا
پھر سُنا دیرینہ نغمہ اس نئے انداز میں — عصرِ حاضر کے نئے رنگیں سرود و ساز میں

حاشیہ۔ ۱؎ ۲؎ ۳؎۔ موسیقی کی اصطلاح میں نغموں کے نام بھی ہیں۔

فہرست مضامین

اَعِد ذکرَ محمودٍ لنا اِنّ ذکرہٗ • کالمسک اِذا کرّرتہٗ یتضوّعُ

اعتراف

کتاب ہذا کی تدوین اور تالیف میں بہت سے سنگیوں نے میری امداد فرمائی ہے۔ میں ان سب حضرات کا ممنون ہوں۔ مواد کی فراہمی، ترتیب اور اصلاح میں جو برکت علی شہید مرحوم نے سعی بلیغ اور کاوش فرمائی، وہ ناقابل فراموش ہے۔ گوشوارہ سلاسل قادریہ وغیرہ کی ترتیب تمام تر پروفیسر معین الدین حسن صاحب کی سعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ جسکا ذکر نہ کرنا انصاف کے خلاف ہوگا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ان صاحبان کی امداد شامل حال نہ ہوتی تو یہ کتاب معرض وجود میں نہ آسکتی۔ دعا ہے اللہ تعالٰے برکت علی صاحب شہید کو انکی محنت کے صلہ میں غریق رحمت فرمادے

(آمین)

معشوق یار جنگ

کتبہ محمد اسلم لاھور ۱۵ مصری شاہ جامع جمال مسجد

فہرست اسماء گرامی حواشی مولوی برکت علی شہیدؒ

صحت نامہ

صفحہ / سطر	غلط	صحیح
۲۹ / ۱۶	ہے	ہیں
۱۰۰ / ۱۶	شرفین	شریفین
۱۱۲ / ۲۰	پہنچانتے	پہچانتے
۱۴۳ / ۴	کامیل	کامِل
۱۵۱ / ۲۰	یمُشمع	بمُشمع
۱۵۲ / ۱۹	قبور	قیود
۱۶۰ / ۷	پڑھتا تھا	پڑھتے تھے
۱۶۲ / ۱۱	طوشش	مرطوش
۱۶۴ / ۱۵	شربرزمان	رانرزبر ثریان
۱۶۵ / ۱۱	از بیش	از پیش
۱۷۰ / ۹	الاخرۃ	الْآخِرَة
۱۷۰ / ۷	لما	لَهَا
۱۷۰ / ۱۲	الحرۃ	اَلْحَيُوۃ
۱۷۷ / ۱۴	گریہ	گدیہ
۱۸۴ / ۱۶	سُرّٰی	سَرِیّ
۱۹۲ / ۷	معرکہ	معرکۃ
۲۰۴ / ۱۹	عزیب	عزیب نواز
۲۰۶ / ۱۴	ادحید	ارحد
۲۲۳ / ۱۹	ررس	مدرس
۲۶۹ / ۱۸	حُسان	حسّان رضہ
۳۱۷ / ۹	برداشت	برداشتہ
۳۳۰ / ۱۵	ولانس	والانس
۳۳۱ / ۱۸	نیل ومرام	نیلِ مرام
۳۵۴ / ۴	ادار	آثار
۳۵۷ / ۶	اجیری	اجمیری رح
۳۸۶ / ۳	لف	کف
۳۸۸ / ۱۳	بزرگی	بزرگی میں
۳۹۱ / ۱۴	مشک را	مشکِ سارا
۳۹۱ / ۳	حاجبت	بچہ حاجت
۳۹۳ / ۳	بہیم	دریہیم
۳۹۳ / ۷	پابک	چابک
۴۰۱ / ۱	ساکسی	بیساکھی
۴۰۰ / ۱۰	پرکھا	پڑھا
۴۰۲ / ۱۱	گلکاراں	کلنگاراں
۴۲۲ / ۷	دیگراں	دیگرانِ
۴۲۴ / ۱۲	یحس	تجتس
۴۲۵ / ۱۵	مت حدعو قریبہ	اقامتِ عدو قریبہ
۴۳۴ / ۸	مسدرنے	مُنذَرنے
۴۵۰ / ۲۰	ترفہ	تحافہ
۴۶۳ / ۱۰	تنگرے	کنگرے
۴۶۵ / ۱۵	مجھے	مجھ سے
۴۶۷ / ۱۰	زرلست	زرتُشت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

عالمی ذہنی اضطراب اور اُس کا علاج

آج کل کی دنیا میں فکر و اخلاق کے اقدار اس قدر بدل گئے ہیں کہ فرد اور جماعت خواجہ و مزدور سب اضطراب میں ہیں۔

ہر کسے را بین کہ در حرص زری
می کند چاہے برائے دیگری
مثنوی ہمدانی

آئیے چند مقامات کی سیر کریں ؛

فلسفۂ حیات پر سائنٹیفک تحقیقات کی آخری منزل "الحاد" بتائی جاتی ہے۔ سچائی کے لبادے میں فریب کاری کا بول بالا ہے۔ خدمتِ خلق کے قالب میں خود غرضی براجمان ہے۔

آزادیٔ ضمیر کی سٹیج پر بے رہروی جلوہ افروز ہے، ارتقاءِ انسانی کی پرواز میں رذائلِ حیوانی دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں۔ پولیٹیکل تھیٹر کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر شاعرِ مشرق علامہ اقبال پکار اٹھتا ہے۔

۵ـــ دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری

۲- دین کے میدان میں دیکھ لیجئے۔

(ا) جو دینداری کے مدعی ہیں ان میں اکثر کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے رعب کی بجائے خود نمائی کی رعونت بھری ہے۔ ان کا بھی قصور نہیں۔ کیونکہ طبیعت کا استکبار ان کے بس کا روگ نہیں خود صوفیائے کرام کا مشاہدہ بھی ہے۔

الآخر ما یخرج عن قلب الصوفی الکبر

مجاہدوں کے بغیر اس سے کب چھٹکارا ہوتا ہے اور مجاہدے کا لفظ ان کی لغات تن آسانی میں موجود ہی نہیں۔

ان کے دماغ میں رازیؒ اور غزالیؒ کے علمی خزانے تو ہیں نہیں۔
حسب استہزاء شمس العلماء جناب مولوی نذیر احمدؒ دہلوی ہے

سر پہ دستارِ فضیلت تو بہت بھاری ہے
پر شکم خالی کتب خانے کی الماری ہے

کفر و شرک کی جنس کی ارزانی ضرور ہے۔ تنگ ظرفی کا یہ عالم ہے۔ کہ لکھنے پر آتے ہیں تو قوم کے زوال کا باعث ازمنہ وسطیٰ کے محدثین۔ شارحین، مفسرین، مشائخین کو قرار دیتے ہیں اور تعلی کرتے ہیں۔ کہ ان کی ذات گرامی کے سوا اسلام اور قرآن کو پہلے کوئی صیح صیح نہیں سمجھ سکا۔ اب انہیں کی تقلید سے راہِ نجات ممکن ہے۔

سر لیے راز دارِ دین شد است
تنگ بر ما رہگذارِ دین شد است

وہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ جو کچھ قرآن فہمی ازمنۂ وسطیٰ میں تھی۔ اس کو سے کر مسلمان متمدن دنیا کے اکثر حصے پر ایسے وبدبے سے حکومت کرتے رہے۔ جس کی مثال نہیں۔ اور جو اب اسلام سکھایا جا رہا ہے۔ اس تعلیم والے جہاں حکمران بھی ہیں ماحول سے مرعوب ہیں۔

(ب) واعظین باہمی آشتی و محبت، جو دین کا تقاضا ہے، پیدا کرنے کی بجائے فی سبیل اللہ فساد برپا کر رکھتے ہیں۔ مسجدوں میں لاٹھی چارج ہو جاتا ہے اور قتل سے بھی دریغ نہیں ہوتا۔

(ج) آج سے ۶½ سو سال پہلے دینی رواداری سے سرشار ہو کر جناب حافظ شیرازی فرما گئے۔ ؎

آسائش دوگیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

حضرت حکیم سنائیؒ کی دین فہمی دیکھیے ارشاد ہوتا ہے کہ ؎

کفر و اسلام در رہش پویان
وحدہٗ لاشریک لہٗ گویان

(د) اب ہم اپنے زمانے کے مجددین مجتہدین اور محققین کے حضور میں کیونکر گستاخی سے کہیں کہ حضرت سعدیؒ پیشین گوئی کر گئے ہیں

ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستان ہم خلاف است و جنگ

(۲) دین کا بنیادی رکن اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل ہے۔ مگر معاشرہ اتنا بگڑ چکا ہے کہ (۱) اللہ کا نام بھی رواجاً یا مصلحتاً لیا جاتا ہے۔

اسکی اہمیت اور حقیقت دلوں سے نکل چکی ہے۔ سرکاری یا کاروباری مسودے لکھتے لکھتے خدا یا God کا لفظ لکھ کر تو دیکھیں۔ فقرہ خلاف محاورہ ہو جائے گا۔ بعض لوگ اَللہُ وَکیل یا انشاءاللہ وہاں بولتے ہیں جہاں جھوٹ بولنا مقصد ہو۔ لسان العصر اکبر الہ آبادی اللہ سے لوگوں کی اس عملی بیزاری کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں :۔

رپٹ یاروں نے لکھوادی ہے یہ جا بجا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

(ب) حال میں ایک ایسے علامہ کا بھی ظہور ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) مادی شے بتلاتے ہیں اور ایک ستارے پر اس کے عرشِ عظیم کی نشان دہی کرتے ہیں۔ زمین اور اللہ کے درمیان سے وہاں رستہ جاتا ہے وغیرہ

انہوں نے پیغمبری کا دعویٰ تو نہیں کیا۔ مگر اپنی سائنٹفک کتاب میں اہل ارض کو نہایت خلوص کے ساتھ متنبہ کیا ہے کہ ایٹمی توانائی میں ترقی کر کے جلد از جلد اللہ تعالےٰ کے پاس پہنچ جائیں امن و امان میں رہیں گے۔ ورنہ زمین پر رہ کر قیامت کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ بعض احباب نے یہ مضمون پڑھ کر اُسے خدا کے مفہوم پر استہزاء قرار دیا ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم ؁

(۳) قرآن مجید میں زندگی کا مقصد اللہ کا بندہ بننا بتایا گیا ہے
وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ٥

عارف رومی اسکا ترجمہ کرتے ہیں۔
زندگی آمد برائے بندگی ✤ زندگی بے بندگی شرمندگی

مغرب زدہ تعلیم یافتہ عزیز اور ہمارے بعض "نئی روشنی کے علماء" بھی لِیَعْبُدُوْنَ کی کُنہ اور وسعت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے "بندگی کو عملی زندگی میں جمود پیدا کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کے بندہ کا دائرہِ عمل بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ اس کا رب رَبُّ الْعَالَمِیْن ہوتا ہے۔ گویا ساری کائنات کو اپنا خواجہ تاش سمجھنا پڑتا ہے۔ اور ہر قسم کے جہان (عالمین (ALL KINGDOMS OF LIFE کے ساتھ رشتے میں پرو دیا جاتا ہے۔ اس کا کائنات کے ہر ذرّے سے تعلق ہوتا ہے۔

یہ لوگ تسبیح اور مراقبے کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ کاش! وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں تو کمیونسٹ علماء سے ہی سیکھیں کہ ذہنی انقلاب پیدا کرنے کے لئے کم خوری کم خوابی خلوت اور مطلوبہ مفہوم کے خیال کا تکرار بر تکرار بھی ایک مفید اور ضروری مشق ہے۔ جس کو ان کی اصطلاح میں BRAIN - WASH (دماغ کو دھو ڈالنا) کہتے ہیں۔

اگر مسلمانوں کا ایک گروہ تزکیہ نفس کے لئے مجاہدے کرے تو کیا غضب ہو گیا؟

ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان دونوں گروہوں کو ہدایت بخشے۔ اور ان کو کوئی ایسا "خدا کا بندہ" مل جائے جو بندگی کی قوت اور شان سے واقف کرا دے

(۴) چاروں طرف دنیا کی زبانِ حال سے جو یہ فغاں اٹھ رہی ہے۔ سہ

الامان از ایں امیران بلاد
کُلُّهُم فِی عَمَلٍ جِینٍ فِی فَسَاد

اس کا مداوا کیا ہے؟ سیاسی، اقتصادی، مذہبی، سماجی عائلی جس جس پہلو پر چاہیں دفتر کے دفتر لکھ مارئیے۔ اور سینکڑوں چھوٹی اور لمبی میعاد کے منصوبے تیار کر لیجئے یہ مصیبت دور نہیں ہو گی۔ جب تک کہ سنت اللہ کے تحت ذہنوں کی تربیت نہ ہو۔

تا نہ گردد تابعِ آئین مذاق،
زندگی بر فرد و ملت ہست شاق

اب سوچئے وہ کونسا آئین ہو سکتا ہے جس کے تحت لوگوں کے مذاق تربیت پائیں تو فرد و ملت کا اضطراب تسکین میں بدل جائے اس آئین کی پہلی شق اللہ تعالیٰ پر حق الیقین ہے اور دوسرا سبق سنت کی پیروی ہے۔ یہی آئین کافۃ الناس کے لئے فلاحِ دارین و تسکین قلب کا نسخہ ہے۔

اس آئین کا خلاصہ بہت مختصر ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

یہ دین نبی آخر الزمان پر اترا اور اس پر عمل کرنے والوں کو جہاں بینی جہاں بانی جہاں گیری کے گر سکھا گیا۔

اس قانون کی کتاب کا نام قرآن مجید اور تشریحات کے مجموعے کو احادیث کہتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

(مولوی برکت علی شہید)

سالہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ ناز یک دانائے راز آید بروں (اقبالؒ)

بعض ہستیوں میں ضبطِ اسرار و اخفائے احوال کا ملکہ اس قدر راسخ ہو جاتا ہے۔ کہ کوشش کے باوجود، دوسروں کو ان سے مدت تک آگاہی نہیں ہو سکتی۔ سرسری طور پر جو حالات معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اصل حالات کے مقابلے میں "مشتے نمونہ از خروارے" کہے جانے کے قابل بھی نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ ہستیاں نام و نمود کو طبعاً ناپسند کرتی ہیں۔ اور اپنے مفوضہ کام محض اللہ کے لئے کرتے ہیں۔ بعض اوقات حکمتِ الٰہی ان کے اسرار و حالات سے کچھ پردہ اٹھا دیتی ہے۔ اور کسی صاحبِ حال کی وساطت سے، دوسروں کو بھی ایسی ہستیوں کے متعلق کچھ علم ہو جاتا ہے۔ ہمارے سامنے ایسی کئی مثالیں ہیں۔ کہ گذشتگان میں سے اکثر کے روحانی فیوض کا سلسلہ

تو جاری ہے۔ لیکن ان کی زندگی کے صحیح مستند اور مفصل حالات کا ریکارڈ موجود نہیں۔ ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے بعد میں جو مساعی بروئے کار لائی جاتی ہیں۔ ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ کئی من گھڑت روایات جمع ہو جاتی ہیں۔ اور حقیقت اسی طرح مستور رہتی ہے جیسی کہ پہلے تھی۔

حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ کے انتقال کو ۴۵ برس ہو گئے ہیں۔ ابھی چند سال ہی ہوئے تھے۔ کہ بعض سنگیوں نے صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہٗ العالی سے گذارش کی کہ آنحضرت کی سوانح عمری لکھی جائے۔ مگر حضرت صاحبزادہ صاحب جو ہمیشہ خاص رنگ میں رہتے ہیں۔ اپنی اُس وقت کی حالت میں فرمانے لگے کہ آنحضرت کی سوانح حیات کاغذ پر لکھنے کی بجائے ہم سب سنگیوں کو چاہیے کہ خود اُن کے حیات نامہ کا ایک ایک ورق بن جائیں۔ اور ہماری جماعت کا نام ان کی حیات ہو۔

کچھ مدت بعد بعض ارادتمندوں نے ذیل کا اشتہار شائع کیا۔

"کتنے افسوس اور حسرت کی بات ہے کہ اس صدی کے اتنے بڑے حاملِ شریعت، مرشدِ طریقت، غواصِ حقیقت اور معلمِ معرفت، جیسے کہ ہمارے آقائے نامدار قطبِ زماں

غوث آواں حضرت قاضی سلطان محمود صاحب غریب نواز قدس اللہ سرہٗ العزیز گذرے ہیں، ان کے حالات تاحال معرضِ اخفا میں ہوں، گو اُس پرتَو رسالت کے حالات کا کما حقہ سمجھنا بھی احاطۂ فہم سے باہر ہے تو قلم اُس کی ادائیگی میں کیونکر کامیاب ہو سکتا ہے۔ تاہم اُس حیاتِ جاوید کے متعلق ایک ایسا مجموعۂ سوانحات جمع کرنا بالکل ممکن اور مناسب ہے۔ جس کا مطالعہ عام و خاص کے لئے اُن کی استعداد کے مطابق ہدایت و تلقین رفع شک و حجابات کا موجب ہو اور خاص الخاص اہل حضوری بھی کم از کم ذِکرُ الحَبِیبِ حَبِیبٌ کا لطف اٹھائیں۔ مراد تھی کہ آنحضرت کے حالات و معاملات جو خود اُنکے ساتھ بیتے ہوں۔ لکھیں۔ مگر وہ لوگ اس طبقۂ خیال کے تھے۔ ؎

بھیکا! بات اگم کی کہن سنن میں نا
جو جانے سو نہ کہے کہے سو جانے نا

کسی نے جواب تک بھی نہ دیا۔ آخر کس پیر کے مرید تھے جن کا حال یہ تھا۔ ؎

دونوں عالم کی خبر رکھتے ہیں فضل حق سے
اس پہ طرہ ہے کہ انجان بنے بیٹھے ہیں!

نہ لکھنا تھا نہ کسی نے لکھا۔ برس گذر گئے۔ اتفاق سے کسی غیر معروف صاحب نے آنحضرت کے

متعلق ایک غلط شائع کر دیا جس میں سنی سنائی باتیں درج ہیں۔ تحقیق اور کاوش سے کام نہ لیا گیا تھا۔ ا؎ کو سنگیوں اور خود حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی نے ناپسند کیا۔ اور از سرِ نو آنحضرت کی حیات لکھنے کی تحریک ہوئی مگر اکابر سنگی جن کا آنحضرت سے راز و نیاز تھا فوت ہو چکے تھے۔ باقیماندہ جماعت سوگوار تھی اور کہتے تھے۔ ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

مگر آنحضرت کی زندگی کے حالات جمع کرنے کی اہمیت اور ولولہ کے تحت آخر پکار اٹھے ؎

ز خیلِ بادہ کشاں غیر ما نماند کسے
بیار بادہ کہ ما ہم غنیمت ایم بسے

چنانچہ باتفاق رائے نواب معشوق یار جنگ کو جن کا مفصل تعارف آگے آتا ہے اس کام پر مامور کیا گیا انہوں نے موجودہ سنگیوں کے پاس جا جا کر حالات جمع کئے۔ اور آنحضرت کی قلمی یاد داشتوں کی روشنی

ا؎ سنگی پنجابی کا لفظ ہے۔ جس کے معنی "ساتھی" یا پیر بھائی کے ہیں۔ حضرت صاحبؒ اپنے مریدوں کے لئے اور مرید اپنے پیر بھائیوں کیلئے یہ لفظ بالعموم استعمال فرمایا کرتے تھے۔ (شہید)

میں سوانح حیات لکھنے شروع کیے اور تین جلدوں میں مجموعہ (بنام مناقب محمودی) تیار کر کے حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ بڑے خوش ہوئے۔ مگر ضخیم ہونے کی وجہ سے خلاصہ تیار کرانا چاہا۔ نواب صاحب کی بلند ہمتی نے اس کی بھی تعمیل کر دی اور زیر نظر مسودہ انتخاب کر دیا لیکن جناب صاحبزادہ صاحب ہرگز اس بات پہ راضی نہ تھے کہ ناقدانہ نظر سے دیکھے بغیر اسے شائع کیا جائے۔ صاحبزادہ صاحب خود جیّد عالم ہیں۔ ان کے ذوقِ تنقید میں علمائے متقدمین و متاخرین کی دقّتِ نظر منطق اور نکتہ سنجی بدرجہ اتم موجود ہے لہذا میں نے چاہا کہ اس مسودہ پر نظرثانی ان سے ہی کرائی جائے لیکن ان کے مشاغل اور عام صحت جسمانی بالخصوص بینائی کی کمزوری کی وجہ سے یہ تو ممکن نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا کہ کتاب لفظ بلفظ آپ کو سناؤں اور آپ موقع بہ موقع اصلاح و ترمیم فرماتے جائیں اور میں ساتھ ساتھ حک و اضافہ کو لکھتا جاؤں گا۔ میری گذارش منظور تو ہو گئی مگر صرف اتنا دیکھنے پر رضا مند ہوئے کہ کوئی فقرہ یا روایت غریب نوازؒ کی زندگی کی عام روش یا طبیعت کی افتاد کے خلاف درج نہ ہو گئی ہو۔

بالخصوص کرامات کے باب میں بہت سی روایات حضرت صاحب نے ترک کروا دیں۔

اگر کوئی کہے۔ کہ آپ نے وقتی سیاست میں حصہ نہیں لیا۔ اور محض راہبانہ زندگی گزار کر چلے گئے تو اس کے متعلق ہم عرض کریں گے۔ کہ آپ کا مشن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی تھا۔ یعنی مسلمانوں کو صحیح مسلمان بنانا آپ کا معمول رہا۔

آپ کی تعلیم اور عملی زندگی ہی آپ کی سیاست تھی۔ جس کی غرض وغایت سوتے دلوں کو جگانا اور گرے ہوؤں کی دستگیری کرنا تھا۔ سیاست کی موجودہ اصطلاح جو ہمارے ہاں رائج ہے۔ اُس کا مقصد اسلامی سیاست نہیں۔ جس سیاست میں لِلّٰہیت کا وجود نہ ہو، وہ اسلامی کیسے ہو سکتی ہے اور ایسے پاکباز لوگ اُسے اپنے نزدیک کس طرح جگہ دے سکتے ہیں۔

حضرت قاضی غریب نواز صاحبؒ نے اپنے طرزِ عمل سے معاشرے کے زخموں پر اصلاح و اخلاص کا مرہم رکھا۔ اور ایسے افراد پیدا کئے۔ جو "خیرالناس من ینفع الناس" کے عملی نمونے تھے۔ باہمی خلوص ایثار اور وفاداری بدرجہ اتم تھی۔ اور ان افراد کے

اجتماع سے جو جماعت بنی - وہ موجودہ سیاسی جماعتوں کی نسبت بہت مضبوط اور صاحب کردار، قوم کے لئے کار آمد اور صراط مستقیم پر چلنے والی تھی - جو کام انہوں نے کئے - ان کی تفصیل کا یہ مقام نہیں - مگر جب ان پر نظر کی جائے اور موجودہ سیاسی ماحول بھی دیکھا جائے - تو بے اختیار منہ سے نکلتا ہے ؏

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

الغرض آپ کی توجہ سے ایسا ماحول پیدا ہو گیا تھا - جس میں امن و سکون اور طمانیت قلوب کا دَور دَورہ تھا - اور انسانیت فروغ گیر تھی -

ہمارے زمانے کے بعض علماء جو تصوف کی ابجد کا ایک حرف بھی نہیں سمجھتے وہ تصوف کے متعلق زہر اگلتے رہتے ہیں - اور حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جیسے اکابر پیشوایان دین کو بھی نہیں چھوڑتے - کسی مضمون کو نہ جانتے ہوئے اس پر مفتی بن بیٹھنا، کتنی جہالت یا سینہ زوری ہے - اس مقابلہ میں اہل مغرب کی علم دوستی اور معقول پسندی ملاحظہ ہو - حضرت عبداللہ العلوی الجزائری ایک مشہور ولی اللہ تھے انکے تصوف پر ایک انگریز[۱] نے ماہرانہ مضمون لکھا اور پھر ان کی سوانح عمری[۲] بھی لکھی - لنڈن یونیورسٹی سے مصنف کو Ph-D

---

[۱] مارٹن لنگز (Martin Lings)

[۲] (A Muslim saint of the Twentieth century)

پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری ملی۔ اس پر فکر کرتا ہوا آخر مسلمان ہو گیا۔ ہمارے یہاں مسلمانوں کو تصوف کی وجہ سے مشرک کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب حال ہی میں چھپی ہے۔ سائنس کے اس زمانے میں تصوف کے مضمون سے ایک یورپی عیسائی فاضل کا مسلمان ہو جانا اور پاکستان کے بعض علماء کا تصوف کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر بنانا ہماری بدقسمتی نہیں تو کیا ہے۔ ؎

غنیؔ روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

تصوف کوئی نئی پیداوار نہیں۔ بلکہ ایک راستہ ہے۔ جس پر چلنے سے انسان تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی نعمتیں حاصل کرتا ہے۔ اور منزل بہ منزل آگے بڑھتا ہوا اپنے مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ چیز کتاب و سنت پر صدق دل سے عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ نے مختلف طریقوں سے اپنے ارادت مندوں کو توحید کی منزل تک پہنچایا۔ اور ماسویٰ کی دستبرد سے چھڑایا۔ کسی کو اوراد کی کثرت، کسی کو نماز روزہ کی کثرت سے سیدھے راستے پر چلایا اور کسی کو مجاہدات اور خدمتِ خلق کی راہ سے رہنمائی

عروج پر پہنچایا۔ معدودے چند افراد ایسے بھی تھے۔ جو آپ کے پاس آنے سے پہلے مجاز کے دام میں پھنسے ہوئے تھے۔ آپ کے تصرفاتِ باطنی نے ان کے مجاز کو حقیقت میں بدل دیا۔ اور تقرب الی اللہ کی نعمت کا مورد بنایا۔

یوں تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سب مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن کلمۂ طیبہ کے اثرات کا ظہور اس وقت ہوتا ہے۔ جب پیر کامل کی توجہ بھی کسی کے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ بالآخر یہی اثرات زندگی کی گہرائیوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور زندگی اپنے مختلف اور گوناگوں مشاغل کے باوجود صرف ایک نصب العین کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اور اس کی ہر رگ سے بلا ارادہ یہ آواز آنے لگتی ہے

ے زندگی کا ایک ہی مقصد ہے کیا؟ اعلائے حق
یعنی ہستی کی ہر اک منزل میں استیلائے حق

یہ اُس وقت ہوتا ہے۔ جب توحید انسان کے دل و دماغ پر چھا جاتی ہے۔ اور وہ پیر کامل کے ارشاد اور توجہ کے سائے میں تصوف و سلوک کی منازل طے کر چکتا ہے۔ توحید سے وحدتِ خیال، وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل کی شکل پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک ایسی جماعت کی تشکیل ہو جاتی ہے۔ جسے

قرآن نے بنیان مرصوص کہا ہے۔

ایسے افراد اور ایسی جماعتوں کے سامنے مادیت ایک صید زبوں کا حکم رکھتی ہے۔ اور دنیا کی تمام طاقتیں ان کے سامنے ہیچ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ بھی ایک ایسی ہستی تھے۔ جنہوں نے ایسے افراد پیدا کئے۔ جو اپنے اپنے مقام اور وقت پر دوسروں کی رہنمائی کا باعث ہوئے۔

حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ بہترین معلم اخلاق تھے۔ آپ نے اپنی ساری عمر التعظیم لامر اللہ والشفقت علیٰ خلق اللہ میں گزاری۔ ابتداً علم اور مجاہدات کے ذریعے اور پھر ارواحِ مقدسہ کی مدد سے نفس کا تزکیہ اور دل کا تصفیہ کیا۔ کڑی پابندیاں برداشت کیں۔ جب کہیں جا کر گلشنِ مراد میں نسیم جانفزا چلی۔ اور ساتھ ہی "مولوی راہِ حق بگو"[1] کے واجب الاحترام حکم کو جامۂ عمل پہنایا۔ یہ منصب تھا تو مشکل، مگر آپ نے خود نمونہ بن کر اپنے سنگیوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم قولاً و فعلاً دی۔ ان کا تزکیہ نفس کرنے میں آپ نے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا

ص۱۔ یہ آپ کے پیرومرشد کا حکم تھا۔ جس کی رُو سے آپکو اپنے پیر سے خلافت کی اجازت ملی

مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے - کہ آپ کے سنگیوں میں غربا و مساکین بھی تھے - اور امرا و حکام بھی تھے - آپ نے ان کے نفوس باطنی کی بیماریوں کی صحیح تشخیص کر کے ہر ایک کے حسبِ حال نسخے تجویز فرمائے - جہاں غریبوں اور مسکینوں میں آپ عزتِ نفس اور عزِ اللہ سے بے نیازی کے جذبات کو ابھارتے تھے - وہاں حکام و امرا کی گردنکشی اور جھوٹے غرور کی جڑ ایسے طریق سے کاٹتے تھے - کہ پہلے تو انہیں آپ کے احکام کی تعمیل میں شرم محسوس ہوتی - لیکن غرور و تکبر کی حرکت جانے سے اسی میں لذت محسوس ہونے لگتی - اور ہر ایک عملاً اس امر کا مُقر ہوتا کہ ع

ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تانہ چشی

یوں تو بہت لوگ موحد ہونے کے مدعی ہیں مگر فی الحقیقت لاکھوں میں سے خال خال ہی ایسے نکلینگے جو خدائے جلشانہ' اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرامین کے مقابلے میں اپنی نفسانی خواہشات کو عملاً ترجیح نہ دیتے ہوں - جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا - اور دنیا کے فائدوں کی خاطر عاقبت کی بھلائی کو ترک نہ کریں - اسلام یہ تو نہیں

کہ زبانی اقرار کر لیا اور دل سے اس کی تصدیق نہ کی۔ اسلام یہ ہے کہ کتاب و سنت پر سچے دل سے عمل کیا جائے۔ اور اس کو دل کی گہرائیوں تک اتارا جائے۔ حضرت صاحبؒ نے یہ کام تادم آخر پوری تندہی سے کیا۔ اور اب تک صدقۂ جاریہ کے طور پر یہ سلسلہ آگے چل رہا ہے۔

آخر میں مجھے پھر یہ کہنا ہے۔ کہ حضرت صاحبؒ کی ہستی ایک بیکراں اور اتھاہ سمندر تھی جس پر بہ یک وقت نگاہ ڈالنا امر محال ہے ہم ایک وقت میں سمندر کا تھوڑا سا سطحی حصہ دیکھ سکتے ہیں۔ اس کی گہرائیوں اور پہنائیوں پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ آنجنابؒ کو جن لوگوں نے دیکھا مجھے ان میں بعض سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور جب کبھی آپ کے متعلق گفتگو ہوئی، تو ہر ایک نے آپ کی زندگی کا الگ پہلو ظاہر کیا۔ جس میں قدر مشترک یہ ہے۔ کہ آپؒ کی ہستی جامع کمالات اور کاشفِ اسرار تھی۔ اور آپ اس عالمِ آب و گل میں رہ کر بھی، تعینات کی حدود سے ماورا اور عرفان کی چوٹیوں سے بلند پرواز کرتے رہے۔ مجھے اکثر یہ محسوس ہوا کہ بیان کرنے والا بیان کرنے کی کوشش کے باوجود آپ کے متعلق

کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ "حیرت" اس کی زبان پکڑ لیتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے۔ کہ آپؒ کو ظاہر کرنے کی بجائے خود ہی گم ہو جاتا ہے۔ اور ع

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار

کا مصداق بن جاتا ہے۔

آپ کی یہ ترقی بالکل قانون ارتقا کے مطابق تھی۔ یعنی پہلے علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل، پھر علوم باطنی کا حصول اور مجاہدات و ریاضاتِ شاقہ۔ اِس کے بعد خرقہ خلافت کی یافت اور شریعت کی پابندی و ترویج۔ پھر روحانیوں سے تعلق اور قلب و نظر میں وسعت، عقیدتمندوں کی تعلیم و تربیت، اِس کے بعد محویت و استغراق اور منزل عرفان تک رسائی، ان حالات میں اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ طریقت، حقیقت اور معرفت کی منازل طے کرنے یا محویت و استغراق کے دوران بھی شریعت حقہ کا دامن آپؒ سے نہیں چھوٹا اور آپ کے حسنِ اخلاق اور خوش معاملگی میں کبھی فرق نہیں آیا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علی
آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

مؤلف ...... کا ...... تعارف

وَمَا مَدحتُ مُحمّداً بِمَقالتی + بَل مدحتُ مقالَتی بِمُحمّدٍ

جناب مؤلف پہلے ہی اپنے دائرہ احباب میں ایک ممتاز ہستی ہیں۔ لیکن حضرت قاضی صاحب غریب نواز قدس سرہٗ کی سوانح حیات لکھنے کے شرف نے انہیں خاص سعادتِ دارین اور شہرت جاوید بخشی ہے۔ نام معشوق حسین خاں، خطاب نواب معشوق یار جنگ، آپ جدید و قدیم علوم کا نسخہ جامعہ، اسلامی تہذیب و اخلاق کا نمونہ اور تمدنِ کہنہٗ دلّی کا مرقع ہیں۔ آپ ۱۸۸۱ء میں بمقام بدایوں پیدا ہوئے۔ جہاں اس وقت آپ کے والد ماجد خان بہادر عنایت حسین خاں ڈپٹی کلکٹر (مال افسر) تھے۔ خاندان کے لحاظ سے آپ کا تعلق افغانوں کے قبیلہ "بارک زئی" سے ہے۔ اوّل اوّل آپ کے پڑدادا سردار غلام محی الدین خاں افغانستان سے ہندوستان آئے پہلے لدھیانہ میں پھر کلکتہ میں آباد ہوئے۔

خان بہادر نے سرکاری ملازمت سے پنشن پا کر الٰہ آباد (بھارت) میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ چند

سال بعد ریاست بھوپال میں وزیر عدالت مقرر ہو گئے۔ اور ۱۹۰۴ء میں جب علیا حضرت نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ عازمِ حج ہوئیں۔ تو آپ ہی میرِ قافلہ مقرر ہوئے۔ لہذا نواب صاحب موصوف کی والدہ مکرمہ کو اپنے دونو چھوٹے بیٹوں سمیت حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ مگر نواب صاحب کو چھٹی نہ ملی۔ اس لیے وہ اس قافلہ میں شامل نہ ہو سکے آپ کو یہ سعادت بعد میں ۱۳۵۵ھ میں نصیب ہوئی۔

نواب صاحب نے ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ سے ۱۹۰۱ء میں بی اے پاس کیا۔ انگریزی شروع کرنے سے پہلے آپ نے فارسی کا درسی نصاب ختم کر لیا تھا۔ حسنِ اتفاق سے آپ کو سکولوں اور کالجوں میں عربی کے ایسے اچھے ادیب اور تجربہ کار استاد ملے جن کی توجہ سے آپ نے عربی میں بھی اچھی قابلیت پیدا کر لی۔ بلکہ ایم۔اے کے عربی نصاب کی کتابیں بھی پڑھ لیں۔

آپ کا مذاق علمی اور ادبی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ملازمت کی پابندیوں اور دیگر فرائض کی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود مطالعہ کتب اور تالیف و ترجمہ کے شغل میں مصروف رہتے ہیں۔ فارسی، عربی اور انگریزی کے علاوہ آپ ریاضی میں بھی خاص شغف

رکھتے ہیں - آپ مولانا حالیؒ اور مولانا شبلیؒ کی صحبتوں میں رہے اور ان سے مستفید ہوئے۔ بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق ان کے خاص دوستوں میں سے تھے ۔

آپ نے دوسری زبانوں سے متعدد کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور کچھ خود بھی تالیف کی ہیں۔ فہرست ذیل ہے۔

۱۔ اخبارالصالحین جلد اوّل ، اولیائے اللہ کے حالات (مطبوعہ) ۲۔ ترجمہ شرح آداب المریدین - حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی کتاب شرح آداب المریدین کا اُردو ترجمہ (مطبوعہ) ۳۔ العقیدہ - مصنفہ سید محمد اکبر حسینی - خواجہ صاحب کے مکتوبات کا خلاصہ بہ فوائد بندہ نواز کا ترجمہ اُردو میں (مطبوعہ) ۴۔ تاریخ حبیبی مصنفہ مولانا عبدالعزیز ابن شیر ملک کا اُردو ترجمہ حضرت خواجہ بندہ نواز اور ان کے فرزندوں کے حالات میں - ۵۔ رحیق المختوم - حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی کتاب رحیق مختوم کا اُردو ترجمہ (مطبوعہ) (۶) ترجمہ الکبریت الاحمر و الاکسیر الاکبر مصنفہ حضرت عبداللہ بن ابو بکر العیدروس (مطبوعہ) ۷۔ چہل کلمات طیبات (قرآن و حدیث اور خلفائے اربعہ کے چالیس چالیس کلمات کا عربی سے اُردو میں ترجمہ)

۸۔ ترجمہ اسرار العارفین و سیر الطالبین ۔ حضرت شہاب الدین سہروردی کی کتاب کا ترجمہ ۹۔) ترجمہ اردو فتوح الغیب (۱۰) ابن رشد اور اس کا فلسفہ موسیو رینان کی مبسوط کتاب کا ترجمہ معہ اضافۂ حواشی (مطبوعہ) حیدرآباد دکن (۱۱) مناقب محمودی حضرت قاضی صاحب قدس سرہ العزیز (آوان شریف ضلع گجرات) کے حالات میں مبسوط کتاب تین جلد غیر مطبوعہ

نواب صاحب کی والدہ ماجدہ ایک صالحہ اور نیک سیرت خاتون تھیں ۔ وہ حضرت شاہ حاجی وارث علیؒ کی مرید تھیں ۔ جب وہ مرید ہونے کے لئے دیوہ شریف تشریف لے گئیں ۔ تو نواب صاحب بھی ساتھ گئے ۔ اور حاجی صاحبؒ مذکور کی زیارت اور توجہ سے مستفیض ہوئے ۔ اس کے بعد بزرگوں کی توجہات بے غایات سے آپ کو حیدر آباد دکن میں ملازمت مل گئی ۔ آپ باوقار اور معزز عہدوں پر فائز رہے ۔ اور مختلف اضلاع میں کام کرتے رہے آخر آپ ناظم عطیات (انعام کمشنر) کے عہدہ پر تھے کہ ۱۹۳۸ء میں آپ نے پنشن لی ۔ سقوط حیدرآباد کے بعد آپ دکن سے کراچی تشریف لے آئے اور اب وہیں مقیم ہیں ۔

نواب صاحب کے چھوٹے دونو بھائی کرنل لطافت

حسین خاں مرحوم اور کرنل تحسین حسین خاں مغفور بھی علم و فضل اور جاہ و منصب کے لحاظ سے نہایت بلند تھے۔ اوّل الذکر انگریزی افواج کی انڈین میڈیکل سروس میں مقابلے کے امتحان کے بعد بہت بڑے عہدے پر پہنچے۔ اور ۱۹۳۳ء میں حاسد ہندو افسروں کی سازش سے ناگپور میں شہید ہوئے۔ اور حیدر آباد دکن میں دفن ہوئے۔ اور ثانی الذکر ریاست حیدرآباد دکن کی فوج میں پرنسپل میڈیکل افسر تھے۔ اور نواب صاحب کے پیر بھائی بھی تھے۔ اس لئے انہیں بہت عزیز تھے۔ ان کی وفات ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ علم و فضل کے لحاظ سے اس گھرانے کو "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کہا جا سکتا ہے۔

آستانہ عالیہ آوان شریف پر

نواب صاحب کی رسائی

من سعد سعد فی بطن اُمّہٖ (حدیث)

نواب صاحب کی زندگی ظاہر کرتی ہے۔ کہ وہ ازل سے ہی سعادت لے کر آئے تھے۔ گویا ان کی روح بچپن سے ہی نقارخانۂ ہستی میں ایک بے آواز صدا لگاتی رہی۔ ؎

بیا تا لب کشائیم ار شود جان ہم دریں سودا
کہ بے ذکرِ مے و ساقی بکارے جان نمے دایم حملی

دیکھئے اس ازلی تعلق کو اجاگر کرنے کے لئے قیامِ ازل نے کیا کیا اسباب مہیا کئے:-

(ا) خوبصورت سے ننھے جسم میں قلب سلیم تو الخالقُ البارِی المصوِّر نے امانتاً رکھدیا تھا۔ پھر کس ماں کی گود ملی جس کے انفاسِ قدسیہ نے ماحول کو مہدِ سعادت بنا دکھایا۔ طفلی میں اہل اللہ کی زیارت اور توجہ سے روشناس کرایا اور جوانی میں حسنِ اخلاق اور دینداری کا قابل رشک پیکر تیار کر نکالا

(ب) دکن میں صاحبِ صولت حضرت اخوند صاحب رح

کے ایک خلیفہ شاہ فضل اللہؒ صاحب تشریف لائے۔ اور وہیں انتقال فرمایا۔ شاہ صاحب موصوف کے ایک خلیفہ شاہ عبدالوحید بہاریؒ، جو ایک کامل درویش تھے، اپنے پیر کے مزار کی مجاورت میں مقیم ہو گئے۔ نواب صاحب دوران ملازمت ان سے ملتے رہے۔ اور ان کے فیضِ صحبت سے آپ کے دل میں اہل اللہ کی محبت پیدا ہوئی۔ اور کتب تصوف کے مطالعہ کا شوق ابھرا۔

(ج) نواب فخر یار جنگ بہادر (فنانس منسٹر گورنمنٹ نظام حیدر آباد) کو حضرت قاضی صاحب غریب نواز قدس سرہٗ سے بہت ارادت تھی۔ گجرات سے آوان شریف ۲۲ میل کا فاصلہ ہے۔ کبھی کبھی مجاہدہ کے شوق میں پیدل بھی یہ سفر طے کر لیتے تھے۔ عقیدت کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک دفعہ بڑی رات گئے پہنچے۔ شوق تھے، سیدھے شب زندہ دار حجرہ پر، جا دستک دی۔ آواز آئی! "کون"؟ عرض ہوا ننگِ دین! اس فروتنی پر دلربائی انداز نے فوراً عزت افزائی فرمائی۔ ارشاد ہوا۔

ننگِ دین نہیں، فخرِ دین، اندر آجاؤ

(د) آخر شاہ عبدالوحید بہاری اور نواب فخر یار جنگ بہادر سے غریب نوازؒ کی دل آویز باتیں

سن کر نواب صاحب کا خوابیدہ عشق بیدار ہُوا۔ ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد نظامی

حیدر آباد (دکن) سے گجرات (پنجاب) تک تیرہ سو میل لمبے سفر کی تیاری ہو گئی۔ اتنا لمبا سفر کس مزے اور خروش میں کٹا ہو گا ؎

بعد نیاز و ادب ہم بکوے یار چلے!

ادھر بیقرار دلوں کے شکاری، کس شان سے شریعت کی مسکراہٹ کی اوٹ میں، تیر و کمان سنبھالے بیٹھے ہوں گے۔ ؎

پڑ گئی جس پر نظر تیری وہ دیوانہ رہے
اے نگاہِ ناز طرزِ دلربایانہ رہے

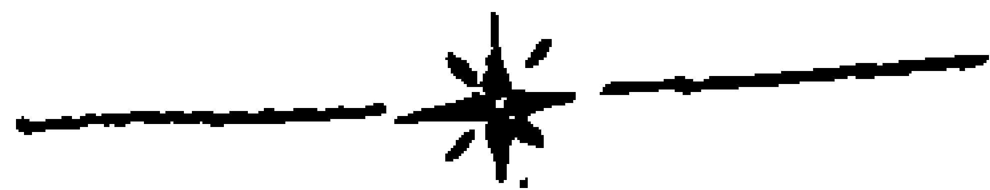
نواب صاحب جاتے ہی مشرف بہ بیعت ہوئے یہ رجب ۱۳۳۴ھ کی بات ہے۔

حضرت صاحبؒ کی حین حیات نواب صاحب کو پانچ دفعہ آستاں بوسی کا فخر حاصل ہوا اور نظر کیمیا اثر سے مراد کو پہنچے اور کئی تبرکات حاصل کئے۔ کلاہِ تبری بھی قائم رہی۔ اور اوصاف درویشی کی خلعت بھی عطا ہوئی جب تک دکن میں ملازم رہے۔ تقریباً ہر سال ایک مہینے کی چھٹی لیکر آستانہ عالیہ آوان شریف پہ مقیم رہتے۔ اب بھی باوجود پیرانہ سالی (۸۵ سال)

کے اتنے جوان ہمت ہیں کہ ہر سال کراچی آکر جناب صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں گجرات حاضری دیتے ہیں اور اپنے پیرومرشد کے مزار پر ثواب فاتحہ خوانی اور شرف جاروب کشی کے لئے آوان تشریف بھی جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسم، علم، قلم اور فقر میں بیش از پیش ترقی دے اور برکت دے

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

برکت علی شہید "فاضل ادبیات"
کچہری روڈ۔ گجرات



پہلا باب

وطن و اجداد

جان فدای رونقِ شہرے کہ خاکِ پاکِ آن
نقش ہا دارد زپای رھروانِ کوئے دوست
(عابدی)

وطن :- مغربی پاکستان کے ضلع گجرات میں جو اپنی عمدہ آب و ہوا کے لئے مشہور ہے - جموں کی سرحد پر ایک موضع آوان شریف آباد ہے - پہلے یہ موضع محمد پور آوان کے نام سے موسوم تھا - لیکن کثرتِ استعمال کے باعث محمد پور کا لفظ متروک ہوگیا - بعد میں ایک متصل گاؤں آہی کے قرب کی وجہ سے آہی آوان کے نام سے معروف ہوا لیکن "کسی" کی وجہ سے جو شہرت حاصل ہوگیا - تو پبلک کی زبان اور ڈاک خانہ کی مہر پر بھی "آوان شریف" نام ہے - یہاں دیہاتی مدرسہ اور شفا خانہ بھی ہے - یہ گجرات سے بائیس ۲۲ میل کے فاصلہ پر ہے - سامنے پیر پنجال کا سلسلہ کوہ مرتفع نظر آتا ہے - اور راہ میں دو برساتی ندیاں پڑتی ہیں - جو بارش میں راستہ روک دیتی ہیں - اچھے موسم میں تانگے اور بسیں بھی روزانہ چلتی رہتی ہے -

گاؤں کے اکثر باشندے تو ذات کے اعوان ہیں

گر عرصہ دراز سے کھوکھر گوت کے راجپوتوں کا ایک خاندان بھی سکونت پذیر تھا جس کے اکثر افراد عالم، حافظ اور صالح تھے۔ ہمارے پیر طریقت حضرت قاضی سلطان محمود قدس اللہ العزیزہ اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے ان کا معاش زمینداری تھا

اجداد:۔ آپ کے والد ماجد کا اسم شریف غلام غوثؒ تھا۔ نسب نامہ ذیل ہے۔ جو بشکل شجرہ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

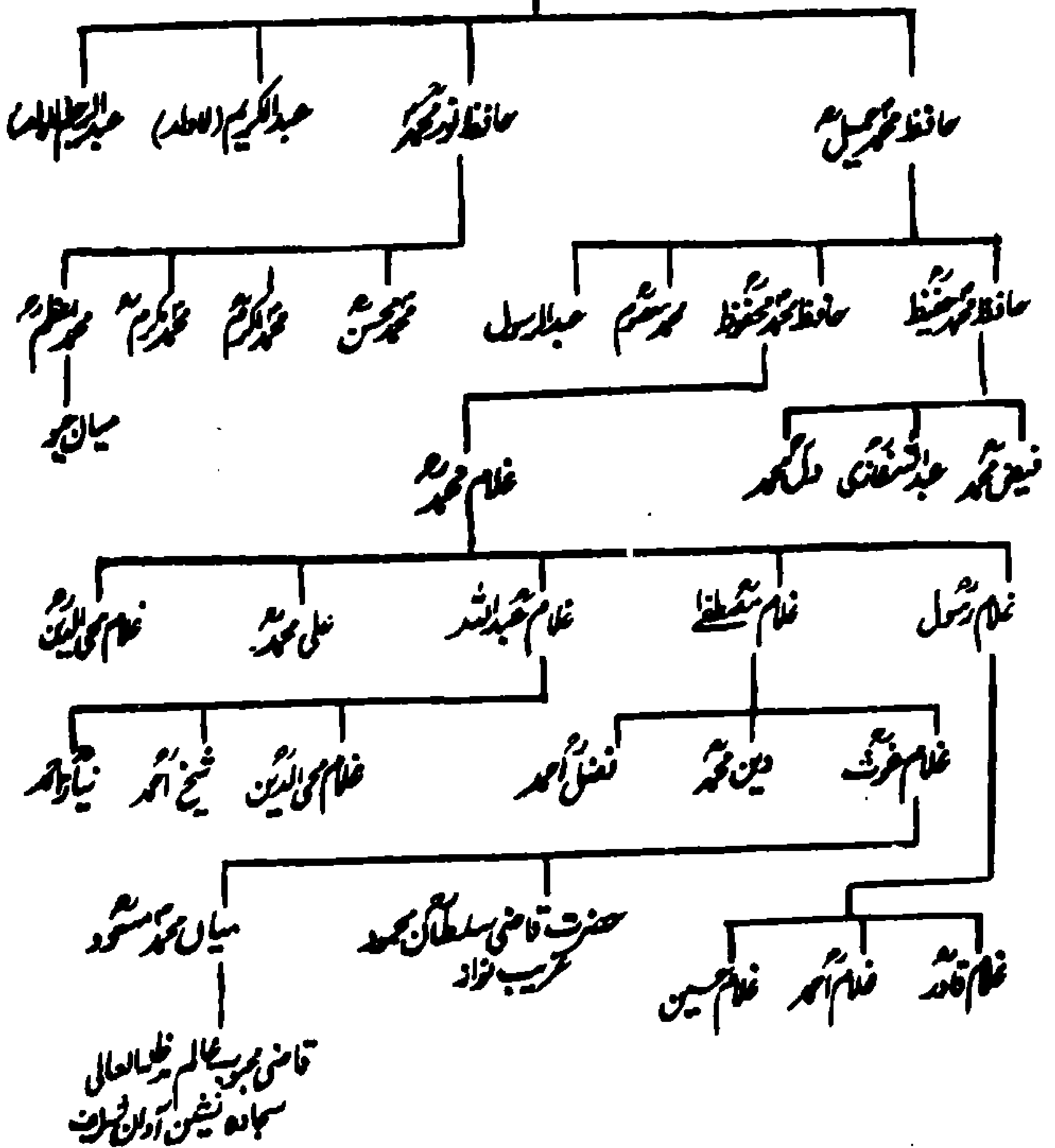
حضرت غلام غوثؒ بن حضرت غلام مصطفٰےؒ بن حضرت غلام محمدؒ بن حضرت حافظ محمد محفوظ بن حضرت محمد جمیلؒ بن حافظ محمد جمالؒ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین۔ یہ تمام بزرگ اپنے زمانہ میں مقتدا اور پیشوا سمجھے جاتے تھے اور مرجع خاص و عام تھے۔ گویا ہمارے حضرت قاضی صاحب غریب نواز کے ظہور پاک سے پہلے چھ پشتوں تک روحانی انوار اسی خمیر میں مرکوز ہوتے رہے۔ پھر حضرت قاضی غریب نواز صاحب قدس سرہٗ زینتِ مسندِ ہدایت بن کر منصۂ شہود میں تشریف لائے۔

شجرۂ نسب اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

شجرۂ نسب

حافظ ضیاء الدین گنج بخش (؟)

حضرت حافظ جمال قدس سرہٗ



حافظ محمد جمالؒ حضرت حافظ محمد جمالؒ جناب قاضی صاحب قدس سرہ العزیز کے جدِ جد کے جد صحیح تھے ۔ ان کے والد ماجد کا نام حافظ ضیاء الدین گنج بخش بیان کیا جاتا ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ حضرت حافظ محمد جمالؒ اپنے زمانہ کے امام و مقتدا تھے ۔ حافظِ قرآن اور علومِ ضروریہ کے عالم تھے ۔ آپ آخر عمر میں دریائے چناب کے دائیں طرف موضع ٹھٹھہ موسی (ضلع گجرات) میں رہا کرتے تھے ۔ اور وہیں آپ کا مزار ہے ۔ آپ کا روحانی فیض اب تک جاری ہے ۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کو آپ سے بہت فیض پہنچا ۔ سنہ ۱۲۹۹ھ یا اس کے کچھ قبل حضرت صاحب قدس سرہ نے وہاں جانا شروع کیا تھا ۔

عروۃ الوثقی[1] میں حضرت قاضی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ "جب آپ کے حالات روشن ہوئے ۔ تو معلوم ہوا کہ آپ ایک بادشاہ ہیں ۔ جن کے فیض سے ایک جہان فیضیاب ہے ۔ اور ایک یوسف ہیں ۔ جن سے سارا کنعان ماہتاب ہے " آپ کے ایک صاحبزادے حافظ نور محمد کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ گیارہویں صدی ہجری

---

[1] حضرت قاضی صاحب عزیب نوازؒ کی قلمی یادداشتوں کا مجموعہ ، جس میں آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے مختصر اور اپنے کیقدر تفصیل سے حالات لکھے ہیں ۔ یہ مجموعہ آپکے کتب خانہ میں موجود تھا ۔ لیکن وہ کسی صاحب کے دستِ تصرف کی نذر ہو گیا ۔ ہاں اسکی نقول باقی ہیں (شہید)

کے آخر میں آپ بقیدِ حیات تھے - یہ زمانہ شاہ عالمگیرؒ کی سلطنت کا تھا - اور حضرت میاں میرؒ لاہوری (المتوفی ۱۰۴۵ھ) کا شاید وصال ہو چکا تھا - غالباً مولانا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۶۷ھ) حضرت حسنؒ رسول نما دہلوی اور حضرت شیخ آدم بنوری بھی آپ کے ہمعصر تھے - علاوہ ازیں حضرت عبدالرزاق بانسوی (۱۰۴۷ھ–۱۱۳۶ھ) اور شیخ محب اللہ چشتی الہ آبادی (۹۹۷–۱۰۵۸ھ) اور شیخ محمد بن عبد اللہ عید روسی (۹۷۰–۱۰۲۱ھ) بھی شاید آپ کے ہمعصر تھے - رحمت اللہ علیہم اجمعین - حضرت حافظ محمد جمالؒ نے چار فرزند چھوڑے (۱) حافظ محمد جمیل (۲) حافظ نور محمد (۳) عبدالکریم اور (۴) عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد جمیلؒ } ان چاروں بھائیوں میں سب سے زیادہ ممتاز حافظ محمد جمیلؒ تھے - یہ پہلے بزرگ ہیں - جو اپنے آبائی گاؤں ٹھٹھہ موسیٰ کو چھوڑ کر موضع آوانشریف میں آباد ہوئے - آپ کا مزار آوان شریف سے مشرقی جانب کوئی ایک میل کے فاصلے پر ایک پرانی قبر المعروف داداشہید کے متصل واقع ہے - حضرت صاحب قدس سرہٗ العزیز عروۃ الوثقیٰ میں فرماتے ہیں - کہ تیرہ سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ میں نے اس بقعۂ مبارک کی زیارت کی ہے - مگر بجز ہیبت[۵۱] و حیرت[۵۲]

---

۵۱ جب بندہ کے دل پر خدا اپنے جلال کی تجلی فرماتا ہے تو اس سے بندہ کے دل میں ہیبت پیدا ہوتی ہے ۵۲ وہ مقامِ کمسویہ جہاں پہنچ کر قوائے ظاہری و باطنی کی قوت سلب ہو جائے اور انسان فیصلہ نہ کر سکے کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے (تشہید)

کے اور کچھ نہ دیکھا - اگر کبھی کوئی اشارہ بھی ہُوا - تو بہت کم مگر پُر معنی لفظوں میں ، اس کے بعد تعلق زیادہ بڑھا - تو آپ کو ان سے ہر مشکل و تکلیف کے وقت مستقل طور پر دولتِ حفاظت و امان نصیب ہوئی - چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ " در ہر مشکلے و تکلیفے باستقلال حصن و امان از شان رسیدہ "

حافظ محمدؒ جمیلؒ کے بعض ہمعصروں کے اسمائے مبارک یہ ہیں - حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ - حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ - سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامیؒ شارح قاموس و احیاء العلوم - دہلی میں اس وقت تخت پر محمدؐ شاہ تھا حافظ محمدؐ جمیلؒ کے چار فرزند تھے - حافظ محمدؐ حفیظ ، حافظ محمدؐ محفوظ ، محمدؐ معصوم و عبدالرسول - صرف اول الذکر دو فرزند صاحبِ اولاد و ممتازِ عصر ہوئے - ایک لڑکی بھی تھی جس کا نام نُور بانو تھا - جس کی شادی کلیم اللہ صاحب سے ہوئی تھی - اور موضع سارانکے ضلع سیالکوٹ کے ایک بزرگ فتح محمدؐ صاحب کی جدّہ حقیقی تھیں - فتح محمدؐ صاحب کے فرزند چراغدین صاحب کی اکثر آمدو رفت حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کے پاس تھی - عروۃ الوثقیٰ میں ہے - کہ اس ملک بار میں (یعنی اس علاقہ میں جس میں اب ضلع سرگودھا و ضلع لائلپور کا سارا حصّہ ، اور اضلاع شیخوپورہ ، منٹگمری ، ملتان اور جھنگ کا کچھ کچھ حصّہ شامل

ہے) ایک ہی گھرانے کے آٹھ سردار ہیں۔ ان میں سے ایک کا مزار حضرت داوا شہیدؒ کے پختہ مزار مبارک کی جانب جنوب مغرب چار دیواری کے اندر ہے۔ دو صاحب اس چار دیواری کے مغرب و جنوب کی جانب آسودہ ہیں۔ اور ایک صاحب مشرق کی جانب چار دیواری کے اندر ہموار زمین پر آسودہ ہیں۔ اور دو صاحب چار دیواری کے باہر ہیں۔ اور ایک صاحب غربی راستہ پر مائل بہ شمال چار دیواری سے کسی قدر فاصلہ پر ہیں۔ اور آٹھویں سردار حافظ محمد محفوظ صاحب ہیں۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ حافظ محمد جمیلؒ کے چھوٹے بھائی حافظ نور محمد صاحبؒ کی مہر کا ایک نشان ایک کاغذ پر ملا ہے۔ جس کے قریب ان کے قلم مبارک کی ایک تحریر ہے۔ (یہ تحریر حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کی نظر مبارک سے گزری تھی) جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۱۱۴۴ھ میں حافظ محمد جمیل صاحبؒ بقید حیات تھے۔

حافظ محمد محفوظ صاحب } حافظ محمد جمیل صاحبؒ کے دو ممتاز فرزندوں میں سے ایک حافظ محمد محفوظ صاحب تھے جن کے متعلق حضرت صاحب قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ علوم ظاہری میں آپ ایک بحر مواج تھے۔ اہل تحقیق کے بڑی بڑی ضخیم کتابوں کو آپ نے اپنے قلمِ عطارد رقم سے ایسا تحریر فرمایا تھا

کہ سبحان اللہ گویا ہر حرف ایک تصویر ہے۔ جو ایک نورانی جسم کی طرح ذی رُوح و ذی رَوح ہے۔ اسے دیکھ کر آنکھوں میں تازگی آتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک ایک حرف میں جان ہے اور اب بولنا چاہتا ہے۔

آپ کا مزار مبارک موضع آوانشریف میں مقبرہ دارادلا میں حضرت شاہ سکندرؒ کے کہنہ مزار کی قدم گاہ سے متصل ہی ہے۔ عروۃ الوثقیٰ میں ہے کہ "یہ ایک عجیب وغریب اور پُر بہار مزار ہے۔ جو ایک مردہ دل کو جان اور افسردہ جان کو تازگی بخشتا ہے۔

آپ کے باطنی[1] علوم کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ اور جو فیوض آپ کے جمال مبارک سے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ شمار میں نہیں آسکتے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "آپ کے وجود منبعِ جود کو گویا فیوض کا منبعِ اوّل کہنا چاہیئے" یہ اک بحرِ ذخار ہے۔ اور جب کبھی حضرت صاحبؒ کی طبیعت مبارک پر بے آرامی کی کیفیت طاری ہوتی۔ تو یہاں آپ کو ایک بڑی جائے پناہ نظر آتی۔

---

[1] یعنی وہ علوم جو روحِ انسانی اور صفاتِ الٰہی کے متعلق ہیں۔ جنکی مدد سے انسان کے نفس کا تزکیہ اور دل کا تصفیہ ہوجاتا ہے اور اسکی نظر مخلوقات کی حقیقت، صفاتِ الٰہی کی معرفت اور جملہ امور کے نتائج وعواقب تک پہنچ جاتی ہے فی الجملہ جو علوم انسانی کے قلب و روح یا عرفانِ صفاتِ الٰہی سے متعلق ہیں، وہ علوم باطنی ہیں (شہید)

آپ فرماتے ہیں کہ "اپنے خاندانی حضرات میں سب سے پہلے آپ ہی کی ذات سے میرا رابطہ شروع ہُوا - اور گو حضرت پیرے شاہ غازی عبداللہ کی توجہ باطنی اور مراحم پہلے سے تھے - مگر وہ ابھی پردہ خفا میں تھے - بلکہ ان کا علم بھی حضرت حافظ صاحبؒ کی توجہ مبارک سے ہُوا - حضرت شاہدولہ قدس سرہٗ کے ارشاد کے بموجب حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ جناب حافظ صاحب کے مزار مبارک پر چھ سات ماہ تک برابر حاضری دیتے رہے - اس کے بعد حالات کھلنے لگے - اور آپ ہی کے وسیلہ سے دوسرے خاندانی بزرگوں تک آپ کی رسائی ہو ئی - آپ فرماتے ہیں - کہ اس طویل مدت میں باوجود میرے کثرتِ رذائل کے کبھی غصہ یا ناخوشی کی نگاہ سے مجھے نہیں دیکھا - ہر کس و ناکس کیلئے آپ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہُوا تھا - پھر ایک اور تحریر سے جو ۳ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ کی ہے، معلوم ہوتا ہے - کہ جناب حافظ صاحبؒ سے ایک سلسلہ قادری بھی جاری تھا - جس سے آپ کو اور آپ کے آبائے نسبی کو استفادہ ہُوا تھا - ان بزرگوں کے سلسلہ وار نام یہ ہیں - جناب محمدؐ محفوظ صاحب - جناب حافظ محمدؐ جمیل صاحب - جناب حافظ محمدؐ جمال صاحب - حضرت شرف الدین - حضرت محمدؐ غوث - حضرت شاہ حسن - حضرت عبداللہ شاہ - حضرت

سید محمود - حضرت عبدالقادر - حضرت عبدالباسط - حضرت شاہ حسین - حضرت شرف الدین قاسم - حضرت شرف الدین یحییٰ - حضرت بدرالدین بدھ - حضرت علاؤالدین علی - حضرت شمس الدین محمدؒ - حضرت شرف الدین یحییٰ - حضرت شہاب الدین احمد - حضرت ابو صالح - حضرت عبدالرزاق - حضرت غوث الاعظم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین -

یہ سلسلہ حضرت حافظ محمد محفوظؒ سے تین پشت نیچے تک اس طرح گیا ہے - یعنی حضرت حافظ محمد محفوظ سے حضرت محمد حفیظ - اور حضرت محمدؒ حفیظ سے حضرت غلام محمدؒ اور حضرت غلام محمدؒ سے حضرت غلام مصطفےٰ قدس سرہٗ - اس سلسلہ کے تمام بزرگوں کے نام حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ نے اپنے کتب خانہ کی کسی کتاب میں لکھے دیکھے تھے - اور انہیں نقل کرلیا تھا - جناب حافظ صاحبؒ ہی کی مدد سے حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کو اس سلسلہ مبارک کا فیض پہنچا - آپ کی وفات بارہویں صدی ہجری کے آخر میں قحطِ کلاں کے بعد ہوئی - یہ محمدؒ شاہ یا فرخ سیر کا زمانہ تھا - جبکہ دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی، اور شاہ غلام علی صاحبؒ نقشبندی فیض رسانِ خاص وعام تھے۔

حافظ محمدؒ محفوظ صاحبؒ کے چھ فرزند تھے - جن میں چار قحط کلاں کی مصیبت میں پیاز کھا کر بیمار پڑے اور داعیِ اجل کو لبیک کہا - اور ایک صاحب پوٹھوہار یا پشاور کی طرف چلے گئے

اور ان کا حال معلوم نہ ہوا۔ صرف ایک فرزند رہ گئے۔ جن کا نام نامی غلام محمدؒ تھا۔ جنہوں نے اپنے خاندان کو دینی و دنیوی طریق پر بامِ عروج تک پہنچایا۔

حافظ محمد حفیظؒ حافظ محمد محفوظ صاحبؒ کے ایک چھوٹے بھائی حافظ محمد حفیظؒ تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کا وجودِ باجود عجب سرمایۂ فیضان و برکات تھا رحمتِ الٰہی سے اس کا خمیر اور برکت الٰہی سے اس کی مٹی بنی تھی جس سے آفتاب بھی گویا کسبِ نور کرتا تھا۔ آپ کے دو فرزند مشہور ہیں۔ ایک میاں فیض بخش جو مسجد موضع ٹھٹہ موسیٰ میں اعدا[1] کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اور دوسرے حضرت عبداللہ غازیؒ کو پیدا کیا۔ جن کے نورؒ سے تمام علاقہ روشن ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اس شہباز لامکاں کا سایۂ بخشش و عطا معتقدوں اور زیارت کرنے والوں پر تاقیامت قائم رکھے۔ کہتے ہیں کہ حافظ صاحبؒ کے ایک اور فرزند دل محمدؒ تھے لیکن برادری میں صرف مذکور الصدر دو بھائی مشہور ہیں۔ جناب حافظ صاحبؒ کے ایک بھائی عبدالرسولؒ تھے۔ جو کتابت کے ذریعے کسبِ معاش کرتے تھے۔ قحط کلاں کے زمانہ میں (بارہویں صدی ہجری میں) علاقہ بار میں گائے اور بیل لے جاکر تجارت کرتے تھے

---

[1] ان ایام میں سکھا شاہی شباب پر تھی۔ اور سکھ ہی اہل اسلام کو بلاقصور بے دریغ قتل کرتے تھے۔ تفصیل آگے آئیگی (مصنف)

اسی دوران سفر میں ایک بار دشمنوں[51] نے حملہ کیا۔ اور آپ نے شربتِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی اولاد کا ذکر کہیں سننے میں نہیں آیا۔

حضرت غلام محمدؒ } حافظ محمد محفوظؒ کے چھ فرزندوں میں سے جو باقی رہ گئے تھے۔ وہ صرف حضرت غلام محمد علیہ الرحمتہ تھے۔

حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کے آپ پردادا ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے۔ کہ حضرت غلام محمد صاحبؒ نے تمام علوم ظاہری جو اس زمانہ میں مروّج تھے۔ پوری طرح تحصیل فرمائے۔ تحصیل علم کے دوران میں آپ کو اتنی سختیاں اٹھانی پڑیں۔ جن کا برداشت کرنا بشری طاقت سے باہر تھا۔ اس کام کیلئے آپکو دوُر و دراز کے سفر اختیار کرنے پڑے اور ایسے شدائد کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جنہیں سن کر آنکھیں خونبار ہوتی ہیں۔ آپ نے سب کچھ مردانہ وار برداشت کیا۔ اور ہمت نہ ہاری۔ آپ کی ساری عمر مجاہدات[52] میں گزری۔ نہایت خوشخط تھے۔ اور اپنے قلم مبارک سے ہر فن کی خاص کر دینیات کی اتنی کتابیں لکھیں۔ کہ ایک بڑا کتب خانہ جمع ہو

---

[51] یہاں دشمنوں سے مراد سکھ لٹیرے ہیں۔ جن کا شب و روز کام ہی یہی تھا کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان زد میں آگیا تو اُسے لوٹ لیا۔ (شہید)

[52] مجاہدہ سے مراد طاعات پر صبر کرنا اور ہوائے نفس کی مخالفت کرنا ہے

گیا۔ جس میں ہر علم کے متون و حواشی موجود تھے۔ پھر جو علم باطن آپ کو اپنے آبائے کرام سے میراث میں ملا تھا۔ اور جو علوم ظاہری آپ نے بڑے بڑے استادوں سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے آپ کو ایک مرکز علم و ہدایت بنا دیا تھا آپ انواعِ علم و عرفان کے محیط کے نقطۂ مرکزی تھے۔ اور ہر نوع کے طلبۂ علم آپ سے رجوع کرتے اور اپنا اپنا حصہ لے جاتے تھے۔ عمل و عرفان میں آپ کا دُور دُور شہرہ تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ فنِ عملیات کے بھی آپ ایک نسخہ جامع تھے۔ اور جو عجیب و غریب امور آپ سے ظاہر ہوئے وہ کسی پر پوشیدہ نہ تھے۔ اِس کے علاوہ بارگاہِ حضرت امامین طیبین سیدنا الحسن و سلطاننا الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں آپ کو رسائی اور مقبولیت حاصل تھی۔ اور اس کا آوازہ دُور دُور تک پہنچا تھا۔ اس بارگاہِ معلی کی غلامی کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۴۰) یعنی نفس امارہ کو مغلوب کرنے کے لئے اور اس کی قوتِ ناقرہانی کو اعتدال پر لانے کیلئے جو ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں۔ اور اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کوششیں اور جانفشانیاں کی جاتی ہیں وہی مجاہد ہیں۔ ریاضت:۔ کچھ امور کو ترک کرنے اور کچھ امور کے طلب کرنے کو ریاضت کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ ترکِ دنیا و طلب آخرت۔ ترک ہوائے نفس اور طلبِ صفائیِ دل۔ ترکِ صحبتِ نامناسب اور طلبِ خلوت و عزلت ترک سخن لایعنی اور طلبِ معارفِ ربانی۔ ترکِ اشیائے زاید از ضرورت و طلب بیداری ظاہر و باطن ترک آرام و راحت و طلب محنت و صبر۔ ترکِ تقلید و طلب تحقیق۔ ترک ناز و طلبِ نیاز ترکِ شہرت و عزت و طلب خمول و انکسار وغیرہ۔ (رشید)

علامت بھی آپ کے جسدِ مبارک پر تھی۔ اور لوگ اسے جانتے تھے۔ آپ سے بکثرت خوارقِ[1] عادات ظاہر ہوئی ہیں۔

حضرت کو دنیاوی اسباب معیشت میں بھی بہت فراغت و فراخی حاصل تھی۔ اور آپ کے ہاں دو، دو سو دودھیاری گائیں رہتی تھیں۔ اپنے خویش و اقارب کی آپ بہت پرورش فرماتے اور ہر ایک کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ آپ کے پانچ فرزند تھے۔ غلام رسولؒ۔ غلام مصطفٰے اور غلام عبداللہ یہ تینوں صاحب اولاد تھے۔ اور علی محمدؒ و غلام محی الدین بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔ اس زمانہ میں سکھوں کی حکومت پنجاب پر تھی۔ آپ نے اچھی خاصی عمر پاکر اپنے ہی موضع (آدان شریف) میں ۱۲۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ کے کتب خانہ کی ایک کتاب پر آپ کی وفات کی یہ تاریخ نظر سے گزری ہے

میاں غلام محمدؒ کہ بود کامل مرد ⬥ ہم زماہ رجب نقدِ زندگی بسپرد
زبس بہ خلقِ خدا راہِ حق ہمی بنمود ⬥ خدائش جائے "بباغ ارم" عطا فرمود

"بباغ ارم" سے سن وفات ۱۲۴۶ھ نکلتا ہے۔ آپ دارا والے مقبرہ میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں پرانی قبر سے جانب مغرب آسودۂ خواب ابد ہیں۔ رحمت اللہ علیہ

---

[1] خوارق خرق کی جمع ہے۔ اس سے مراد کرامات ہیں۔ یعنی آدمی کا وہ فعل جو عام عادت کے خلاف اس سے صادر ہو۔ اور علل و اسباب کا کوئی سلسلہ بندہ اور اس کے فعل کے درمیان کارفرما نہ ہو۔ یعنی اس فعل کا وقوع عادتِ جاریہ کے خلاف ہو (تمہید)

غازی عبداللہؒ حضرت اسد العساکر وا لمغازی شیر خدا پیرے شاہ غازی عبداللہ رحمت اللہ علیہ حافظ محمد حفیظ صاحبؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ موضع ٹھٹھہ موسیٰ میں پیدا ہوئے۔ اور ایک عرصہ تک یہیں رہے۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ آپ ہمائے اوجِ کبریا اور شہباز سماءِ اعلیٰ تھے۔ آپ کے وجود مبارک سے اس دودمان عالی کے تمام نخل و درخت میوہ دار اور سب خارزار گلزار ہو گئے۔ آپ کی تمام عمر مجاہدات شاقہ میں گزری۔ اور افضال الٰہی سے صاحب عطائے بیکراں اور مہر سپہر لامکاں ہو گئے۔ جب آپ پیدا ہوئے۔ تو آپ کے جدِ امجد حافظ محمد جمیلؒ بقید حیات تھے۔ انہوں نے آپ کے سیمائے سعادت کو دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ سے فرمایا۔" اے بی بی تمہارا یہ نیا مہمان عزیز ایک صاحب سلاح و مردِ جنگی ہے۔ اس کی تربیت و پرورش کا بہت خیال رکھنا۔ ذرا سا بھی رنج اسے نہ پہنچے" یہ ۱۱۴۴ھ یا اس سے کچھ قبل کا واقعہ ہے۔ بچپن ہی سے آپ پر ایک جذبی کیفیت غالب تھی۔ ایام صبا کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز ایک سکھ رئیس لباسِ فاخرہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا۔ راہ میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس کی ریشمی چادر دیکھ کر فرمایا۔" یہ سلارا[1] مجھے دے" اس

---

[1] سلارا کھڈی کا بنا ہوا ایک موٹا کپڑا ہوتا تھا۔ جس میں سیاہ اور زرد، سرخ دھاریاں ہوتی تھیں اور غریب لوگ بالعموم زیبائش کے لئے استعمال کرتے تھے۔ (رشید)

شخص کو یہ کلمہ حقارت آمیز معلوم ہُوا۔ اور ترش رو ہو کر کہا۔ "مسلا نادان" یہ کہہ کر اس نے چھڑی آپ کی پنڈلی پر ماری۔ ابھی وہ چند قدم ہی گیا تھا۔ کہ اس کا گھوڑا گر پڑا اور اس کی پنڈلی دو ٹکڑے ہو گئی۔ وہ گھوڑے سے اترا۔ اور آپ کو تلاش کرتا پھرا۔ مگر آپ نہ ملے۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ بچپن ہی کے زمانہ میں آپ پر حال اس قدر غالب تھا۔ کہ تھوڑے نہت یعنی کم و بیش میں امتیاز کم کرتے تھے یعنی اگر والدہ ماجدہ کو مکان کی مرمت کیلئے کچھ مٹی کی ضرورت ہوتی۔ تو آپ سے کہتیں، "میاں عبداللہ تمہاری روٹی کیسے پکیگی ہمارے چولہے ٹوٹ گئے ہیں۔ تو آپ اتنی مٹی لاتے۔ کہ ڈھیر لگ جاتا اور مکان کی مرمت کے لئے کافی ہوتا۔ پھر آپ اپنی والدہ سے پوچھتے "ماؤ بس؟" یعنی اماں جان! یہ مٹی چولھوں کی مرمت کے لئے کافی ہے۔ یا اور لاؤں۔ والدہ سُن کر فرماتیں، "بس کافی ہے" یا اگر روٹیاں پکانے کے لئے ایندھن مطلوب ہوتا۔ تو والدہ کہتیں۔ "میاں عبداللہ، گھر میں ایندھن نہیں ہے۔ تمہاری روٹی کس طرح پکیگی۔ یہ سن کر آپ اتنا ایندھن لے آتے۔ جو کئی ایام کے لئے کافی ہوتا یہ سن کر آپ کام کو ختم کر دیتے۔

آپ کے ایک بڑے بھائی تھے۔ جن کا نام فیض بخش تھا۔ گھر اور باہر کا تمام دنیاوی کاروبار انہیں کے سپرد تھا۔ ایک دن والدہ ماجدہ نے فیض بخش صاحبؒ کے کپڑے

دھو کر سوکھنے کو پھیلائے ۔ حضرتؒ نے جب دیکھا تو پوچھا ۔ یہ کپڑے کس کے ہیں ۔ ماں نے کہا تمہارے بڑے بھائی کے ۔ یہ سن کر آپ کو جذبہ[1] آیا ۔ اور اپنی چادر اتار کر پھاڑنا شروع کیا ۔ اور ایک ٹکڑا ایک بہن کی طرف پھینکا اور بقیہ سب دوسری بہن کی طرف پھینکے ۔ ماں کو یہ دیکھ کر غصہ آیا ۔ اور کہہ دیا "ہائے میاں عبداللہ تیرا ناس ہووے" آپ نے جواباً فرمایا میرا نہیں تیرا ناس ہو ۔ اور رشتہ داروں میں سے ایک ایک کا نام لیکر ایک ایک بلا کا نام لیا اور اپنے بڑے بھائی فیض بخشؒ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "یہ فیجا جسے تو نازو نعمت سے پال رہی ہے ۔ گیارہ زخم کھا کر مریگا" اس گفتگو کے بعد ہی اتفاقاً ایک آندھی آئی ۔ اور آپ اس اندھیر میں کہیں چلے گئے ۔ کہتے ہیں کہ آپ پیر وشاہ کے نالہ ڈلی پر پہنچے ۔ اور وہیں قیام فرمایا ۔ وہاں ایک عورت آپ کے کھانے کا اہتمام کرتی تھی ۔ اس کے گھر اولاد نہ تھی ۔ وہ بار بار عرض کرتی تھی ۔ کہ آپ دعا فرمائیں ۔ کہ میرے گھر بچہ پیدا ہو ۔ آپ نے فرمایا ۔ اچھا شرط یہ ہے ۔ کہ اس بچہ کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا ۔ وہ راضی ہو گئی اللہ تعالےٰ

---

[1] غلبۂ حال وہ کیفیت ہے جس میں کسی کو اپنی طرف یا مخلوق کی طرف التفات نہ رہے اور بندہ اپنی صفات سے فانی اور قائم بحق ہو یہ جذبہ کہلاتا ہے اور حال وہ شے ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے قلب پر وارد ہوتا ہے ۔ مثلاً طرب ۔ قبض وبسط شوق وذوق وغیرہ (تشحیذ)

نے اُسے ایک بچہ دیا ۔ جس کا نام دین محمدؒ تھا ۔ جب وہ بڑا ہوا تو آپ اُسے ہمراہ لے گئے ۔ اور ادھر اُدھر دورہ کرتے کراتے آخر کار دریائے جہلم کے پاس کھاڑی ضلع میرپور (آزاد کشمیر) میں سکونت اختیار فرمائی اور وہیں بقیہ عمر گزار دی ۔ اور وہیں وفات پائی ۔ دین محمدؒ بھی آپ کے ساتھ رہے ۔ اور بعدِ انتقال آپ کے مزار کے پاس دفن ہوئے ۔ آپ کے بڑے بھائی فیض بخش کا وہی حال ہوا ۔ جو آپ نے فرمایا تھا ۔ یعنی ایک دن مسجد میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے ۔ کہ دشمنوں کی ایک جماعت نے حملہ کر کے آپ کو اور مقتدیوں کو شہید کر دیا ۔ اور آپ کے گیارہ زخم آئے ۔ جو حضرت کی زبان مبارک سے نکلا تھا ۔

اس خاندان میں آپ سے غلام رسول اور دین احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کو بھی فیض پہنچا ۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے ۔ کہ حضرت پیرے شاہ غازی رحمت اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ اس وقت سے تم پر نظر رکھتا ہوں ۔ جبکہ ابھی تم بچے تھے ۔ اور پڑھا کرتے تھے ۔ کہتے ہیں کہ دین احمد علیہ رحمت کے ایک لڑکا تھا ۔ اسے بھی آپ سے فیض پہنچا تھا ۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔ کہ میں ۱۲۹۹ھ سے حضرت شاہدولہؒ کے ارشاد کے بموجب اپنے جدی بزرگوں کی زیارت کو جایا کرتا ہوں ۔ لیکن کبھی جانا ترک رہا ۔ اور کبھی پھر

شروع ہوا۔ اور حضرت اسد العساکرؒ کی روحانیت مبارک مختلف صورتوں میں نظر آتی رہی۔ کبھی ہاتھی کی شکل میں۔ کبھی شیر ببر اور شہباز چشم دوختہ کی شکل میں۔ ان ایام میں بہت سی بیماریاں رہیں۔ اور ہر طرف سے ہوشربا آفتوں کا ہجوم رہا۔ پیرے شاہ غازیؒ کبھی حاکمانہ صورتوں میں ظاہر ہوئے۔ اور کبھی فیل مست کی شکل میں۔ کبھی اپنا نام ابھر تیا تے۔ کبھی محمدؐ اور کبھی جان محمدؐ غرضیکہ کثیر بیماریوں اور بے شمار مشقتوں کے بعد بعض امور ظاہر ہونے لگے۔ جو ایک زخمی دل کی راحت کے لئے غنیمت تھے۔ ایک طویل مدت اور بے شمار مصائب کے بعد مقصد کے چہرے پر سے کسیقدر نقاب اٹھنی شروع ہوئی۔ اور بدگمانیاں رفع ہونے لگیں۔ اور اس ہمائے اوج کبریا کی طرف سے ہوا ئے لطف آنے لگی۔ اور حضور کی آواز سنائی دینے لگی۔ حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ "یہ گنہگار اٹھارہ سال سے اس نعمت لازوال سے فیض حاصل کر رہا ہے۔ اور اس کے ذہن ناقص میں الصیال فیض میں یہ شہباز بلند پرواز سب سے آگے اور سب کا امام ہے" آپ کا مزار مبارک کھڑی شریف[1] میں دریائے جہلم کے قریب واقع ہے یہ مقام ایک بہشت بریں ہے جو تمام طالبان حق کی روح کو تازگی بخشتا ہے۔ آپ اس نواح میں "پیر دمڑی والا"

---

[1] کھڑی کسی گاؤں کا نام نہیں۔ خاص علاقہ کا نام ہے یہ علاقہ منگلا سے چند میل مشرق کیطرف نہر اپر جہلم کے بائیں طرف واقع ہے۔ حضرت پیرے شاہ غازیؒ کا مزار مبارک ہے۔ رشید

اور حضرت پیرے شاہ غازی رحمت اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں - اور اپنے زمانے کے غوث اور قطب تھے - رحمت اللہ تعالیٰ علیہ دائماً ابداً -

غلام رسولؒ } غلام رسولؒ حضرت غلام محمدؒ صاحب کے بڑے فرزند تھے - علم ظاہری مطول تک پڑھا تھا اس کے بعد ساٹھ برس بلکہ اس سے کچھ زیادہ مدت مجاہدات میں گزری - روزانہ دلائل الخیرات - درود شریف اور دیگر وظائف کا ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے وِرد رہتا - آپ بہت خوشخط تھے - بکثرت اپنی کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھیں - اور اپنے فیوض سے لوگوں کو ان کے حسب حال فائدہ پہنچایا - اس کے بعد جذبہ شروع ہؤا اور بیس سال بلکہ زیادہ زمانہ حالتِ جذب میں گزارا - تمام کام چھوٹ گئے - ہوش و حواس بھی بجا نہ رہے - اور اسی حالتِ جذب میں انتقال فرمایا - اپنے زمانہ حیات میں حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ پر نہایت شفقت فرماتے تھے - آپ کو حضرت پیرے شاہ غازی عبداللہ سے بہت رابطہ تھا - ان کے لشکر میں کبھی سپاہیوں اور کبھی سہراہیوں کی مانند نظر آتے تھے - حضرت حافظ محمد جمیلؒ سے بھی آپ کو غالباً کچھ رابطہ تھا - آپ کے تین فرزند تھے - غلام قادر، غلام احمد اور غلام حسین - پچھلے دو بچپن ہی میں انتقال فرما گئے - اور جناب غلام قادرؒ صاحب اولاد

ہوئے۔ غلام رسول صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ۲۸ ر جمادی الاول ۱۲۸۹ھ کو جمعہ کے دن شام کے وقت اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ قطعہ تاریخ وفات یہ دیکھنے میں آیا ہے۔

آنکہ بد حضرت غلام رسولؒ | تابعِ شرعِ احمد مقبولؐ
از دل و جان مطیع امر خدا | نور اللہ قبرہٗ و سراہٗ
مثلِ او نیست درجہان ثانی | روح اللہ روحہ سامی
شب آدینہ وقت بعد مسا | شد ز دار الفنا بہ سوئے بقا
بست و ہشت از جمادی الثانی | کہ بہ فردوس رفت آن نامی
سال شنقار آں گزیدہ بشر | بہ غفور است اے بجنہ میر ۱۲۸۹

آپ کا مزار مبارک موضع برنالہ[۱] میں قبرستان کلاں کے جانب شمال مغرب واقع ہے۔

غلام مصطفٰی و غلام عبداللہ رحمتہ اللہ علیہما } غلام مصطفٰی و غلام عبداللہ یہ دونوں حضرت غلام رسول صاحبؒ کے حقیقی بھائی تھے۔ اوّل الذکر بڑے

---

[۱] برنالہ ایک قصبہ ہے۔ جو آوان شریف سے دو میل شمال کی طرف نالہ دوآلہ کے مغربی کنارے پر آزاد کشمیر میں واقع ہے۔ یہاں حضرت قاضی صاحبؒ کے ننھیال تھے۔ آپ کے نانا کا نام غلام رسولؒ تھا۔ جو آپ کے دادا حضرت غلام مصطفٰیؒ کے حقیقی بھائی تھے۔ حکیم احمد دین صاحب کی وفات کے بعد حضرت غلام رسول کے گھر کا خاتمہ ہو گیا (شھید)

تھے۔ اور حضرت مرشدی و مولائی جناب قاضی صاحب قدس سرہٗ کے حقیقی دادا تھے۔ عروۃ الوثقیٰ میں ہے۔ کہ آپ علوم ظاہری میں حظِ وافر رکھتے تھے۔ اور کسبِ باطن میں مسرور و مفرح تھے۔ دونوں علم آپ کے حصّہ میں آئے۔ آپ بہت بڑے عالم اور حد درجہ خلیق تھے۔ بڑے فیّاض۔ فقیروں کے ملجا و ماویٰ عاجزوں اور ضعیفوں کے لئے باعثِ تسکین و تقویتِ دل تھے۔ آپ کا گھر گویا انہیں کا گھر تھا۔ قرابت داروں، رشتہ داروں اور دوست آشناؤں کی مدد و پرورش اپنا فرض خیال کرتے تھے۔ (چھوٹے بھائی غلام عبداللہ گو طبعًا امیر واقع ہوئے تھے۔ اور نہایت درجہ نازو نعم میں عمر گزاری تھی۔ بایں ہمہ بڑے بھائی کی خدمت میں دل و جان سے حاضر رہتے۔ اور ایک دن کی جدائی بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔) غلام مصطفیٰ صاحبؒ نے ۲۸ محرم الحرام ۱۲۶۰ھ (تقریبًا ۱۸۴۲ء) کو چاشت کے وقت انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات کا یہ قطعۂ تاریخ نظر سے گزرا ہے۔

جدِ صحیح و امجد ربِ فضل و کرم بود ٭ کہف ورا، عزبا و کوہِ سخا وجود
چوں از غلام صفوتِ ہم اسم و رسم ذات گشت ٭ شبیرِ عزین زا، وصالش سہا نمود
۱۲۶۰

ایک اور قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

وقت از جہاں غلام غلامانِ مصطفیٰ ٭ دربست و ہشت ماہ محرم ازیں سرا
گویا فگند پردۂ ظلمت دریں جہاں ٭ "ماہے بغرب" گشت بوقتِ ضحیٰ نہاں

(چھوٹے بھائی حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۹ھ میں فوت

ہوئے - یعنی اپنے بڑے بھائی حضرت غلام مصطفےٰؒ کی وفات سے ۲۹ سال بعد - قطعہ تاریخ وفات یہ ہے -

میاں عبداللہ کہ بود مرد خدا ٭ کرد ترحیل زیں جہان فانی
سالِ تاریخ آں مبارک فال ٭ بود دائم بذکر رحمانی)
۱۲۸۹ھ

حضرت صاحب قدس سرہ فرماتے تھے : کہ حضرت جد امجد غلام مصطفےٰؒ کی وفات کے وقت میں کوئی تین چار سال کا ہونگا - آپ کی وفات کی دو ایک باتیں مجھے اب تک یاد ہیں - دونوں بھائی آوان شریف ہی میں واصل بحق ہوئے - اور ہر دو صاحب قبرستان ملحقہ بستی آوان شریف میں مدفون ہیں -

دونوں بھائی صاحب اولاد تھے - بڑے بھائی کے تین لڑکے تھے - (۱) حضرت غلام غوثؒ (جناب قاضی صاحب قدس سرہ کے والد ماجد) (۲) حضرت دین محمد اور (۳) حضرت فضل محمدؒ - چھوٹے بھائی غلام عبداللہ کے بھی تین لڑکے تھے (۱) غلام محیؒ الدین - (۲) شیخ احمدؒ اور (۳) نیاز احمدؒ (نیاز محمد)

حضرت غلام غوثؒ } حضرت غلام غوثؒ ۱۲۴۰ھ یا اس سے ایک دو سال قبل پیدا ہوئے اپنے آباؤ اجداد کرام کی تمام برکتیں آپ کے ساتھ تھیں وجاہت مجسم اور انس کی تصویر تھے - ہنر کتابت میں ماہر اور تمام علوم مروجہ میں متبحر کامل تھے - تربیت و تعلیم میں یدِ طولیٰ حاصل تھا - خط نسخ و نستعلیق دونوں

شگفتہ تھے اور حروف ایسے تھے۔ کہ گویا جاندار ہیں۔ اور بولا چاہتے ہیں۔ حسنِ کتابت اس زمانہ میں تمام شرفا کے لئے ضروری تھا۔ تدبیرِ منزل میں آپ کی رائے بہت صائب تھی اور جبین وجاہت ایسی پر وقار تھی کہ جس مجلس میں تشریف لے جاتے بسردارِ مجلس معلوم ہوتے۔ امیروں کا لباس پہنتے۔ مگر دل حُبِّ فقراء و علماء سے لبریز تھا۔ طبیعت بہت فیاض تھی۔ اور دستِ سخا بہت دراز و پائے ہمت قائم و استوار تھا۔ تمام عمر ترقی علوم میں جدوجہد کرتے رہے۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "مجھ ناداں کو جو یہ چند حروف علم ظاہری کے آتے ہیں۔ تو یہ سعادت محض آپ کے کمالِ سعی اور ہمتِ دل سے میسّر ہوئی۔

عنفوانِ شباب میں قصیدہ بردہ شریف اور دلائل الخیرات وغیرہ کا شغل رہا۔ ایک عرصہ کے بعد ایک بزرگ سے جو بلّہ سروبا (ضلع جہلم) میں رہتے تھے سے بیعت[1] کی۔ آپ فارسی زبان پر بہت قادر تھے۔ ایک خط جو آپ نے جناب قاضی صاحب کو لکھا تھا۔ مولف ہذا کی نظر سے گذرا ہے۔ خوبیٔ عبارت روانی و سلاست میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ آپ جناب قاضی صاحب قدس سرہٗ سے بہت محبت کرتے تھے۔ لیکن اس

---

[1] مرید سے توبہ کرا کر کبائر و صغائر سے بچنے کا عہد لینا۔ اور اُسے ذکر و فکر کا حکم دینا۔ نیز پیر کا اپنی باطنی توجہ سے اُس کے مقامات و احوال میں ترقی پیدا کرنا۔

کا اظہار بہت کم ہونے دیتے تھے۔ افسوس کہ آپ نے زیادہ عمر نہیں پائی۔ اور کم و بیش ساٹھ سال کی عمر میں اس جہانِ فانی سے وداع ہوئے۔ اور ۱۱ر صفر ۱۳۰۲ھ میں عشاء کی نماز کے وقت رحلت فرمائی اور آوانشریف میں اپنے خاندانی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

آپ کی وفات کا یہ قطعۂ تاریخ مولف ہذا کے دیکھنے میں آیا ہے۔ ؎

اے مجمعِ مروت و اے منبعِ کرم
وے معدنِ فتوت و وے مخزنِ حکم
گفتند سالِ رحلتِ تو اے غیاثِ ہم
الف وثلثماۃِ واثنین فوقھم
۱۳۰۲ھ



دوسرا باب

ولادت تربیت تعلیم

گل و بلبل ہمہ دانند کہ در صحنِ چمن
ہمہ حسن آمدہ و ہمہ ناز آمدہ

ولادت } حریم قدس سے جہانِ آب و گل میں تشریف آوری کی شان تو دیکھو کہ والدہ ماجدہ ابھی اُمید سے ہی تھیں۔ کہ ایک رات نور کے تڑکے کیا خواب دیکھتی ہیں کہ انکے گھر کی طرف سید طائفہ حضرت جنید البغدادیؒ[1] کی سواری آرہی ہے۔ اس بشارت کی تعبیر میں بیساکھ (مئی) کا مہینہ تھا۔ اور ۱۲۵۶ھ ختم ہو رہا تھا۔ حضرت غلام غوثؒ کا عنفوانِ شباب تھا۔ کہ آپ کے مشکوئے معلی میں فرزندِ ارجمند کے تولد ہونے کی خبر دادا نے سنی۔ یہ حضرت غلام مصطفےٰ (حضرت قاضی صاحب قدس سرہ کے جد حقیقی) کا آخری زمانہ تھا۔ جن کے حسنِ خلق اور جود و کرم کا گھر گھر شہرہ تھا۔ اور قریب و بعید کے سب رشتہ دار آپ کے خوانِ فیض و بخشش سے اپنا اپنا حصہ لیتے تھے۔ لیکن اس روز جبکہ اس اخترِ برجِ سعادت اور ماہتابِ اوجِ ولایت

---

[1] دیکھو صفحہ ۵۵

نے اِس عالمِ رنگ و بو میں قدم رکھا۔ گھر ایک شادی کا گھر ہو گا۔ اور لوگ ہر طرف سے مبارکباد دینے آتے ہوں گے۔ دادا نے سلطان محمود نام رکھا۔ کِسے معلوم تھا کہ یہ نومولود ایک روز عالمِ ولایت کا سلطان اور سومناتِ ماسوٰی کے لئے محمود (غزنوی) ثابت ہو گا

تعلیم و تربیت ابھی آپ کی عمر تین چار سال کی ہو گی۔ کہ دادا نے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی آپ لکھتے ہیں۔ کہ "ان کی وفات کی باتیں مجھے اب تک یاد ہیں۔ باپ کی نظر اپنے فرزند کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت تھی۔ جس کا نتیجہ موضع آوان شریف میں آفتابِ علم کی ضیا پاشی کی صورت میں ظہور پذیر ہُوا۔

حضرت قاضی صاحب غریب نواز خود فرماتے ہیں۔ کہ "مجھ نادان کو علم ظاہر کے جو یہ چند حروف آتے ہیں۔ وہ سب حضرت والد ماجد کی کمالِ سعی و ہمت و کوشش سے نصیب ہوئے تھے" آپ نے نسخ و نستعلیق دونوں خطوں کی مشق جناب والد ماجد قدس سرہٗ کی زیر نگرانی کی۔ مؤلف

حاشیہ صفحہ ۵۴ ؎۵ :۔ حضرت جنید بغدادیؒ حضرت سری سقطیؒ کے مرید اور حضرت ابوبکر شبلیؒ کے پیر تھے سید الطائفہ آپ کا لقب ہے علوم ظاہر و باطن میں کامل تھے اصول، فروع اور معاملات میں مفتی اور امام تھے۔ تمام اہل طریقت آپکی امامت پر متفق ہیں۔ آپ کے اقوال مستند اور کلام نہایت عالی ہے۔ اہل تصوف میں آپ امام اور سید الطائفہ کہلاتے ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

کی نظر سے آپ کی قلمی تحریریں گذری ہیں۔ حرفوں میں ایسی آب نظر آتی ہے۔ کہ گویا موتیوں کی لڑیاں پرو دی گئی ہیں خود حضرت صاحب قدس سرہٗ کو تحصیل علم کی طرف اس قدر شغف تھا۔ کہ سب طرف سے بے تعلق ہو کر اسی ایک جانب جھک گئے تھے۔ شادی گو آوان صبا میں ہو گئی تھی مگر تحصیل علم پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ گو آپ کی تعلیم گھر میں شروع ہوئی تھی۔ مگر تکمیل تعلیم کے لئے گھر سے باہر جانا پڑا۔ چنانچہ حاجیوالہ تحصیل گجرات، علکہ تحصیل کھاریاں، اور چنن گکھڑ ضلع گجرات کا سفر کرنا پڑا۔ چنن گکھڑ میں ایک زبردست عالم مولوی ابراہیم رہتے تھے۔ پھر موضع کھائی تحصیل جہلم میں مولوی نور احمد صاحب سے پڑھا۔ اس کے بعد دیگر مقامات پر مثلاً موضع کدیتھی۔ تھوآ محرم خاں۔ چکی۔ غورغشی۔ شمس آباد پشاور وغیرہ گئے۔ اور مختلف ماہرین علوم سے اکتساب علم کیا۔ پچیس چھبیس سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ جو کام کرتے وہ ہمہ تن انہماک و استقلال ہو کر کرتے۔ اس استغراق میں حدت ذہن اور ذکاوت طبع سے مدد ملی۔ جو شے ایک دفعہ پڑھتے حافظہ میں گھر کر لیتی تھی۔ پھر ضائع نہیں ہونے پاتی تھی۔

حکیم احمد دین صاحب سکنہ برنالہ فرماتے ہیں۔ کہ علم کی دھن میں آنحضرت کو تین تین چار چار دن بے کھائے

پیئے گزر جاتے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ "موضع اخلاص کھبی والا میں ایک زبردست عالم تھے۔ میں نے ان سے ہدایہ کا ربع سوم پڑھا۔ اس سے نو کوس کے فاصلہ پر میر دال تھا۔ وہاں ایک افغانی عالم علم ہندسہ و ہیئت کے ماہر تھے۔ ان سے میں نے علم ہیئت کی مشہور کتاب شرح چغمینی پڑھی" مولوی عبدالرحمٰن صاحب پنڈی سرہال ضلع کیمبلپور (باب خلفاعظام) فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے فتح جنگ اور اخلاص میں بھی پڑھا میر وال سے آپ علاقہ چھچھ[1] اور موضع غور غشتی تشریف لے گئے وہاں کچھ تحصیل علم کرکے میر وال کے افغانی ملا سے میر زاہد پڑھی۔ اور رسالہ قطبیہ کے اسباق میں دوسرے

---

[1] چھچھ علاقہ کا نام ہے۔ یہ علاقہ حضرو ضلع کیمبل پور کے نواح میں ہے۔ حضرو سے سات آٹھ میل جانب غرب اور اتنا ہی جانب مشرق اس کا طول ہے اور حضرو سے شمال اور جنوب کی طرف چار چار پانچ پانچ میل اسکا عرض ہے۔ اس میں ۸۴ دیہات شامل ہیں۔ حضرو قریبًا ان کے مرکز میں واقع ہے۔ غور غشتی میں مدت مدید سے دورۂ حدیث کا چرچا چلا آتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ شہاب الدین غوری کے عہد میں یہ درس (درسگاہ) قائم ہوا۔ افغانستان، یاغستان اور پنجاب کے لوگ یہاں سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ اس جگہ کے فارغ التحصیل طالب علم منصب قضا کے قابل سمجھے جاتے تھے۔ اب کچھ عرصہ سے یہ درس بند ہوگیا ہے۔ پٹھانوں میں کاکڑا خاندان کا ایک ہی گھرانہ اس کا متولی چلا آرہا ہے۔

طلبہ کے ساتھ شرکت کی پھر موضع پیرزئی میں مولانا دو آبی سے چند ماہ تحریر اقلیدس اور میر زاہد (امور عامہ) پڑھتے رہے۔ اور صدرہ و قاضی مبارک کے مشکل مقامات حل کئے۔ پھر مولانا سے رخصت ہو کر مولانا کا فر ڈھیری کی خدمت میں تشریف لائے۔ یہ مولانا تمام علوم میں ایک بحر مواج اور تمام فنون میں ایک دریائے ذخار تھے۔ اور انمان زئی واقع اشنغر[1] (ہشنگر) میں قیام پذیر تھے۔ ان سے (آپ نے بیضاوی شریف کا سبق شروع کیا۔ آپ کے خلیفہ مولوی عبدالرحمٰن ساکن پنڈی سرہال ضلع کیمبل پور (دیکھو باب خلفاء) فرماتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب قدس سرہٗ نے حاجیوالہ میں مفتی شیخ احمد صاحب سے اور ملکہ (تحصیل کھاریاں) میں مولوی صدر الدین صاحب سے بھی پڑھا ہے۔ اور موضع کھائی (ضلع جہلم) میں آپ نے کھائی کے مولوی صاحب سے کچھ تعلیم حاصل کی ہے۔ نیز موضع ہیکوال، تھوآ محرم خاں۔ پھکی کو لتھی۔ اور اخلاص ضلع کیمبل پور میں بھی آپ نے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں موضع نوتھا میں ایک پٹھان مولوی سے آپ نے میر زاہد، قطبیہ (منطق) کو دوبارہ پڑھا۔

---

[1] اشنغر یا ہشنگر اصل میں ہشت نگر ہے یہ بھی علاقہ ہے۔ جس میں کچھ دیہات شامل ہیں یہ کسی گاؤں کا نام نہیں۔ اس علاقے کا گڑ عمدگی کے لحاظ سے بہت اچھا ہوتا ہے جس کی بھبلیاں چھوٹی چھوٹی اور خوش ذائقہ ہوتی ہیں (رشید)

حکیم احمد دین صاحب (دیکھو حالات خلفا عظام) فرماتے ہیں۔ کہ موضع کدلتھی والے واجب الاحترام استاد نے آپ کی علمی بصیرت، دِقتِ نظر اور اصابت رائے کو دیکھ کر قاضی کے معزز خطاب سے مخاطب کیا۔ ان کی تقلید میں دوسروں نے بھی آپ کو قاضی کہنا شروع کیا۔ لہٰذا آپ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ چند سال بعد جب روحانی کمالات بھی حاصل ہو گئے اور انکی دعاؤں سے دینی اور دنیاوی مرادیں ملنے لگیں تو لوگوں نے "غریب نواز" کا لقب بھی بڑھا دیا۔ حضرت قاضی صاحب غریب نواز قدس سرہٗ کوان تمام ادوار سے گزرنا پڑا ہے۔ بچپن میں والد ماجد کی تنبیہ و سخت گیری آپ کے شمائل و خصائل کو اسلوب احسن پر لائی

اس کے بعد تعلیم کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور ایسے مقامات پر جہاں ہر وقت جان کا خطرہ تھا۔ علم کی طلب میں جانا پڑا۔ اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے فن میں صاحبِ کمال اساتذہ کی تلاش کرنی پڑی اس سعی میں تیرہ چودہ سال کا عرصہ صرف ہوا۔ تین تین چار چار دن فاقوں میں گزر جاتے۔ پیدل چلنے سے پیروں میں چھالے پڑ جاتے تھے فاقہ کشی سے بچنے کے لئے کبھی کوئی نسخہ لکھ کر فروخت کرتے۔ یا شب کے وقت حسب ضرورت گدیہ کر لیتے۔ اور اپنے ہمراہیوں سے مل کر کھا لیتے۔

تبحر علمی } حضور علیہ الرحمتہ کا علم اس قدر وافر تھا - کہ آپ فضلائے روزگار میں ایک مسلّم فرد تھے - افسوس ہے کہ آپ کے ان حکیمانہ حواشی سے جو فلسفہ، منطق، ریاضی اور اور ہیئت کی درسی کتابوں پر آپ نے تحریر فرمائے تھے۔ ہمیں استفادہ کرنا نصیب نہ ہوا - اس کی ذمہ واری ہماری کم علمی ہے آپ گو حنفی اور متقلد تھے - گر محققین کے درجہ پر فائز تھے -

آپ کا کتب خانہ لاجواب اور بے نظیر تھا - جس میں مختلف علوم کی نادر کتب قلمی اور غیر مطبوعہ موجود تھیں - افسوس کہ اب بہت سی کتب ناپید ہو چکی ہیں - یہ ایک ایسا نقصان ہے - جس کی تلافی ممکن نہیں - حکیم احمددین صاحبؒ فرماتے تھے - کہ حضرت صاحب قدس سرہٗ کو ہر فن کی ایک نہ ایک کتاب کا متن زبانی یاد تھا - اور آپ ان متنوں کو وقتاً فوقتاً زبانی دہراتے رہتے تھے کہ بھول نہ جائیں - مثلاً فقہ کی کتب میں سے "کنز الدقائق" - منطق کی "سُلّم" نحو کی "کافیہ" اور صرف کی "شافیہ" وغیرہ وغیرہ دیگر کتب بھی تعلیم و تعلم کی مزاولت و مداومت سے قریباً از بر ہو گئی تھیں آپ کے پاس مختلف علوم کے منتہی آتے - اور اپنے شکوک رفع کرتے تھے - اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہ تھی - دیوان اننت رام ریاست جموں و کشمیر نے شمس بازغہ یا صدرہ کے مشکل مقامات آپ سے

حل کرائے

حکیم غلام مصطفیٰ صاحب جو گویکی ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے طبیب، عالم اور آزاد خیال آدمی تھے۔ حضرت صاحب قدس سرہ کا علاج بھی آپ نے وقتاً فوقتاً کیا ہے۔ وہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی۔ کہ مجھے شرح چغمینی کا ایک مقام سمجھ میں نہیں آتا۔ سمجھایا جائے۔ آپ اس وقت مدت سے پڑھنا پڑھانا چھوڑ چکے تھے۔ لیکن حکیم صاحب کی خاطر سے فرمایا۔ کہ اگرچہ اب مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ مدت کا پڑھا بھول گیا ہے لیکن جو کچھ پوچھنا ہے۔ پوچھو! حکیم صاحب نے مذکورہ کتاب کی ایک عبارت جو بہت ہی مبہم تھی۔ جس کا کوئی مطلب نہیں نکلتا تھا، پڑھی۔ آپ نے عبارت سن کر تامل فرمایا اور کہا۔ کہ فلاں لفظ سے لیکر فلاں لفظ تک عبارت کاٹ دو۔ یہ عبارت اصل مصنّف کی نہیں۔ بلکہ الحاقی ہے۔ حکیم صاحب نے ایسا ہی کیا۔ اور مسلۂ مستفسرہ آئینے کی طرح روشن ہوگیا۔ حکیم صاحب انگشت بدنداں ہی رہ گئے۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے فرمانے لگے۔ کہ میں ان کی روحانیت کے متعلق تو کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کہ اس سے نابلد ہوں۔ ہاں یہ ماننے پر مجبور ہوں۔ کہ حضرت صاحبؒ غضب کے عالم ہیں۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی ذریعہ سے آپ نے مصنف کتاب سے مسئلہ کا حل پوچھ لیا ہے۔ یا یہ ان کے تبحر علمی اور غیر معمولی ذہانت کا کرشمہ ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے ماہر اساتذہ کے پاس یہ مسئلہ لے کر گیا ہوں۔ مگر یہ کسی کو نہ سوجھی۔ کہ یہ عبارت الحاقی ہے۔

حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ کے حالات کا گہرا مطالعہ کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ کہ تعلیم و تعلم آپ کی طبیعت کا مقتضا تھا۔ اسی لئے آپ نے علم کے حصول کے لئے زبردست مصیبتیں اور حوصلہ آزما سختیاں برداشت کیں۔ جس کام کے لئے آدمی کے دل میں رغبت ہوتی ہے۔ اس کے حصول میں پوری تندہی اور انہماک سے سعی کرتا ہے۔ اور موانع و شدائد کو خاطر میں نہیں لاتا۔ حضرت صاحب قدس سرہ نے زمانۂ طالب علمی میں جہاں کہیں کسی علم کے ماہر کا شہرہ سنا، وہیں پہنچے۔ یہ علم کی سچی طلب ہی تھی جس نے آپ کو گھر بار چھوڑ کر قریہ بہ قریہ اور شہر بہ شہر پھرنے پر مجبور کیا۔ درس نظامیہ کا رائج الوقت فارسی اور عربی نصاب صرف ختم ہی نہیں کیا۔ بلکہ بعض کتابیں مختلف اساتذہ سے دوبارہ پڑھیں۔ تاکہ مہارت تامہ حاصل ہو۔ اور جدید مضامین بھی ذہن میں آئیں۔ علم کی تحصیل میں آپ نے کئی سال گزار دیئے۔ میں تو یہ

کھو نگا۔ کہ ماہر فن استاد بن جانے کے بعد بھی آپ نے طالب علمی نہیں چھوڑی۔ فقہ، حدیث، تفسیر، ادب، ہندسہ، ہیئت، منطق اور فلسفہ میں آپ نے وہ کمال حاصل کیا۔ کہ باید و شاید۔ علی الخصوص ہیئت، منطق اور فلسفہ کی طرف بہت زیادہ رجحان تھا۔ اور ان علوم کی درسی کتب پر آپ نے حواشی اور تعلیقات بھی لکھے۔ فارسی اور عربی میں بلا ترجیح احدے ایک جیسا ہی درک تھا اور دونوں زبانوں پر یکساں عبور تھا۔

تبحر علمی کا اعتراف } علمائے عصر سب آپ کے تبحر علمی کے معترف تھے۔ اور ان کی نظر میں آپ کا بڑا مرتبہ تھا۔ جو لوگ مشرب میں آپ سے اختلاف رکھتے تھے۔ وہ بھی آپ کو ایک عالم باعمل اور رہنمائے خلائق سمجھتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اس زمانہ میں غیر مقلدوں اور اہل حدیث کے پیشوا سمجھے جاتے تھے۔ ایک دفعہ گجرات تشریف لائے۔ اور آپ کے فقر و درویشی کا شہرہ سنا تو آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور ملاقات کے لئے حضرت صاحب قدس سرہٗ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے۔ لیکن حضرت صاحبؒ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے ملاقات نہ ہوئی۔ مولوی صاحب نے حضرت صاحبؒ کی قیام گاہ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جو انہیں دکھائی گئی۔ قیام گاہ

کو دیکھ کر بے ساختہ ان کی زبان سے کلمہ نکل گیا - کہ "جس شخص کے بیٹھنے کی یہ جگہ ہے اس کا نفس یقیناً بے شر ہے" مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی نے آپ کو ایک خود بخود خط بھیجا تھا - جس میں اعتراف کیا تھا کہ "حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نور ہدایت پر ہیں - اور خدائے تعالیٰ نے آپ کو اپنی مخلوق کے ایک اچھے حصّے کا مرجع و ہادیٰ بنایا ہے"۔

جب آپ سید و شریف سے دستار فضیلت لے کر گھر واپس آئے - تو آپ کی جامعیّت اور فضیلت کو آپ کے اساتذہ نے بھی تسلیم کر لیا اور آپ کے ہاں آمدورفت شروع کر دی۔

مولوی عبداللہ صاحب ساکن عمر چک تحصیل کھاریاں جو خود بھی متعدد علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے - ضلع گجرات میں قاضی بھی تھے - فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ پوری توجہ سے علوم باطنی کی طرف متوجہ نہ ہو جاتے تو ہمیں کوئی بھی نہ پوچھتا - اور سب لوگ انہیں کی طرف رجوع کرتے - یعنی ان کے مقابلے میں ہماری کوئی اہمیت نہ ہوتی -

علمی خدمات آپ ایک ذہین طالب علم تھے - اور اس پر محنت سونے پر سہاگے کا کام دیتی تھی - جبھی تو آپ کے استاد نے آپ کو قاضی کہنا

شروع کیا تھا۔ آپ اگرچہ نام و نمود سے متنفر تھے۔ تاہم آپ کا تبحرِ علمی آپ کو چھپا نہیں رہنے دیتا تھا۔ فارغ التحصیل ہوتے ہی آپ نے تعلیم و تدریس کا کام شروع کر دیا۔

افسوس اس قسم کے تعلیمی ادارے اب ختم ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت صاحب قدس سرہٗ کے عہد مبارک میں قائم تھے۔ اور جہاں کہیں کوئی صاحب علم اور صاحبِ ذوق آدمی ہوتا۔ اس کی ذات ہی اس ادارے کی ذمہ دار ہوتی۔ مستطیع اربابِ دولت اور اہلِ علاقہ طالب علموں کی امداد کر دیتے تھے۔ اور یہ کام مختصر پیمانے پر چلتا رہتا۔

جب اثنائے تدریس و تعلیم میں آپ ہمہ تن علوم باطنی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تو اس سلسلے میں علوم ظاہری کے پڑھانے کی کچھ عرصہ کے لئے ممانعت ہو گئی۔ اس سے آپ کے دل میں بہت قلق ہوا۔ اور آپ نے ایسا محسوس کیا۔ کہ ایک نعمتِ عظمیٰ آپ سے چھن گئی پھر جب آپ کو علم پڑھانے کی اجازت ملی تو آپ کے دل میں تازگی اور طمانیت پیدا ہوئی اور اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھا۔

جناب صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ آپ نے میری تعلیم کیلئے مسلم اور مستند اساتذہ رکھے۔ جو بلاشبہ امامِ فن کہے جانے کے

لائق تھے - اور پڑھانے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے - لیکن حضرت صاحب قدس سرہٗ کی تعلیم کا انداز ہی نرالا تھا کہ مجھ ایسا کھلنڈرا طالب علم بھی سبق میں دلچسپی محسوس کرنے لگتا تھا - یوں تو ہر کام آپ پورے انہماک سے کرتے تھے - لیکن تعلیم و تدریس کے وقت ہمہ تن انہماک ہو جاتے تھے - اور نہایت بلند حوصلگی اور تحمل سے سبق کو طالب علم کے ذہن میں بٹھانے کی کوشش فرماتے تھے - اپنی تقریر کو معقولات کا رنگ دے کر مدلل کرتے - اور نہایت سہل الفاظ اور سہل تر مثالوں سے کام لیکر سمجھاتے - اگر کوئی طالب علم نہ سمجھتا تو کسی قسم کی خفگی کا اظہار کئے بغیر سبق کو دوبارہ پڑھاتے اور ایسا آسان بنا دیتے کہ وہ مطلب سمجھ جاتا اور آپ کی تقریر اس کے ذہن میں بیٹھ جاتی -

آپ کا شعار تھا کہ جو سبق کسی طالب علم کو پڑھانا ہوتا - اس کا پہلے خود مطالعہ فرما لیتے - خواہ وہ کتاب ابتدائی ہوتی اور سبق کسی مبتدی کا ہوتا - طریقۂ تعلیم انفرادی تھا - جب کبھی دو تین طلبہ ہمدرس ہوتے تو جماعتی طریقۂ تعلیم سے کام لیتے تھے - بالعموم یہ دستور تھا - کہ طالب علم کتاب کی عبارت پڑھتا، آپ بشرطِ ضرورت اس کی اصلاح کرتے - پھر تفسیر و تشریح فرماتے تھے - بعد ازاں طلبہ سے پوچھتے - کہ اگر کوئی اشکال

ہے تو پیش کرو جب طالب علم اظہارِ اطمینان کرتا تو آپ اُسے سبق یاد کرنے کو کہتے۔ پھر دوسرے کی باری آ جاتی۔ تعلیم بلا معاوضہ دیتے تھے۔ بلکہ کسی سے زبانی شکریہ کی توقع بھی نہیں رکھتے تھے طالب علموں پر بالخصوص غریب طالب علموں پر نہایت مہربانی فرماتے۔ اور انہیں اپنے پاس سے کتب خرید دیتے تھے۔ جو طلبہ دور دراز فاصلے سے آتے۔ ان کے کھانے اور رہائش کا اہتمام بھی فرماتے۔ آونشریف میں یا اس کے نزاحی دیہات میں جو لوگ مستطیع تھے انہیں آپ نے کہہ رکھا تھا۔ کہ ہر روز صبح یا شام کے وقت طالب علموں کو کم سے کم ایک روٹی ضرور دیا کریں۔ طالب علم وقت پر روٹیاں اکٹھی کر لیتے تھے۔ اس طرح ان کی گزران ہوتی رہتی تھی۔ آپ کے طالب علموں کو عام طور پر اہل علاقہ "قاضی صاحب کے درویش" کہا کرتے تھے کبھی کبھی ان درویشوں میں سے کچھ درویش دورے میں بھی ہمراہ رہتے۔ اور فرصت کے اوقات میں اپنا سبق پڑھ لیتے تھے۔ باہر سے اگر کوئی ارادتمند کوئی تحفہ یا ہدیہ بھیجتا، تو اس میں بھی درویشوں کو اپنا حصہ مل جاتا تھا۔ علی الخصوص کھانے کی چیزوں میں تو بالضرور حصہ دار بن جاتے تھے یہ سب آپ کی کریم النفسی اور طلبہ سے محبت کی بنا

پر ہوتا تھا۔ آپ لوگوں کو علم سیکھنے کی ترغیب دیتے رہتے۔ خاص کر علم دین کی طرف رغبت دلاتے۔ اور اسے دارین میں اپنی فلاح کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

آپ درس نظامی کا مروّج نصاب عربی اور فارسی دونوں پڑھاتے تھے۔ جن طلبا کا میلان تصوّف کی طرف ہوتا۔ انہیں تصوف کی کتب بھی پڑھا دیتے تھے۔ کسی فن کی تخصیص نہیں تھی۔ فقہ۔ حدیث، تفسیر، ادب، ہئیت، منطق، فلسفہ، ریاضی اور تصوف، الغرض ہر فن کی کتب پڑھاتے تھے۔ منتہی تو بالالتزام آپ سے ہی استفادہ کرتے۔ مگر مبتدیوں کو دوسرے آدمی بھی سبق پڑھا دیتے تھے تعلیم و تدریس کا یہ دائرہ بلاامتیاز مذہب و ملت تھا۔ غیر مسلم اور مسلم بھی کبھی بالمشافہ کبھی بذریعہ خط و کتابت اپنے علمی شکوک آپ سے رفع کراتے تھے۔

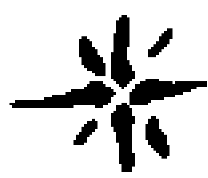
درس و تدریس کو آپ نے اپنے لئے ایک وظیفہ حیات بنا لیا تھا۔ یہ امر بھی گویا آپ کی ریاضت کا ایک لازمی جزو تھا۔ اس سے آپ کا یہ مقصد تھا کہ جہاں تک ممکن ہو، جہالت کے اندھیرے کو علم کی روشنی سے دُور کیا جائے۔ تاکہ انسانی اقدار کو صحیح معنوں میں سمجھا جا سکے اور انہیں اپنا اصلی مقام حاصل ہو۔

انسان کی بلند مرتبی علم سے ہی ہے۔ اور نفسِ انسانی

کی تہذیب کی بنیاد بھی علم ہی پر ہے ۔ علم کے بغیر نہ خودشناسی ممکن ہے ۔ نہ خداشناسی ۔ اس لئے آپ نے علم آموزی کو اپنی ذات پر خدائی فرض سمجھا ۔ اور تازیست اسے اس طرح نباہا ۔ کہ اس کی مثال بہت کم مل سکتی ہے ۔

طالب علموں پر شفقت } حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ جب آپ کو درس وتدریس کی اجازت ملی ۔ تو پھر آپ نے طلبا کو آنے اور پڑھنے کی اجازت دی ۔ بعض دفعہ سفر میں طلبہ کو ہمراہ رکھتے ۔ اور راستہ چلتے سبق پڑھاتے جاتے تھے ۔ پٹھان علماء کا اپنے علاقے میں اب تک یہی عمل و دستور ہے ۔ اثنائے سفر میں کبھی کوئی ایسا گاؤں آجاتا ۔ جہاں آپ کا کوئی شاگرد رہنے والا ہوتا ، تو کبھی از راہ مروت و دلجوئی بلا طلب اُس کے گھر بھی چلے جاتے تھے ۔ ایک دفعہ پیر غیب کی طرف آتے جاتے ہوئے آپ کا گزر موضع آہی میں ہوا ۔ تو وہاں آپ اپنے ایک شاگرد محمد سعید (برکت علی شہید کا بڑا بھائی) جو ایک غریب گھرانے کا آدمی تھا کے گھر تشریف لے گئے ۔ اس کے باپ نے چار پائی بچھا کر اس پر چادر ڈال دی ۔ آپ نے گھر کے لوگوں کی خیریت دریافت فرمائی ۔ محمد سعید کا باپ فوراً بکری کا دودھ دوہ کر آپ کی خدمت میں لے آیا ۔ آپ نے از راہِ شفقت نوش فرمایا ۔ اور اور بقیہ اپنے ایک درویش کو (جو آپ کے ہمراہ تھا) مرحمت فرمایا اسی گاؤں کے ایک طالب علم کے پاؤں میں لنگ تھا ۔

اُسے آدان شریف جانے میں دقت ہوتی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہم خود آہی میں سے گزرتے ہوئے اُسے سبق پڑھا دیا کریں گے۔ چنانچہ آپ جب آہی سے گزرتے۔ تو وہ خدمت عالی میں حاضر ہو کر سبق پڑھ لیا کرتا۔ آپ چاہتے تھے کہ علم کا چرچا ہو۔ اور عوام میں اسلامی تعلیم پھیلے۔ اور اس کام کے لئے جتنی آسانیاں ممکن ہوں، مہیا کی جائیں۔ جو سادہ زندگی آپ بسر کرتے تھے۔ اور جس سادگی سے آپ طلبہ کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے۔ اس سے طلبہ کی ہمت بڑھتی۔ اور علم کی تحصیل کا شوق زیادہ ہوتا۔ اور وہ استاد کے اتباع کی کوشش کرتے۔ طالعلموں کیلئے خود آپ کی حرم محترم کھانا پکا کر بھیجا کرتی تھیں۔ لوگ انہیں "ٹھٹھہ والی بی بی" کہا کرتے تھے۔



تیسرا باب

حلیہ، عادات، اخلاق

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

حلیہ مبارک } آپ کا قد نہایت موزوں تھا۔ چہرہ نہایت دل آویز اور سراپا متناسب تھا۔ سر پر ہمیشہ بال رکھتے۔ اور بیچ میں سے مانگ نکالتے تھے۔ عمامہ باندھتے، سرمہ لگاتے۔ اور خوشبو کو پسند کرتے تھے۔ جوانی میں رنگ گندم گوں تھا۔ مگر آخر عمر میں، ریاضت سفر کی مشقت اور آفتاب کی تمازت سے سانولا ہو گیا تھا۔ صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ خاصے مضبوط تھے۔ بازو بھرے بھرے پنڈلیاں سخت اور مضبوط، سینہ چوڑا، اور جسم پُر گوشت تھا۔ چلنے میں سبک رفتار اور تیز گام تھے۔ آنکھوں کے سامنے پنکھے سے آڑ کر لیا کرتے تھے۔ ان میں اتنی جرأت تھی۔ کہ یکایک اگر کسی پر نظر پڑ جاتی تو معلوم ہوتا کہ بجلی کوند گئی ہے۔ ان میں شرم و محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آخر عمر میں پانی اتر آیا تھا۔ اور بہت حد

تک بینائی کو نقصان پہنچا تھا۔ مگر اپریشن کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ ڈاکٹر کی رائے اپریشن کے خلاف تھی۔ بھائی کے انتقال کے بعد دستِ مبارک میں رعشہ ہوگیا تھا۔

لباس} آپ کبھی سفید تہمد باندھتے اور بدن پر ایک ململ کا کرتہ ہوتا تھا۔ جس کا گریبان چھوٹا مگر کھلا ہوتا تھا۔ کرتہ پہنتے وقت آستین کو چڑھانا ہوتا، تو لوگوں کو ہٹا دیتے اور کلائیوں تک کو برہنہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ کبھی کبھی آپ نے فرغل کی طرح کا کرتہ بھی پہنا ہے عمامہ پہنتے تھے، جس کا شملہ چھوٹا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی آپ کندھوں پر چادر ڈال لیا کرتے تھے۔ جاڑوں میں ضرورت کے وقت کوئی گرم کپڑا بھی زیب تن فرما لیا کرتے تھے۔ اور دُلائی بھی اوڑھ لیتے تھے۔ کبھی کبھی سمور کی صدری بھی پہنی ہے۔ آخر عمر میں سر پر ٹوپی رکھ لیتے تھے۔ اور جاڑوں میں کنٹوپ پہن لیتے تھے۔ کبھی کبھی آپ نے سبز عمامہ بھی سر پر رکھا ہے۔ یہ آپ کو بہت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ ایک زمانہ میں آپ نے مطلا و مذہب ٹوپی بھی پہنی ہے۔ بعض ارادت مند بھی کبھی کبھی ٹوپیاں لاکر پیش کرتے تھے آپ ان کی خاطر سے پہن لیتے تھے۔ پیروں میں موضع کے رواج کے مطابق کامدار جوتا بھی آپ نے پہنا ہے۔ باہر جب سفر کو نکلتے تو ایک دوپٹہ بھی ساتھ رہتا۔ جسے پگڑی کے اوپر لپیٹ لیتے تھے۔ اور جب نماز کا ارادہ فرماتے تو

اگر عمامہ نہ ہوتا۔ تو اسی کو سر پر باندھ لیا کرتے تھے۔
حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ سفر میں سفید کپڑوں کے علاوہ دو سیاہ چادریں بھی ہمراہ رہتی تھیں۔ ایک رات کے وقت تہمد کی طرح باندھ لیتے۔ اور دوسری کو اوڑھ لیتے تھے۔ کشمیری فرد جو ایک طرح کی پشمینے کی چادر ہوتی ہے۔ آپ نے کبھی کبھی اوڑھی ہے۔ اور کشمیری چغہ بھی زیب تن فرمایا ہے۔ زری کے کام کے چغے بھی پہنے ہیں۔ جرابیں جو آپ استعمال فرماتے عموماً سیاہ رنگ کی ہوتیں۔ اور دستانے ایسے ہوتے۔ جن میں دو انگلیاں لکھنے کیلئے آدھی کھلی رہتیں۔ غرضیکہ پہننے اوڑھنے میں کسی خاص لباس کا اہتمام نہ تھا۔ ابتدائی زمانہ میں گھروں کے کاتے ہوئے سوت کی بنی ہوئی کھادی آپ زیادہ پسند کرتے تھے اگر کوئی آدمی بڑا ہو یا چھوٹا آپ سے ملنے آتا۔ تو جو کپڑے بدن پر ہوتے۔ انہیں میں ملتے۔ مسواک، سرمہ دانی اور کنگھا سفر میں ہمیشہ ساتھ رہتا۔ شلوار آپ نے بہت کم پہنی ہے۔ اسی طرح پاجامہ ایک دفعہ ہی پہنا ہے۔ عید۔ بقر عید میں جسم اطہر پر وہی روز مرہ کا لباس ہوتا۔ اگر کوئی کپڑوں میں عطر لگا دیتا۔ تو خوشنودی کا اظہار کرتے۔

آپ کی غذا | آپ کی غذا بہت تھوڑی اور بالکل سادہ تھی۔ ترکاریوں میں آپ کو مولی بہت پسند تھی۔ کبھی آپ نے صرف باجرے کے خوشے بھنوا کر اور

دانے نکلوا کر پھانک لئے ہیں۔ ساگ مطبوعِ خاطر تھا۔ گیہوں کے آٹے کا پھلکا جو کم و بیش چھٹانک بھر کا ہوتا، خالی دال یا مکھن سے لگا کر کھا لیتے۔ اور اکثر نوالہ منہ میں رکھ کر لسّی کے گھونٹ سے نیچے آتار لیا کرتے تھے۔ لسّی (چھاچھ) آپ کو بہت مرغوب تھی۔ گوشت بھی کھایا ہے۔ شروع زمانہ میں اس طرف بہت کم رغبت تھی۔ مگر اخیر زمانہ میں کسی خاص شے کی طرف توجہ نہ رہی۔ معمولاً صرف دال کھاتے تھے۔ جس میں مرچ نہ ہو۔ آم شاید آپ نے کبھی نہیں کھائے کسی خاص وجہ سے نہیں۔ بلکہ عام پسند ماکولات و مشروبات کی طرف رغبت ہی نہ رہی تھی۔ کبھی کبھی دردوں میں دو تین تولے بھنے ہوئے چنے بھی کھائے ہیں۔ خلوت اور چلوں کے اوقات میں آپ ہاتھ سے سیپارے یا درود شریف لکھ کر فروخت کرتے، جو قیمت ملتی، اُس سے غلّہ خرید کرائے وصلاتے اور سکھاتے اور جو کوئی باوضو ہوتا۔ اس سے پسوا کر دو تین تولے کی ایک ٹکیہ پکوا کر آٹھ پہر میں ایک دفعہ تناول فرماتے۔ روزے اکثر لسّی سے افطار کرتے۔ خربوزہ آپ نے کھایا ہے۔ مگر اس طرح کہ اگر کوئی خربوزہ شیریں ہوتا۔ تو دو ایک پھانکیں کھا لیتے۔ آپ فرماتے تھے کہ جب کھانے پینے کی اجازت ہوئی تو اس طرف رغبت ہی باقی نہیں رہی۔ وقت پر جو کچھ حاضر کیا جاتا۔ اس میں سے بقدر کفایت کچھ تناول فرما لیتے تھے۔

آپ عوام میں بیٹھ کر کھانا کھانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ مگر لوگ پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ چوہدری الہ دین لکھتے تھے۔ کہ میں اس کا خیال رکھتا تھا۔ کہ کھانا کھاتے وقت کوئی آپ کے پاس نہ آئے۔ آپ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ طرح طرح کا اور اتنا کھانا آپ کے سامنے آئے۔ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اس لئے میں اتنا ہی کھانا سامنے لاتا تھا جتنا آپ معمولاً تناول فرماتے تھے۔

آپ کے کھانے پینے کی ضروریات اور لباس وغیرہ کے لئے آپ کی موروثی جائداد کافی تھی۔ جس کا انتظام آپ کے بھائی کے ہاتھ میں تھا۔ آپ اس کا ذکر تک اپنی مجلس میں پسند نہیں کرتے تھے۔

آپ کی سادگیٔ طبع آپ کی طبیعت میں بہت سادگی تھی۔ اور مزاج میں بالکل تصنع نہ تھا۔ چوہدری الہ دین جو آپ کے پرانے ارادت مند تھے۔ فرماتے تھے۔ کہ آپ میرے گاؤں کئی بار تشریف لائے۔ مگر ہمیشہ پیدل اور کمال سادگی سے آئے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمانے لگے کہ اتنی مرتبہ میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم بھی کبھی میرے پاس آؤ۔ میں نے عرض کیا۔ بہت اچھا! حاضر ہوں گا۔ ایک عرصہ بعد مجھے آوان شریف حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ آپ نے بے حد

التفات فرمائی میں گھوڑے پر سوار ہو کر آیا تھا۔ جسے سنگیوں نے پسند نہیں کیا۔ لیکن آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ میں اسی دن گھر واپس چلا جانا چاہتا تھا۔ مگر آپ نے روکا اور میرے گھوڑے کے لئے دانہ چارہ کا حکم فرمایا۔ میں نے ارادہ کیا۔ کہ اب جب حاضر ہوا کروں گا تو پیدل ہی آیا کروں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا حتی کہ میں خود آپ کے خادموں میں شامل ہو گیا۔ اور کچھ خدمت مجھے بھی سپرد ہوئی۔ آپ کا اندازِ گفتگو بھی بہت سادہ تھا۔ سامع کی قابلیت و صلاحیت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ اور باوجود عالم متبحر ہونے کے ثقیل اور غیر مانوس الفاظ ہر گز استعمال نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی اور آدمی آپ کی موجودگی میں عربی یا فارسی کے مشکل الفاظ استعمال کرتا۔ تو آپ فرماتے۔ کہ تم عرب میں بیٹھے ہو یا ایران میں کہ عربی اور فارسی کے مشکل الفاظ استعمال کر رہے ہو یا پنجاب میں بیٹھے ہو۔

تصنع آپ کو پسند نہ تھا } تصنع آپ کو پسند نہ تھا ایک دفعہ آپ کے پاس چند رشتہ دار آئے۔ جو فخریہ یہ کہنے لگے۔ ہم ایسا کھاتے اور ایسا پہنتے ہیں۔ یعنی اپنی شان دکھانے لگے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو یہی نمک مرچ ہے۔ جو بلا تکلف میسر آ جاتا ہے۔ اگر تمہیں امیرانہ کھانوں کا شوق ہے۔ تو آپ

امیروں کے پاس جائیں - نواحِ آوان شریف کے ایک بڑے زمیندار اظہارِ دولتمندی میں سونے کے زیورات پہنا کرتے حضرت صاحب علیہ الرحمت کو جب معلوم ہُوا - تو اظہارِ ناپسندیدگی فرمایا - اور اُسے حاضریٔ خدمت کی اجازت نہ ملی - نہ اُسے حاضر ہونے کی جرأت ہی ہوئی -

آپ رسم و عادات کے پابند نہ تھے

حضرت صاحب قدس سرہ العزیز کی نظر ظاہری رسم و عادت پر کبھی نہ تھی - آپ ہر شے کے باطن کو دیکھتے تھے - مؤلف کتاب ہذا سے ایک بار ارشاد ہُوا تھا کہ ظاہر کرامت دیکھو - باطن کو دیکھو - اس پر اعتماد کرو - آپ سے مریدوں اور غیر مریدوں سب کو فیض پہنچتا تھا - جس میں صلاحیت اور طلب حق دیکھتے - کچھ اس سے دریغ نہ کرتے - بے طلب بھی عطا فرماتے -

آپ کی وسعت نظر کا یہ حال تھا - کہ کبھی کسی کلمہ گو اور صاحبِ قبلہ کو کافر نہیں کہا - بحثا بحثی اور مناظروں سے کوسوں دُور رہتے تھے - شروع شروع میں احکام کے اجرا میں بہت تشدد تھا - حضرت امام[1] شافعی صاحب رح کا بھی حال ابتدا میں یہی تھا - کہ اہل تصوف سے پہلے

---

[1] حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمدؒ، کنیت ابو عبد اللہ - پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی - بہت بلند پایہ مجتہد تھے - آپ کی وفات ۲۰۵ھ میں ہوئی

باقی صفحہ ۷

دل میں سختی رکھتے تھے۔ لیکن جب آپ حضرت فضیبانؒ راعی[۱] سے ملے تو ان کی صحبت کی برکت سے یہ سختی دُور ہو گئی۔ اور حقیقتِ امر کی طلب پیدا ہوئی۔ اسی طرح حضرت قاضی صاحب قدس سرہُ العزیز کا سن مبارک جیسا جیسا بڑھتا گیا۔ یہ سختی بھی رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی۔ اور اس کی جگہ نرمی اور روا داری پیدا ہو گئی۔ جو بالآخر خلق اللہ پر شفقت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

لوگوں کا زیادہ آنا پسند نہ تھا } آپ تخلیہ کے وقت کسی کا آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ چراغ گُل کر کے جب آپ لیٹے ہی تھے کہ ایک آدمی دبے پاؤں آپ کی خواب گاہ میں گھس کر بیٹھ گیا۔ چند لمحے کے بعد آپ نے اُس کا نام لے کر پکارا، اور کہا کہ باہر چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہاری موجودگی سے طبیعت میں بے آرامی اور بے چینی ہوتی ہے۔ اُس آدمی نے عرض کیا کہ میں آپ کے آرام میں مخل تو نہیں ہو رہا۔ آپ نے

(بقیہ حاشیہ صکے) آپ صرف علوم ظاہری (اصول وفروع منقول و معقول) کے عالم نہ تھے بلکہ علوم باطنی (تصوف و احسان) میں بھی درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ مسلمانانِ عالم کا ایک کثیر حصہ فقہی مسائل میں آپ کا مقلد ہے۔

۱؎ دیکھو کشف المحجوب، مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور صفحہ ۹۲ حال امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ۔

فرمایا - کہ باہر چلے بھی جاؤ - مجھے کیوں بیزار کرتے ہو - آخر اُسے باہر نکلنا ہی پڑا -

راستہ چلتے وقت آپ نہیں چاہتے تھے - کہ لوگ آپ کو گھیر لیں - کھڑے ہو کر باتیں کریں - یا راہ چلتے باتیں کرتے جائیں[1] -

دنیا داری سے بے تعلقی } ایک دفعہ ایک شادی بیاہ کے جھگڑے میں ارادتمندوں نے آپ کو بیچ میں ڈالنا چاہا - تو آپ نے فرمایا - تم یہاں خدا کا نام سیکھنے آئے ہو - یا لوگوں کے شادی بیاہ کے جھگڑے چکانے - مجھے تم میں سے کسی کی احتیاج نہیں میں باجرے کی روٹی اور ساگ کھاتا رہا ہوں - اور چٹائی پر سویا ہوں مجھے کسی کی ضرورت نہیں - ایسی غیر متعلقہ باتیں کرتی ہوں تو میرے پاس سے چلے جاؤ -

آپ کی تمام عمر دنیا سے بے تعلقی رہی - ایک بار کچھ لوگ آپ کے پاس زمینداری کی باتیں کرنے آئے تھے - آپ نے جھڑک دیا اور فرمایا - کہ مجھ سے اور ان

---

[1] حقیقت یہ ہے - کہ آپ ذکرِ باطنی اور توجہ الی اللہ میں اسقدر محو رہتے تھے - کہ ان باتوں کے لئے آپ کے پاس وقت ہی نہ تھا - آپ قیام و قعود اور لیٹنے کی حالت میں اسی شغل میں مستغرق رہتے تھے - اگر بہ مجبوری کسی بات میں حصہ لینا پڑ جاتا تو فوراً فراغت حاصل کرتے پھر اپنے شغل میں لگ جاتے اور کچھ نہ ہوتا تو پاسِ انفاس میں لگ جاتے - (مترجم)

بازوں سے کیا تعلق۔ نہ آپ نے کبھی کوئی دنیاوی شے طلب کی۔ نہ کبھی آپ کے باطن میں خواستِ دنیا کا ارادہ یا خیال آیا۔ بلکہ جس قدر دنیا پاس تھی۔ اُسے بھی ترک کر دیا۔

شہرت سے نفرت تھی۔ اور بڑے لوگوں سے ملنا ناپسند تھا

شہرت نمود سے آپ کو حد درجہ نفرت تھی۔ اور آپ کو بڑے لوگوں سے ملنا جُلنا اور امیروں، نوجوانوں کے پاس آنا جانا طبعًا ناپسند تھا۔ لیکن ان سے اگر کوئی صاحب بہ خلوص ہوتا اور للّٰہ ملنا چاہتا۔ تو مل لیتے تھے۔ جناب حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ والئی ریاست جموں و کشمیر کو آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔ اس نے کئی بار ملنا چاہا اور نیاز نامے بھیجے۔ مگر آپ نے کہلا بھیجا۔ کہ تمہارے آنے سے تکلیف[1] ہو گی۔ ایک صاحب کو جنہوں نے شاید راجہ امر سنگھ[2] برادر مہاراجہ کشمیر کو آپ کی خدمت میں حاضر

---

[1] یہ اس عہد کا ذکر ہے۔ جب ریاست کا معمولی سے معمولی افسر بھی دورہ کرتا تھا۔ تو علاقے کے سرکردہ آدمیوں کو ان کی آمد کے سلسلے میں کئی اشیا فراہم کرنی پڑتی تھیں۔ جس کا بار انہیں پر پڑتا اور اہل علاقہ کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا۔ کئی آدمی بار برداری کے لئے بیگار میں پکڑے جاتے اور کئی دن تک افسروں کے قابو میں رہتے۔ [2] راجہ امر سنگھ مہاراجہ پرتاب سنگھ والئی ریاست کشمیر کا چھوٹا بھائی تھا۔ اور رسوائے عالم مہاراجہ ہری سنگھ کا باپ تھا۔ (شہیدا)

ہونے کے لئے آمادہ کیا تھا۔ اور آپ کو اطلاع دی تھی۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ "مرا از آمدنِ راجہ صاحب چہ فخر و چہ فائدہ من دنیا داراں را سگ و روسیاہ می دانم۔ آئندہ ایں چنین حرکت بہ عمل نیاید" یعنی مکتوب الیہ کو ڈانٹ کر یہ فرمایا۔ کہ "مجھے راجہ صاحب کے آنے میں کوئی فخر اور فائدہ کی بات معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ میں دنیا داروں کو (دنیا کا) کتا اور روسیاہ تصور کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا" پنڈت اننت رام دیوان ریاست جموں و کشمیر زیادہ عقلمند تھا۔ وہ آپ کے ذوق علم کو جانتا تھا۔ اس نے حضور سے ایک دفعہ عرض کیا۔ کہ حضرت! شمس بازغہ (یا صدرہ) کے بعض مقامات سمجھ میں نہیں آتے۔ حضور سمجھا دیں۔ پہلے تو آپ نے عذر کیا۔ کہ میں سب بھول بھال گیا ہوں۔ اب کچھ یاد نہیں۔ لیکن جب اس نے اصرار کیا۔ تو جن مقامات پر اسے شکوک تھے۔ آپ نے اچھی طرح رفع کر دیئے اور اس کی تسلی اور دلجوئی فرمائی۔ وہ اکثر آپ کو عریضے لکھا کرتا تھا۔ خاتمہ پر لکھتا "تراب الا قدام اننت رام" ایک دفعہ اس نے جموں کی مسجد محلہ پٹھاناں میں آپ کی قدمبوسی حاصل کی۔ اور پانسو روپے بطور نذرانہ پیش کئے مگر آپ نے انکار فرمایا اور نہ لئے۔ رنبیر سنگھ والی ریاست کو تو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ملی۔ لیکن اس کے دو لڑکوں مہاراجہ پرتاب سنگھ۔ اور

راجہ رام[1] سنگھ کو موقع ملا۔ اور وہ شرف ملازمت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ رام سنگھ نے کچھ نذرانہ اور تحفے تحائف بھی پیش کئے مگر آپ نے سب اسی وقت مستحقین کو تقسیم فرما دیئے

مہاراجہ پرتاب سنگھ کو نیلی ٹاہلی ریلوے سٹیشن پر ایک دفعہ شرف قدمبوسی نصیب ہوا۔ جب حضور اٹھے۔ تو اس نے پاپوش مبارک اٹھا کر سامنے رکھ دیں۔ اور رخصت ہوتے وقت ادب کے خیال سے مصافحہ نہیں کیا۔ اور ہاتھ سے کپڑا لپیٹ کر (اس لئے کہ اسی ہاتھ سے جوتے اٹھائے تھے) زانو مبارک کو ہاتھ لگایا۔

عمرًا آپ کسی سے نذرانہ نہیں لیا کرتے تھے۔ لیکن اگر

---

[1] ۔ رام سنگھ مہاراجہ پرتاب والئی جموں و کشمیر کا چھوٹا بھائی تھا۔ جسے حضرت کی خدمت باریابی نصیب ہوئی۔ مہاراجہ پرتاب سنگھ ڈوگرہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ جو ریاست جموں و کشمیر کے حکمران تھے۔ جب آپ کو انگریز رزیڈنٹ کی اور دیگر سازشیوں کی طرف سے تکلیف ہوئی۔ تو مہاراجہ ان تکالیف کے ازالہ کیلئے آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کی توجہ سے وہ تکالیف جاتی رہیں۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ سے مہاراجہ کی مراسلت ہوتی رہتی تھی۔ آپ کے نام میں نے مہاراجہ کے طویل خطوط دیکھے ہیں۔ اصل خط فارسی میں تھے۔ اور عقیدت و ارادت سے پر تھے۔ خط کے خاتمہ پر مہاراجہ پرتاب سنگھ کے اپنے قلمی دستخط ہندی میں ثبت تھے۔ مہاراجہ کے اپنی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے ہری سنگھ گدی پر بیٹھا۔ (شہید)

کوئی ہدیہ بھیجتا۔ تو اس کی خاطر رکھنے کو قبول فرما لیتے۔ اور بعد میں ہدیہ کے بدلے خود اُسے بھی ہدیہ دیتے۔ زکوٰۃ کا مال لینے سے انکار رہا۔ نذر و نذرانہ سے بھی اکثر اوقات پرہیز ہی کی۔ اگر کسی کا نذرانہ قبول فرمایا بھی تو فوراً اُسے مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آپ ایک دفعہ حاجیوالہ میں ایک مکان کی چھت پر بیٹھے چارپائیوں کی آڑ کر کے خلوت سی بنائے' طالب علموں کو سبق پڑھا رہے تھے۔ کہ ایک آدمی نے بڑے فخر سے سیبوں کی بھری ہوئی ٹوکری آپ کے پاس رکھ دی۔ اور کہا۔ کہ یہ جموں کے کسی افسر اعلیٰ نے بھیجے ہیں۔ حالتِ تدریس میں آپ کو یہ دخل در معقولات سخت ناگوار معلوم ہوا۔ آپ نے پائے استحقار سے ٹوکری کو ٹھکرایا۔ اور سیب لڑھکتے ہوئے دُور تک چلے گئے ساتھ ہی یہ فرمایا۔ کہ مجھے ان چیزوں کی حاجت نہیں۔ حاضرین میں سے چند ایک نے منت سماجت کر کے آپ کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ ہدیہ تو منظور کر لیا جائے۔ مگر طلباء و غربا میں تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بخشش و عطا آپ کی صفت تھی۔ اس میں خویش و بیگانہ کا لحاظ نہ تھا۔ کبھی مال جمع نہیں کیا۔ اگر اتفاق سے آپ کے چھوٹے بھائی کے پاس جو گھر کے منتظم تھے۔ کچھ جمع ہو گیا۔ تو اُسے طلب فرما کر مستحقین میں تقسیم کر دیا۔

آپ نے بیماری میں علاج کرایا ہے کہ آپ اس قدر خدائے عزوجل سے شرماتے تھے کہ شروع حال میں بیماریوں کا علاج بھی نہیں کراتے تھے۔ مگر جس قدر عمر بڑھتی گئی۔ شریعت کا اقتضا زیادہ ہوتا گیا۔ اس عمر میں جب ضرورت ہوتی تو آپ کے متعلقین طبیب کو لاتے۔ تو آپ انکار نہیں کرتے تھے اور جو دوا وہ بتاتے اس کو استعمال فرماتے تھے۔ ایک بار دہلی کے مشہور طبیب حکیم محمد اجمل خاں مرحوم بھی آپ کے علاج کے لئے دہلی سے گجرات تشریف لائے تھے۔

پیدل سفر کہ آپ نے اکثر سفر پیدل طے کئے ہیں۔ اور کسی خاص مجبوری کی بنا پر بذریعہ ریل بھی سفر فرمایا ہے۔ وہ بھی اکثر تیسرے درجے میں۔ ہاں جب کمزوری بہت زیادہ ہو گئی۔ تو خدمت گار جہاں بٹھا دیتے تھے۔ ریل میں بیٹھ جاتے تھے۔ پیدل سفر میں بالعموم ایک آدمی آپ سے آگے آگے چلتا تھا۔ کیونکہ آپ ہمیشہ مشغول بحق اور مستغرق رہتے تھے۔ اور اندیشہ ہوتا تھا کہ کہیں راستہ نہ چھوٹ جائے۔ یا کہیں گڑھے میں پیر نہ پڑ جائے ہاتھ میں ایک پنکھا رہتا تھا۔ جس سے چہرہ مبارک پر آڑ کئے رہتے تھے۔ اور نگاہ ہمیشہ جھکی رہتی تھی۔ آپ کی رفتار سبک اور تیز تھی۔ اور ہمراہیوں کو جھپٹ کر چلنا پڑتا تھا۔ کہ کہیں پیچھے نہ رہ جائیں۔ جب چلنے کی قوت نہ رہی

تو کھٹولے پر سفر کرتے ۔ اس کھٹولے یا پالکی کے اٹھانے والے چار شخص تھے ۔ چوہدری غلام احمد[1]، چوہدری نور احمد[2] چوہدری کرم الٰہی[3]، چوہدری فضل دین[4] ۔ یہ سب اپنے گھر کے اچھے کھاتے پیتے زمیندار تھے ۔ اور چوہدری کے معزز لقب سے پکارے جاتے تھے ۔ مگر اس خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے ۔ چوہدری الہ دین مرحوم نے ایک تھیلا بنا لیا تھا جس میں پانچ خانے آگے اور پانچ پیچھے تھے ۔ ان میں سے کسی میں دوا کی بوتلیں اور کسی میں کنگھی اور سرمہ دانی اور کسی میں درویشوں کے لئے سفر کا توشہ رہتا تھا ۔

---

۱ ، ۲ ۔ چوہدری غلام احمد و نور احمد موضع ڈھینڈہ کلاں کے (آوان شریف سے چھ میل جنوب کی طرف ایک گاؤں) رہنے والے تھے ۔ اور اچھے گھرانے کے زمیندار تھے

۳ ۔ یہ موضع کھٹانہ کے رہنے والے تھے ۔ جو آوان شریف سے چار میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے ۔ ۴ یہ موضع باہروال کے رہنے والے تھے ۔ جو موضع آوان شریف سے جنوب مشرق کی طرف ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ یہ چاروں گوجر قوم کے افراد تھے ۔ اور اچھے پایہ کے زمیندار تھے ۔ انہوں نے بخوشی یہ خدمت اختیار کر رکھی تھی ۔ اس میں بھی عقیدت کی خاص شان نے کام کیا ۔ آنحضرت کا حکم اور اصرار تھا کہ اجرت پر پالکی بردار رکھے جائیں ۔ مگر ان چاروں مریدوں نے بہ ضد اور بزور کہا کہ یہ خدمت کسی اور کے سپرد کیسے ہو ، ہم فقیری کے بھی طلبگار نہیں آپ کی پالکی کو کوئی اور چھو نہیں سکتا ۔

اسرار کی باتیں ظاہر نہیں فرماتے تھے | چوہدری الہ دین لکھتے تھے کہ ایک دفعہ سفر میں آپ کے ہمراہ میں بھی تھا۔ راستہ میں موضع میانی پڑتا تھا۔ جہاں آپ کے عقیدتمندوں میں ایک صاحب مفتی غلام احمد[1] تھے۔ شب کو آپ نے وہیں قیام فرمایا۔ اور انہیں کے ہاں کھانا کھایا۔ صبح کو روانہ ہوتے وقت مجھ سے کہا۔ کہ دو روٹیاں ساتھ رکھ لینا۔ جب آپ ریلوے سٹیشن پر پہنچے۔ تو ہمارا ایک پیر بھائی نور محمدؒ[2] جو دور سے سفر کرتا ہوا آیا تھا ریل پر ہمارے ساتھ ہو گیا۔ ملک وال پہنچ کر آپ نے ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ اور مجھے الگ بلا کر کہا کہ جو روٹیاں ساتھ ہیں وہ نور محمدؒ کو دے دو۔ مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ آپ نے مجھ سے اس بات کو راز میں رکھا! جب آپ کو میرا حال معلوم ہوا تو فرمایا کہ اسرار الٰہی کو بیان نہیں کرتے پھرتے۔ بالفرض اگر میں تم سے کچھ کہہ دیتا۔ کہ نور محمدؒ آنے والا ہے۔ اور یہ روٹیاں اسی کے لئے ہیں اور خدائے عزّوجل میری اس بات کو پورا نہ کرتا تو مجھے تم جھوٹا سمجھتے۔ اور الزام دھرتے۔ راز کی باتیں کسی سے نہیں کہی جاتیں ورنہ دوستی میں فرق آجاتا

---

[1] مفتی غلام احمد ایک اچھے درویش اور مرجع خلائق آدمی تھے۔

[2] مستری نور محمدؒ ریلوے میں فٹر (Fitter) تھے۔ اور امرتسر کے باشندے تھے۔ (شہید)

ہے۔ ہاں میں دعا کرتا ہوں، کہ جس طرح اللہ عزوجل چند باتیں
مجھ پر منکشف فرما دیتا ہے، میرے سنگیوں کو بھی یہ
بات نصیب کرے۔ مختصر یہ کہ آپ سراپا حکمت تھے۔
اور آپ کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی تھی۔
ایک دفعہ ایک آدمی جو جنگِ عظیم[1] میں شامل تھا۔
قط العمارہ سے گھر آیا۔ آتے وقت اس کے پاس پانچ
سو روپے تھے۔ گھر جانے سے پہلے وہ حضرت صاحب
قدس سرہ العزیز کی خدمت میں آوان شریف حاضر ہوا
اور پانچ سو روپے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔
اور کہا کہ یہ لنگر کے خرچ کے لئے ہیں۔ حضرت صاحب
زادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ
آپ نے مجھے بلایا۔ اور کہا، کہ یہ پانچ سو روپے ہیں۔
اور یہ شخص لنگر کے خرچ کے لئے دینا چاہتا ہے۔ تمہاری
کیا رائے ہے؟ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضور،
لنگر آپ کا ہے۔ میں اس میں کیا رائے دے سکتا ہوں۔

---

[1] جنگِ عظیم:- یہ لڑائی ۱۹۱۴ء میں انگریزوں اور جرمنوں کے درمیان شروع ہوئی اس میں بہت سے ممالک نے حصہ لیا۔ اور ۱۹۱۸ء میں انگریزوں اور ان کے حلیفوں کے فتح پر منتج ہوئی۔ جرمنی شکست کھا گیا اور ترک جو جرمنی کے حلیف تھے۔ اس لڑائی میں پس کر رہ گئے اور انہیں بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے قبضے سے ملک کے بہت سے حصے نکل گئے (برکت علی شہید)

آپ جس طرح مناسب خیال فرمائیں عمل میں لائیں۔ آپ نے ایک دو بار پھر صاحبزادہ صاحب سے یہی فرمایا۔ لیکن انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ جو پہلے دیا تھا۔ پھر حضرت صاحب نے صاحبزادہ صاحب کو حکم دیا۔ کہ اچھا ان میں سے پانچ روپے لے لو۔ وہ شخص جھٹ بول اٹھا۔ یا حضرت! کم سے کم گیارہ روپے تو لے لیجئے۔ حضرت صاحبؒ یہ سن کر ہنس پڑے۔ اور صاحبزادہ صاحب کو فرمایا کہ گیارہ روپے لے لو۔ اس ایک چھوٹے سے واقعہ میں حضرت صاحب قدس سرہ العزیز نے دونوں (حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب اور قطب العمارہ سے آنے والا سپاہی) کے دلوں کو اچھی طرح ٹٹول لیا۔ اور دیکھ لیا۔ کہ فی الواقعہ ان کا منشاء کیا ہے۔ سپاہی کا ارادہ صرف گیارہ ہی روپے لنگر کے لئے دینے کا تھا۔ اور پانچ سو روپے پیش کرنا محض تکلف و تصنع تھا اور صاحبزادہ صاحب کے دل کا اندازہ اس طرح فرمایا کہ باوجود ضرورت کے آپ نے روپیہ لینے کی خواہش نہیں کی۔ بلکہ معاملہ حضرت صاحب قدس سرہ العزیز کی مرضی پر چھوڑ دیا۔

قلب مبارک آپ کے قلب مبارک میں نہ کینہ تھا اور نہ کسی کی مخالفت اگر کبھی کسی سے ناخوش ہوتے تو صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوتے۔ اور اکثر اس سے اصلاح حال مقصود ہوتی۔ آپ کا ظاہر لباس

شریعت سے ملبوس تھا۔ اور باطن غیر اللہ سے مامون و محفوظ تھا۔ اس میں ماسوی اللہ کی گنجائش ہی نہ تھی۔ حضرت ابو عبد اللہ مختار بن محمد بن احمد ہردی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ یہی اصل عبودیت ہے۔ جہاں قلب مبارک میں جذبۂ عشق تھا وہاں احکام شریعت کی پابندی بھی تھی۔ آتشِ عشق کی سوزش اتنی تھی کہ زمانہ کہولت میں بھی آپ روزانہ ٹھنڈے پانی سے نہاتے۔ شروع زمانہ میں تو آپ سر پر پانی بہت ڈلوایا کرتے تھے۔ سردیوں میں ململ کا کرتہ پہنے ہم نے دیکھا ہے۔ حاجی غلام حیدر ساول صاحب کہتے ہیں کہ جنوری کی سردیوں میں انہوں نے دیکھا ہے کہ آپ آسمان کے نیچے پلنگ پر لیٹے ہوئے پنکھا جھلوا رہے ہیں۔ قلب کی گرمی سے بیقرار ہو کر آپ سینہ مبارک پر مکھن ملوانے اور لسی پیا کرتے تھے۔

کسی کا دل دکھانا ناگوار تھا۔ { شوکتِ نفس اور دل آزاری
ضربیں دونو ہیں سخت پرکاری }

آپ کسی کی دل آزاری کو نہایت ناپسند فرماتے تھے۔ اور شکستہ دلوں کو جوڑنا اہم سمجھتے تھے۔ آپ کو اس بات کا

---

[1] حضرت ابو عبد اللہ مختار بن محمد بن احمد ہرات کے جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں۔ علومِ ظاہر و باطن کے جامع اور صاحب کرامت و ولایت عالیہ تھے آپکی لوحِ قبر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس دنیائے فانی سے ۵۶۷ھ میں رحلت فرمائی (شہید)

بہت خیال تھا کہ جہاں تک ہو سکے کسی کا دل نہ دُکھے۔ مؤلف ہذا کے سامنے ایسی کئی مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی کسی کا دل دکھائے۔ شکستہ دلوں پر آپ کمال شفقت فرماتے۔ ان کے رنج وغم میں شریک ہوتے۔ اور کوشش فرماتے۔ کہ ان کی شکستہ دلی راحت ومسرت سے بدل جائے۔

چھوٹوں پر شفقت } حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آپ گجرات سے گھر کی طرف واپس آ رہے تھے۔ بارش بہت ہو چکی تھی۔ اور ابھی تھمی نہ تھی۔ بوندا باندی ہو رہی تھی۔ کہ ہم جلال پور جٹاں کے جنوب کی طرف قریبًا ۲ میل کے فاصلے پر پہنچ گئے۔ آگے ایک نالہ تھا۔ اور ڈر تھا کہ اس میں سیلاب نہ آ جائے اس لیے اُسے جلدی جلدی عبور کیا۔ بارش اتنی ہوئی تھی کہ صرف بارش کا پانی ہی جو ارد گرد سے جمع ہو گیا تھا۔ گھٹنوں سے اوپر تھا۔ اور سیلاب کا پانی ابھی آنا باقی تھا۔ نالے کو عبور کر کے ہم جلال پور جٹاں پہنچ گئے۔ اور ٹانگوں کے اڈے پر جو مسجد ہے۔ اس میں قیام کیا۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ کے ہمراہ ہم پانچ چھ آدمی تھے۔ وہاں کھانے کا انتظام کیا۔ اور آواں شریف کی طرف اس خیال سے چل کھڑے ہوئے کہ اب راستے میں پڑنے والے نالے کا پانی گزر چکا ہو گا۔ کیچڑ میں لت پت چلے جاتے

تھے۔ اور میں آپ کو سہارا دیتا جاتا تھا کیونکہ آپ کمزور تھے۔ اور عمر ستر سال سے متجاوز تھی۔ ایک جگہ آپ کا پاؤں مبارک کیچڑ میں دھنس گیا۔ میں نے بڑی مشکل سے کھینچ کر پاؤں باہر نکالا۔ مگر جوتا پانی ہی میں رہ گیا۔ آخر میں نے جوتا بھی کیچڑ سے بمشکل نکالا۔ اسی طرح کیچڑ اور پانی میں دھنستے پھنستے ہم موضع توہیر پہنچے۔ وہاں راستے میں ایک قبرستان ہے۔ جس میں چھوٹا سا کنواں بھی ہے۔ وہاں سے میں نے پانی نکال کر آپ کے پاؤں اور ٹانگوں کو کیچڑ سے صاف کیا۔ آپ نے جو دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ اور اس سے ڈھاٹا سا باندھ لیا تھا وہ اتارا اور اسے دوہرا کیا۔ پھر اس کی چار تہیں بنائیں۔ اور زمین پر بچھا دیا۔ آپ نے خود مجھے اس کے اوپر بیٹھ جانے کو کہا۔ میں ہنس پڑا اور عرض کیا۔ کہ حضور یہ کیا؟ حضرت صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ تھک گئے ہو گے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ میری عمر سترہ سال ہو گی۔ گویا کہ میں نوجوان تھا اور حضرت صاحب قدس سرہ کی عمر ستر بہتر سال کی تھی۔ اس کے باوجود آپ کی ہمت جوان تھی۔ اسی لئے تو آپ نے اپنی تھکاوٹ اور کسالت کا خیال نہ فرمایا۔ اور مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے آرام کرنے کو کہا۔ یہ آپ کا عمل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا

کے مطابق تھا۔ آپ بچوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اُن کی تسلی فرماتے۔ ان سے پیار کی باتیں کرتے اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت کی طرف توجہ فرماتے۔ مولوی برکت علی شہید صاحب ساکن آہی حال گجرات کا بڑا بھائی محمد سعید برنالہ کے اسکول میں پڑھنے جایا کرتا تھا، ایک دفعہ حضرت صاحب قدس سرہٗ کی نظر مبارک اس پر پڑی۔ اُس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام کے بعد اس کا نام اور پتہ پوچھا۔ جب شہید صاحب کے والد سے آپؒ کی ملاقات ہوئی۔ تو آپؒ نے ان سے کہا۔ تم دنیا کا علم تو لڑکے کو پڑھاتے ہو۔ دین کا بھی علم کیوں نہیں پڑھاتے۔ کچھ اور سوال و جواب کے بعد حضرت صاحب قدس سرہٗ نے اسکی تعلیم کی ہر قسم کی ذمہ واری اپنے ذمے لی۔ چنانچہ شہید صاحب کے

لہ کپڑے کی چار تہیں کر کے جناب صاجزادہ صاحب مدظلہ کو اس پر بیٹھنے کا حکم دینا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کے بعد ارشاد و ہدایت کی مسند پر فائز ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت صاحبؒ کے وصال کے بعد ارشاد و تلقین کا تمام بار آپ کے کندھوں پر آ پڑا۔ جناب صاجزادہ صاحب مدظلہ اس بار کو اپنی ہمت و توفیق کے مطابق آج کل اٹھائے ہوئے ہیں اور رشد و ہدایت کا فریضہ کما حقہ ادا فرما رہے ہیں۔ خدائے عزوجل آپ کو تا دیر سلامت رکھے اور آپ کے فیضانِ مبارک سے اہلِ عالم کو فائدہ پہنچائے۔ (شہید)

کے والد اس پر رضامند ہو گئے اور دوسرے ہی دن محمد سعید کو آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ نے خود اسے پڑھانا شروع کیا۔ آپ کتاب اپنے پاس سے خریدتے۔ اور جب لڑکا اسے تمام کر لیتا۔ تو آپ فرماتے "محمد سعید اب یہ کتاب تمہاری ہو گئی"۔ وہ لڑکا ظاہری تعلیم کے علاوہ باطنی تعلیم بھی آپ ہی سے حاصل کرتا رہا۔ مگر عمر نے وفا نہ کی۔ جوانی ہی میں فوت ہو گیا۔ اور اسکا خاتمہ نہایت ہی اچھا ہوا۔ یہ سب آپ کی توجہ اور شفقت کا نتیجہ تھا۔ جب آپ کو اس کی موت کا حال معلوم ہوا۔ تو آپ نے بہت ہی اظہارِ افسوس کیا۔ اور لواحقین کی تسلی فرمائی۔ اور صبر کی تلقین فرمائی۔

مولوی برکت علی شہید صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں ابھی چار پانچ سال کا تھا۔ کہ ایک مرتبہ بے خبری سے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا اور شور مچاتا ہوا، آپ کے قریب آ نکلا۔ بعض آدمیوں نے جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے مجھے دھمکا کر بھگا دینا چاہا۔ مگر آپ نے منع فرمایا۔ اور پاس بلا کر سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور شفقت و پیار سے سیب یا ناشپاتی کی ایک قاش مرحمت فرما کر دوسری طرف کھیلنے کو ارشاد فرمایا۔ اخیر زمانہ میں آپ جب کھٹولے پر سفر کرنے لگے تو جب آپ کی سواری کسی گاؤں میں سے گزرتی۔ تو چھوٹے چھوٹے بچے بابا جی بابا جی کہتے ہوئے

آ جاتے، سلام کرتے، اور سواری کو گھیر لیتے۔ آپ بھی ٹھہر جاتے اور بچوں سے شفقت و پیار کی باتیں کرتے اور دعائیں دیتے۔

غریبوں سے ہمدردی آپ کسی پر ظلم ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے اور خلق اللہ سے بے حد ہمدردی فرماتے تھے۔ اور ان کی عافیت اور رنج و راحت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ "اگر تم بندگانِ خدا پر کرم کی نگاہ رکھو گے تو اللہ تعالےٰ تمہیں جزائے خیر دے گا۔"

چوہدری احمد خاں صاحب[1] آپ کے ایک عزیز سنگی اس نواح کے بڑے زمینداروں میں سے تھے۔ ان کے بارے میں کسی نے آپ سے شکایت کر دی کہ یہ اپنی اسامیوں سے بٹائی زیادہ لیتے ہیں۔ آپ یہ سن کر ناخوش ہوئے۔ اور چوہدری احمد خاں صاحب کو حضور کے سامنے جانے کی ہمت اس

---

[1] چوہدری احمد خاں صاحب موضع اجنالہ (آوان شریف سے تین میل جنوب کی طرف) کے رہنے والے تھے۔ بعض حالات کی بنا پر آوان شریف میں حضرت صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں رہنے کا بہت موقع ملا۔ چوہدری صاحب حضرت صاحبؒ کی وفات کے دو سال بعد مقتول ہوئے اور آوان شریف کے قبرستان میں آپ کی خانقاہ شریف کی پائنتی میں اپنی وصیت کے مطابق دفن ہوئے۔ چوہدری صاحب موصوف بہت وجیہ جوان اور خوبیوں کے مالک تھے اور خفیہ طور پر غربا اور اہل حیاء کی دستگیری کرتے تھے (شہید)

وقت تک نہ پڑی۔ جب تک انہوں نے شہادت پیش کر کے اپنی صفائی نہ ثابت کر دی۔ جب آپ کو صحیح حال معلوم ہو گیا۔ کہ چوہدری احمد خاں صاحب نے ایسا نہیں کیا ہے۔ تو آپ خوش ہوئے۔ اور پاس بلا کر فرمایا۔ "تم غریبوں پر رحم کرتے ہو۔ خدا تمہارا بھلا کرے" جب تک جسم میں قوت رہی۔ آپ مسلمانوں کے جنازوں میں ہمیشہ شرکت فرماتے رہے۔ اور ساتھ جا کر تھوڑی دور تک کندھا بھی دیتے رہے اور بیماروں کے گھر عیادت کو جاتے رہے۔

بعض صورتوں میں آپ سفارش بھی فرمایا کرتے تھے۔ دیوان امرناتھ کشمیر کے وزرائے اعظم کے خاندان سے تھے ان کے پاس حضرت صاحب قدس سرہٗ العزیز ایک صاحب یار محمد خاں کی سفارش فرماتے ہیں کہ اس شخص کے حال پر جہاں تک ممکن ہو۔ مرحمت فرمائیں۔ جموں و کشمیر کے گورنر کو آپ ایک شخص کی سفارش میں لکھتے ہیں۔ کہ میں عہدہ داروں کو لکھا نہیں کرتا، دنیا داروں سے کچھ مانگنا اور سوال کرنا روسیاہ ہونے سے بدتر ہے۔ مگر کبھی کبھی کسی مصیبت زدہ کے حال پر توجہ دلانا اور لکھنا پڑتا ہے مہاراجہ جموں و کشمیر کو بھی آپ رعایا کے حالات کی طرف توجہ دلا کر نصیحت فرماتے اور مجبوری ہوتی، تو اس طرح سفارش فرمایا کرتے۔ کہ "سائل مظلوم ہے۔ اس پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ باوجود نہایت قابلیت و استعداد کے ظالموں کے جور سے عاجز اور آل عالی

قدر کی توجہ کا محتاج ہے۔"

آپ کا اخلاق آپ اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نشہ میں ہمہ تن مخمور اور شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہمہ تن معمور تھے۔ آپ کے اخلاق اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونے پر تھے۔ اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جامع کلمہ ہے۔ "کان خلقہ قرآن"

یہ سب خلقِ عظیم کی نشانیاں ہیں۔ جن کا اظہار آپ کی سخاوت، الفت، نصیحت اور شفقت خلق کے ہر ہر پہلو سے ہوتا تھا۔ جب یہ صفات کمال کو پہنچ جاتے ہیں تو آدمی کی حرکات و سکنات سے ہر گھڑی ان کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ جو کوئی آپ کو ایک بار دیکھتا یا آپ کی میٹھی باتیں سنتا تو دوسری دفعہ پھر دیکھنے کا مشتاق ہوتا۔ ایک سنگی حاجی غلام حیدر ساول صاحب (ساکن ملاہی ٹولہ ضلع اٹک) کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آوان شریف میں حضور علیہ الرحمۃ کے پاؤں دبا رہا تھا کہ ایک سن رسیدہ بڑھیا آئی۔ اور حضور کے سرہانے زمین پر بیٹھ گئی اور رو رو کر بیان کرنے لگی۔ کہ آپ اس طرح گھرات آیا کرتے تھے۔ ہم بھی قدمبوسی کر لیا کرتے تھے۔ درد و فراق کے لہجہ میں وہ یہ سب دکھڑا روتی جاتی اور آپ خاموش سنتے جاتے تھے۔

اپنے ارادت مندوں کو آپ ہمیشہ خدمت خلق کی نصیحت فرماتے تھے۔ اور اس بارے میں خود آپ کی مثال قابل تقلید تھی۔ نہ کبھی کسی کی دلشکنی آپ گوارا کرتے۔ نہ کسی کو اپنے لئے تکلیف دیتے۔ نماز فجر پڑھ کر آپ باہر چلے جاتے اور کسی نہ کسی مزار کی زیارت کرتے۔ چاشت و تہجد کی نمازیں بالالتزام پڑھتے۔ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے۔ شروع میں خود بھی کبھی امامت فرماتے رہے۔ بعد میں دوسروں کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ کھانا کھانے سے پہلے اکثر غسل فرماتے اور کھانے کے بعد قیلولہ کرتے۔ ظہر کی نماز باجماعت ادا کر کے طلبہ کو سبق دیتے اور عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر باہر چلے جاتے۔ اور شام تک واپس آتے۔ پھر شام کی نماز جماعت سے پڑھ کر ذکر و اذکار میں مشغول ہو جاتے۔ پھر عشاء کی نماز اسی طرح ادا فرما کر پلنگ پر آرام فرماتے۔ سنگی بھی پاس آ بیٹھتے۔ اور باتیں کرتے۔ کچھ دیر بعد آپ انہیں بھی رخصت فرما دیتے۔ اور چند خاص ارادت مند جو باقی رہ جاتے انہیں اپنے دوروں کے حالات سنایا کرتے

آخر زمانہ میں دوپہر کے وقت آپ اکثر پاؤں، سر اور سینہ پر مکھن کی مالش کراتے۔ یہ کام جناب حکیم احمد دین صاحب کے سپرد تھا اس وقت آپ جو باتیں کرتے ان میں سے اکثر کے اظہار کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ جو

باتیں ظاہر کی جاتی تھیں۔ وہ بھی اقل قلیل اور بمقتضائے اما بنعمۃ ربک فحدث ہوتیں۔ آپ کی ولایت میں اک جامعیت تھی۔ چنانچہ کبھی کبھی کسی بات کا ذکر اظہار تشکر کے طور پر ہو جاتا تھا۔ بعض اوقات یہ لوگ آپ کے تصرفات حسی اور بدیہی کو خود دیکھ لیتے۔ لیکن پھر بھی پوشیدہ ہی رکھتے۔ مگر کبھی ظاہر بھی کر دیتے تھے۔

آپ کی محبت بلاتفریق مذہب و ملت {ہندو، مسلمان سکھ، اور

عیسائی سب سے آپ محبت سے ملتے اور سب پر شفقت فرماتے۔ چنانچہ لالہ سریچند، لالہ مول راج وغیرہ سے آپ کا ایسا ہی برتاؤ تھا۔ لاہور کے ایک مولوی صاحب کو جنہیں ایک روزگار مل گیا تھا۔ اور ان کی لڑکی کی نسبت بھی قرار پا گئی تھی (چونکہ وہ پہلے بہت پریشانی میں دعا طلب رہے ہے) آپ لکھتے ہیں۔ کہ "برخورداری کی نسبت اور آپ کی نوکری سے خوشی ہوئی۔ ہر دو مبارک ہوں" مولوی محمد یعقوب[1] ساکن مماہیہ ہری پور ضلع ہزارہ نے آپ سے ایک بار ناز و نیاز کے انداز میں عرض کیا۔ کہ آپ ہمارا خیال نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا۔ "یعقوب! تم تو تم، مجھے تمہارے

---

[1] ملا محمد یعقوب صاحب مماہیہ نزد ہری پور (ضلع ہزارہ) کے رہنے والے تھے۔ آپ کی صدق دل سے خدمت کرنیوالے اور صاف گو آدمی تھے۔ آپؒ کی ان پر خصوصی توجہ تھی۔

گھر کی مرغی تک کا خیال ہے۔ کہ کہیں اُسے گیدڑ نہ لے جائے ۔"

ارادت مندوں سے محبت } ارادتمندوں اور علم ظاہر و باطن کے طالبعلموں سے آپ کو بہت محبت تھی۔ مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔ کہ" مہربانِ من! باجرہ پک گیا۔ پہاڑوں کی بہار لہلہا رہی ہے۔ مگر آپ نہ آئے! ان کلمات کا یہ اثر ہوا کہ مولوی عبدالقادر صاحب دیوانہ وار دوڑے آئے۔ آپ انہیں دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور بے حد شفقت و التفات کا اظہار فرمایا۔ کبھی خطوں میں خیریت کے خواہاں ہوتے کبھی بچوں کو دعائیں دیتے۔ ان کی خوشی میں خوش اور غم میں مغموم ہوتے۔ کم وبیش یہی حال سب مریدوں کے ساتھ تھا۔ انہیں دعائیں دیتے۔ نصیحتیں کرتے۔ اور توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول رکھنے کی ہدایت فرماتے+ لالہ مول راج کو نصیحت کرتے تھے۔ کہ" حوادثِ روزگار سے نہ گھبرانا۔ اور خدائے عزّوجل کا جو تکیہ گاہ اصلی ہے ہمیشہ دھیان رکھنا" لالہ سری چند کو لکھتے تھے۔ کہ" حافظ حقیقی کی حفاظت میں رہو+" ملا نیاز الدین[۱] تیراہی آفریدی کو لکھتے

---

[۱] ملا نیاز الدین تیراہی المعروف ملا صاحب تیراہی بہت اچھے درویش بلکہ تجرید و تفرید کا نمونہ تھے۔ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہٗ کے استاد بھی۔ ایک دو باقی صفحہ پر

تھے۔ کہ "عین انتظار میں آپ کا خط ملا۔ اُس ابر رحمت (ملا صاحب) کی کوئی خبر نہیں معلوم ہوئی تھی۔ حتےٰ کہ دو مہینے گزر گئے ایک صاحب سے سنا کہ آپ موضع پانڈاک آ رہے ہیں یہ سن کر بہت مسرت ہوئی۔" خان غلام حیدر خاں کھلابٹ کو لکھتے ہیں۔ کہ "خدائے عزوجل تمام ان ہونی باتوں سے اپنے امان میں رکھے" آپ اپنے ارادتمندوں کے درد و غم میں اس طرح شریک ہوتے جس طرح اپنے عزیزوں کے درد و غم میں۔ گو عام مسلمانوں کا درد و غم بھی آپ کا درد و غم ہوتا مگر جن سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ ان سے خصوصیت لازمی ہے۔ ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

مزاح آپ طبعاً متین تھے۔ مزاح کی طرف طبیعت مائل نہ تھی۔ لیکن نہایت مہذبانہ خوش مذاقی کو پسند فرماتے اور کوئی بے تکلف آشنا مزاح کی بات کرتا تو تبسم فرماتے

بقیہ صفحہ ۹۹
طالب علم ہمیشہ آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔ بے نفسی اور سادگی آپ کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ مرد مجاہد اور حاجی حرمین شریفین تھے اور کفار کے مقابلہ میں لڑی جانے والی لڑائیوں میں حصہ لیتے تھے۔

ؒ؎ حضرتؒ کے پرانے عقیدت مند سنگی تھے۔ بہت وجیہ، بامروت اور طبعاً فیاض تھے۔ (شاہجہان)

تھے۔ حکیم احمد دین صاحب مرحوم نے بتایا کہ آپ مجھے سبق پڑھا رہے تھے۔ میں ابھی مبتدی تھا۔ اور نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ سردی کو کم کرنے کے لئے آپ آگ تاپ رہے تھے۔ میں بھی پاس بیٹھا تھا کہ آپ فرمانے لگے۔ اَلنَّارُ فِی الشِّتَاءِ خَیْرٌ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ۔ میں آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ سن کر مذبذب ہوگیا۔ آپ میری پریشانی اور اندرونی کیفیت سے آگاہ ہو کر مسکرائے اور فرمایا کہ یہاں مِنْ قسمیہ ہے۔ یعنی خدا اور اسکے رسول کی قسم ہے کہ موسم سرما میں آگ ایک خیر اور رحیمی شئے ہیں۔

مشائخ کا پاس ادب

اہل خانقاہ، درویشوں اور خاندانِ مشائخ کا آپ بہت پاسِ ادب کرتے تھے۔ اور جہاں تک ہو سکتا تھا۔ ان کی مدارات فرماتے۔ اور تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ چکی شریف[1] کے سجادہ نشین صاحب نے آپ کو ایک خط لکھا تھا۔ جس میں اپنی بیماری کا ذکر کیا تھا۔ انہیں آپ ان القاب و آداب کے ساتھ کہ "بہ خدمت عاکفان ذروۂ علیہ و سدۂ سنیہ ابر رحمت و سحاب مکرمت" یہ لکھتے ہیں۔ کہ آپ کی علالت کی خبر سے تشویش ہوئی۔

---

[1] ایک گاؤں کا نام ہے۔ جہاں آپ کو حصولِ علم کے لئے جانا پڑا۔ (رشید)

حکیم برحق آپ کو شفا عطا فرمائے۔ اور ہم لوگوں کے دلوں کو جو آپ کی ہوا خواہی میں بے قرار ہیں۔ قرار بخشے۔ ملتان شریف کے سجادہ نشینوں کا آپ بہت احترام فرماتے تھے۔ جب ایک بار سجادہ نشین صاحب درگاہ مبارک نے گجرات تشریف لانے کا ارادہ فرمایا تو آپ بے حد خوش ہوئے۔ اور جواب میں تحریر فرمایا کہ "اس شاہباز بلند مکان کے اس ذرۂ بے جان کے پاس تشریف لانے کا حال معلوم کرکے جو مسرت ہوئی بیان نہیں کر سکتا۔ میں اپنی مسکینی و نالائقی کو دیکھتا ہوں، تو شرم آتی ہے۔ اور آپ کی عزت بخشی کا جب خیال کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ کلاہ گوشۂ دہقان آسمان پر پہنچ جائیگی۔" ٹوڈیر[1] شریف کے صاحبزادہ صاحب کو لکھتے ہیں۔ آپ کا خط آیا۔ گویا عید کا چاند نظر آیا۔ بندہ خود حاضر ہونا چاہتا تھا مگر کمزوری بہت ہے۔ اور ضعف جسم کی وجہ سے حاضری کی نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہوں۔ مگر عزیزی محمد مسعودؒ ارادہ رکھتا ہے۔ اگر استدعا منظور ہو۔ تو زہے سعادت۔

---

[1] ٹوڈیر شریف سابق صوبہ سرحد میں ایک قصبہ ہے۔ جہاں سے حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے فیض حاصل کیا۔ حضرت قاضی غریب نواز صاحب قدس سرہٗ کی بھی گاہے بگاہے وہاں آمد و رفت رہی۔
(برکت علی شہید)

پیر کی محبت حضرت پیرو مرشد اخوند صاحبؒ سے آپ کو بہت محبت تھی - ایک دفعہ اخوند صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد سیدو شریف تشریف لے گئے تو ایک بے خودی کی سی حالت طاری تھی - اور جب وہاں سے رخصت ہوئے - تو مسجد و مزار مبارک بلکہ درو دیوار سے لپٹ لپٹ کر روئے تھے - آنکھیں دید محبوب کی عادی تھیں اور کان بالمشافہ کلام سنا کرتے تھے - جب یہ نعمت ان سے لے لی گئی ، تو خیال محبوب کے آتے ہی آپ نے رونا شروع کیا ، یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی - اور گذشتہ زمانہ کی یاد میں یہ شعر بے تابانہ آپ کی زبان مبارک پر جاری ہو گیا ؎

نیاید بہ نزدیک دانا پسند
شبان خفتہ و گرگ در گوسفند (سعدی)

حضرت سیدنا عبدالعزیز دباغؒ[1] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو اللہ تعالےٰ کی معرفت نہیں نصیب ہو سکتی تاوقتیکہ اُسے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی معرفت نصیب نہ ہو - اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ اٰلہٖ وسلم کی معرفت نصیب نہیں ہو سکتی - تاوقتیکہ اپنے پیر کی معرفت نصیب نہ ہو - اور معرفت سوائے محبت کے اور کسی تدبیر سے پیدا نہیں ہوتی - جب تک تمام لوگ پیر کے مقابلہ

---

[1] دیار مغرب کے یہ بہت بڑے کامل درویش اور اپنے وقت کے قطب الاقطاب -
باقی صفحہ ۱۰۴ پر

میں لاشئے نہ ہوں، محبت کا دعویٰ صحیح نہیں ہوتا۔ آپ کا یہی خیال تھا۔ خود اخوند صاحب علیہ الرحمۃ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔"

آپ کی شرم وحیا آپ اتنے حیادار تھے کہ سب کے سامنے کپڑے بدلنا، کھانا کھانا۔ غسل کرنا ناگوار تھا۔ غسل اگر غسلخانے میں بھی کرتے۔ تو بھی کمر میں کپڑا باندھ لیتے تھے۔ آپ کی ننھیالی گاؤں موضع برنالہ میں ایک تالاب ہے۔ جہاں آپ بچپن میں ہمجولیوں کے ساتھ نہایا کرتے تھے۔ جب آپ بڑے ہوئے تب بھی کبھی کبھی وہاں جاکر نہاتے تھے۔ مگر اس طرح کہ چار آدمی پردہ کئے رہتے۔ حالانکہ کمر میں کپڑا بھی باندھا ہوتا۔ کبھی سر پر لنگی ڈال کر سر ملتے۔ شرعی مقدار سے زیادہ پانی نہ لیتے۔ اور کپڑے بدلتے وقت پردہ کر لیتے تھے کہ بدن پر کسی کی نظر نہ پڑے۔ اسی طرح طلبہ کو پڑھاتے وقت خلوت سی کر لیا کرتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ کہ اے مسلمانو! حیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ جب میں قضائے

بقیہ ۱۰۳

تھے۔ خود اُمّی تھے۔ مگر بڑے بڑے علماء و فضلا ان کے مرید تھے۔ چنانچہ انہیں میں سے ایک نے آپ کے حالات میں ایک کتاب عربی میں لکھی ہے جس کا نام "ابریز" ہے۔
(شہید)

حاجت کے لئے کھلے میدان میں جاتا ہوں۔ تو اپنے پروردگار سے حیا کے مارے آڑ کر لیتا ہوں۔ حضرت صاحب کا عمل بھی سلف صالحین کے اسی طریقہ پر تھا۔

عفو و تحمّل آپ کی طبیعت میں تحمل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اور آپ مجسّم عفو تھے۔ دنیا کی جن باتوں پر عام آدمی برافروختہ ہو جاتے ہیں، وہ باتیں آپ پر کچھ اثر نہ ڈال سکتی تھیں۔ آپ کی نگاہ قائل کی زبان پر ہی نہیں دل کی گہرائیوں پر ہوتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپؒ آوان شریف سے پیر غیب (واقع موضع اُہی) کی طرف جا رہے تھے۔ کہ اُہی کے ایک زمیندار الہ دین نے آپ کو دُور سے آتے دیکھا۔ راستے میں اس کا خربوزوں کا کھیت تھا۔ وہ آپ کے لئے اچھے اچھے خربوزے توڑ کر جھولی بھرنے لگا۔ اسے خربوزے توڑنے میں دیر ہو گئی۔ اتنے میں آپ اس کے پاس سے آگے نکل گئے۔ وہ خربوزے لے کر آپ کو پکارتا ہوا پیچھے دوڑا۔ لیکن آپ اپنے خیال میں محو آگے بڑھتے چلے گئے۔ تو وہ صرف قاضی! قاضی! او قاضی کہہ کر پکارنے لگا۔ آپ کے کان میں اس کی آواز پڑ گئی۔ اور ٹھہر گئے۔ اتنے میں وہ آ پہنچا۔ اور خربوزے پیش کر دیئے اور ساتھ ہی عذر پیش کیا۔ کہ دیر اس لئے ہو گئی ہے۔ کہ اچھے اور عمدہ پکے ہوئے خربوزے تلاش کرتا رہا۔ دیگر حاضرین کو اس کا گستاخانہ اندازِ خطاب پسند نہ آیا۔ اور

چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ آپ نے ان کے خیال کو بھانپ لیا۔ اور کچھ کہنے سے منع فرما دیا اور ہمراہیوں سے کہا۔ کہ اس نے جو کچھ کہا ہے۔ مجھے ہی کہا ہے۔ تمہیں تو کچھ نہیں کہا اس لئے تم خاموش رہو۔ اور اس کے خربوزوں میں سے ایک خربوزہ اٹھا لیا۔ اس نے کہا یہ سب آپ ہی کے لئے لایا ہوں۔ واپس لے جانے کے لئے نہیں لایا۔ اور خربوزے آپ کے حوالے کر دیئے۔ آپ نے اس کی پیشکش قبول فرما لی۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر فرما کر روانہ ہوئے

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ جب میں آپ سے پڑھا کرتا تھا۔ تو میرا شمار کھلنڈرے طالب علموں میں تھا۔ میں نے نہ کبھی آموختہ کو دہرایا۔ نہ اگلے سبق کا مطالعہ کیا۔ جب میری باری آتی تو میں کتاب کھول لیتا اور پڑھنا شروع کر دیتا۔ میرا یہ پڑھنا اصل سبق کے بہت آگے یا بہت پیچھے ہوتا۔ اور آپ مجھے بتاتے کہ یہ تو تم پڑھ چکے ہو۔ یا یہ تمہیں ابھی اتنے دنوں کے بعد پڑھنا ہے۔ آپ کی تنبیہات کا میرے لاابالی پن پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود آپ کبھی مجھ پر خفا نہیں ہوئے۔ میرے والد صاحب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں اکثر درخواست کرتے رہتے کہ حضرتؒ یہ ضدی ہے۔ پڑھتا کچھ بھی نہیں۔ آپ اس کی طرف توجہ کریں تو حضرت صاحب قدس سرہ فرما دیتے کہ

کچھ نہ کچھ ہو ہی رہیگا - لیکن میری روش میں فرق نہ آیا - تاآنکہ کسی آدمی سے میں نے یہ سنا - کہ فلاں آدمی کا بیٹا پڑھ پڑھا کر عالم بن کر گھر آگیا ہے - اب میرے دل میں رشک پیدا ہوا اور میں دل لگا کر پڑھنے لگا - آپ نے میرے لئے متعدد اساتذہ جن میں کچھ تنخواہ یاب بھی تھے، رکھے جن سے میں نے درسی کتب پڑھیں - خدا نے میرے ذہن کو کھول دیا - اور اساتذہ پر سبق کے دوران میں متعدد سوالات کرنے لگا - اس وجہ سے میرے بعض اساتذہ میرے نام سے بھی گھبراتے تھے - یہ اسی بات کا ظہور تھا - جو آپ نے فرمایا تھا - کہ کچھ نہ کچھ ہو رہیگا - یعنی میں نے زیادہ نہ سہی - بقدر کفایت پڑھ ہی لیا - اور اب تک پڑھ رہا ہوں -

تواضع و فروتنی } تواضع و فروتنی بھی آپ کی مخصوص صفت تھی - مگر جو اللہ جل شانہٗ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکا آوازہ و مرتبہ بلند کرتا ہے - ایک بزرگ تواضع کی تعریف یہ کرتے ہیں - کہ بندہ اپنے آپ کو کسی سے افضل نہ جانے - اور خود اس کی اپنی نگاہ میں اپنا کوئی مقام و حال نہ ہو - حضرت صاحب قدس سرہٗ نے باوجود وفورِ علم ظاہری و باطنی اور کمال تقویٰ و ریاضت کے اپنی زبانِ مبارک سے کوئی کلمہ دعوے کے طور پر نہیں نکالا جبکہ ہمیشہ اپنے تئیں نادان لکھا کرتے تھے - اور

حسرتِ نایافت میں روتے رہتے - اور دوسروں کو دعائیں دیتے رہتے۔

ا۔ بشیر احمد صاحب لاہوری کو آپ لکھتے ہیں - کہ "صاحب من میں ایک ناوان آدمی ہوں اور ناتوان بھی ہے نہ کسی کام کے لائق ہوں - اور نہ کسی گفتار کے لئے آمادہ۔

ب۔ ملتان شریف کے سجادہ نشین صاحب کو ایک مرتبہ آپ لکھتے ہیں - کہ "اپنی مسکینی و نالائقی پر نظر پڑتی ہے تو شرم ہی شرم اور تکلیف معلوم ہوتی ہے۔

ج۔ مولف ہذا نے ایک دفعہ حضور سے عرض کیا تھا کہ ؎

بولائے تو اگر بندۂ خویشم خوانی
از سر خواجگیٔ کون و مکان برخیزم

تو حضور نے فرمایا" خانصاحب مسکینی اختیار کرو - خواجگیٔ کون و مکان مسکینی میں ہے

د۔ مولوی احمد دین صاحب چکوالی جو صاحب علم و فضل تھے کو آپ انکے خطوں کے جواب میں لکھتے ہیں - کہ " ان ایام میں آپ نے مجھے دوبار یاد فرمایا شکرگزار ہوں - کہاں میں مسکین اور کہاں آپ کا یاد فرمانا"

انکساری حکیم فیروز دین کو آپ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ "طریقت کا راستہ ایسا ہے کہ بڑے بڑے جانباز پناہ مانگتے اور مایوسی و حرمان کے غار میں گر پڑتے ہیں - ہم ایسے بے ہمتوں سے کہاں ممکن جو

اس منزل کو کچھ بھی طے کر سکیں۔ رات دن تو ہم اس دنیائے دنی کے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ اور صرف زبان سے نعمت و مقام کی تمنا کیا کرتے ہیں۔ میں مسکین اپنی ساری عمر کھونے کے بعد بھی بے نصیب رہا۔ تم لوگ صاحب نصیب ہو۔ جو کم سے کم زبان سے تو امیدواری کا دعویٰ کرتے ہو۔ انہیں حکیم صاحب کو ایک اور خط میں لکھتے ہیں کہ "میں مسکین غریب ہوں اور گو اپنی ناکارہ عمر اسی میں گم اور ختم کی۔ پھر بھی بے نصیب و بے بہرہ رہا" اس انکسار و تواضع کی کوئی حد ہے؟ شہرت کا خیال تک بھی کبھی نہیں آیا۔ بلکہ اس کے تصور سے گھبراتے اور بیزار رہتے۔ طبیعت میں بے حد خاکساری تھی۔ (۸) مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری کو ایک بار خط میں لکھا۔ کہ "میرا حال کیا پوچھتے ہو۔ "منم آں راحلہ گم کردہ درکوہ"۔ (۹) شیخ[1] غلام جیلانی صاحب کو اسی طرح ایک بار تحریر فرمایا۔ کہ میں ایک نادان آدمی ہوں اور میرا مقام ویران ہے۔ نہ بیٹھنے کی جگہ۔ نہ کھڑا ہونے کا مقام، منزلِ مقصود سے

---

[1] شیخ غلام جیلانی صاحب جالندھر کے رہنے والے اور فارسی کے مشہور شاعر ملک الشعرا شیخ غلام قادر گرامی کے بھائی تھے۔ فارسی بہت اچھی جانتے تھے۔ اور فی البدیہہ لکھنے میں طاق تھے۔ نہایت خوش طبع اور خوش مذاق آدمی تھے۔ حضرت صاحبؒ کے مخلص ارادت مند اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ (شہید)

ناواقف، کشتی ٹوٹ گئی ہے۔ ملاح میں دم نہیں رہا۔ اور سمندر ہے کہ اس کا کنارہ نظر نہیں آتا۔ تیرنے والا کیسے تیرے "
(ز) منشی اچھو رام جو ہوشیار پور میں منصف تھے اور تصوف کا شوق رکھتے تھے۔ آپ سے وظیفہ پڑھنے کے لئے پوچھا انہیں آپ لکھتے ہیں کہ "میرے پاس ہے کیا؟ کل کے یا پرسوں کے کچھ تھوڑے سے سوکھے ٹکڑے میری نافہمی کی جھولی میں پڑے ہیں۔ جو اس مسکین و ناچیز نے دربدر بھیک مانگ کر جمع کئے ہیں۔ وہ پیش کر سکتا ہوں (ح) منشی نواب خاں جو گجرات میں تحصیلدار تھے۔ مذہبًا قادیانی مگر آپ سے بھی نیاز رکھتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ "میری ساری عمر گردش و سفر میں گذری۔ مگر ابھی تک ناقص الحال رہا۔ ساری عمر کا[1] نادان ہوں۔ یہ تواضع و انکسار فنائے تام کی علامت ہے یہ ایک صفت ہے۔ جو سب کو چھوڑ کر ایک کے ہو رہنے اور تمام دیگر خیالات کو ترک کر کے ایک ہی خیال محبوب میں ڈوب جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ راہ بین کو حق بین ہونا ضرور ہے۔ اگر وہ خود بین ہو گا۔ تو

---

[1] نادان ہونے کا اعتراف کمالِ دانش و مرتبہ کی دلیل ہے۔ ابوشکور بلخیؒ فرماتے ہیں ؎

تا بدانجا رسید دانشِ من
کہ بدانم ہمی کہ نادانم

کیسے راہ دین وحق دین ہو سکتا ہے۔

مسکینی فقر کا لازمہ} یہ حق بینی مسکینی میں ہے۔ اور مسکینی فقر و درویشی کا لازمہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربًا فی الارض یحسبھم الجاہل اغنیاء من التعفف" (سورہ بقرہ رکوع ۳۷) (یعنی خیر خیرات ان فقیروں کے لئے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے اور کھانے کمانے سے باز رہے ناواقف انہیں مالدار سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنی حالت کسی پر ظاہر نہیں کرتے) یہ اصحاب صفہ کی شان میں ہے جو درویش و فقیر تھے۔ اور گھر بار چھوڑ کر صرف دین حاصل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بیکر کو اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور فقر و فاقہ کے باوجود ایسی استغنا اور مسکینی کی حالت رکھتے تھے۔ کہ جو ان کے حال سے واقف نہ ہوتا۔ وہ یہی سمجھتا۔ کہ وہ غنی اور مالدار ہیں۔ انہیں کے حق میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا۔ کہ لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ (سورہ انعام رکوع ۶) (یعنی ایسے لوگوں کو اپنے پاس سے دور مت کرو۔ جو اپنے رب کی رضا کے لئے صبح و شام اسی کو پکارا کرتے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ نے باوجود اس عالی مرتبہ کے جو اللہ جل شانہٗ نے انہیں بخشا

تھا۔ کبھی اپنے تئیں کچھ نہیں سمجھا۔ اور دنیا و آخرت سب طرف سے منہ موڑ کر ایک اللہ جل شانہ کی طرف ہو رہے مولوی عبدالقادر لاہوری کو آپ ان کے ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں۔ "خدائے عزوجل کا شکر ہے۔ کہ اس امت کے مسکینوں کو گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود جنت الماویٰ عطا ہوتی ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ اپنے حق میں بدگمان اور دوسروں کے حق میں نیک گمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جب حقیقتِ کار پر مطلع ہوتے ہیں۔ تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا ہے۔ کہ اللہ ہمیں ایسا گم و ناپید کر دے۔ جس کا وجود ہی نہ ہو۔ یہ حد درجہ کی بے نفسی ہے۔ جو بندگی کی شان ہے اور خاص اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نتیجہ ہے۔ جن کی شان میں عبدہٗ و رسولہ آیا ہے۔

آپ کا فیض اور اخلاق عظیم آپ کا ظاہر قرآن و حدیث کے مطابق تھا۔ اور دل منزل گاہِ حضرت رب العزت۔ اس لئے آپ کا ظاہر و باطن جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تصویر تھا۔

جس طرح آپ کتب درسی کا ظاہری درس دیتے تھے۔ اسی طرح باطنی علوم میں جس کسی کو دشواری پیش آتی تھی۔ آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اپنی مشکل

حل کر لینا تھا۔ آپ کی ذات سے ارادتمندوں کے علاوہ دوسرے طالبانِ حق کو بھی فائدہ پہنچتا رہتا تھا۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن صاحبؒ ساکن پنڈی سرہال فرماتے تھے۔ کہ میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے۔ جو حضرت مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑوی کے مرید تھے۔ جب وہ طالب فیض ہوئے تو حضرت قاضی صاحب قدس سرہ نے فرمایا "باپ تو ایک ہی ہوتا ہے۔ ہاں چچا کئی ہو سکتے ہیں۔ جو بہلاتے اور کھلاتے ہیں" چنانچہ انہیں بھی آپ نے کچھ پڑھنے کو بتایا۔ اور ان کی بھی وہی حالت ہوئی جو میری[۱] ہوئی تھی

خلق اللہ پر آپ کا لطف عمیم تھا۔ کسی پر ظلم ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ حاکموں کو انصاف کرنے اور خلق اللہ کو داد رسی کرنے کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ مظلوموں کو دلاسا اور تسلی دیتے اور ان کی حاجت روائی کے لئے سعی فرماتے۔ لوگوں کی غمیوں میں غم کرتے اور خوشیوں

---

[۱] ہمارے خیال میں قادری، نقشبندی، چشتی، سہروردی۔ قلندری وغیرہ تمام طریقے مبدأ فیض کے دروازے ہیں۔ اور ہر آدمی کی کسی خاص دروازے سے مناسبت ہوتی ہے۔ پس جس کسی کو اپنی فطرت کے مناسب دروازہ مل جائے۔ وہ جلدی اخذِ فیض کرنے لگتا ہے۔ ورنہ اسے دوسرے دروازے پر جانا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طریقے کے بزرگوں نے دوسرے طریقے کے بزرگوں سے بھی فیض حاصل کیا ہے (شفیق)

میں خوشی کرتے۔ سب کے ساتھ بلا تکلیف ملتے جلتے اور اپنے لئے کوئی امتیازی جگہ پسند نہ کرتے اور اپنی اسی مثال سے لوگوں کو اسلامی تہذیب شائستگی اور حسن اخلاق کا درس دیتے۔ اپنے تئیں ہمیشہ حقیر و مسکین کہتے اور سمجھتے۔ جو غریب لوگ کھاتے، آپ بھی وہی کھاتے۔ مگر دوسروں کو اچھا کھلاتے۔ غریبوں کی سی زندگی بسر کرتے ظاہرداری اور نام و نمود سے بہت نفرت تھی۔ کوشش یہ ہوتی تھی۔ کہ لوگوں کی نگاہوں سے پردے ہی میں رہیں۔ محض اقتضائے فیض رسانی کی خاطر بالخصوص ترویج امور شریعت کی غرض سے اپنے آپ کو ظاہر کرتے تھے۔ مسکینوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے۔ اور ان کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کرتے اور ان کی خدمت و مدد بھی کرتے تھے اپنا بوجھ دوسرے پر نہ ڈالتے تھے۔ بلکہ دوسروں کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش فرماتے۔ کم سخن تھے۔ غیر

لے میرے والد مرحوم فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ کسی سفر میں اتفاقاً میری حضرت صاحبؒ سے ملاقات ایک مسجد میں ہوئی۔ میں بہت خوش ہوا کہ مسافرت میں آپ کا سا بزرگ مل گیا ہے۔ شب بسری میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ لوگ نماز شام پڑھنے آئے لیکن معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں نے آپ کو دیکھنے کے باوجود نہیں دیکھا۔ کیونکہ کسی نے آپ کی بات بھی نہ پوچھی۔ حالانکہ اس گاؤں کے اکثر آدمی آپ کو پہنچانتے تھے۔ باقی صفحہ ۱۱۵ پر

متعلق امور سے سخت بچنے والے۔ جاہلوں سے ہٹ کر الگ چلنے والے۔ ان کی ایذا رسانی پر صبر کرنے والے، بلکہ دعائے خیر کرنیوالے۔ ناجنسوں کی صحبت سے دور رہنے والے سائل کے سوال کو حتی المقدور پورا کرنے والے۔ محتاجوں اور ناداروں کی حاجت روا کرنے والے۔ کسی کی خطا دیکھتے تو نظر چرا لیتے۔ اور پردہ پوشی سے کام لیتے بے حد حلیم۔ کسی سے ذاتی مفاد کے لئے ناخوش نہ ہوتے۔ اگر کوئی ناخوش ہوتا۔ تو اسے راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرتے۔ اپنے ارادت مندوں کو ہمیشہ خوش و خرم دیکھنا چاہتے تھے۔ اور یہ پسند کرتے کہ وہ اخلاق حسنہ سے

البقیہ ص۱۱۴ حاشیہ نماز سے فراغت کے بعد آپ نے مجھے پوچھا کہ کھانا کھا لیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں کھا لیا ہے۔ آپ نے دو سوکھی روٹیاں نکالیں اور پسے ہوئے نمک اور مرچ کی پڑیا بھی نکالی۔ ایک چٹکی بھر اپنی روٹی پر اور اتنی ہی میری روٹی پر وہ پیا ہوا نمک اور مرچ ڈالی اور فرمایا۔ کہ کھاؤ۔ میں اس قسم کے کھانے کا عادی نہ تھا۔ لیکن بھوک سے مجبور ہو کر کھانا پڑا اور سخت مایوس ہوا۔ اور اسی حال میں سو رہا۔ آپ نے میرے خطرات قلبی کو بھانپ لیا۔ اور صبح کی نماز کے بعد مجھے حکم دیا کہ کسی ایک آدمی سے کہہ دو۔ کہ قاضی صاحبؒ آئے ہوئے ہیں چنانچہ میں نے کہا۔ پھر کہیں سے دودھ آ گیا۔ کہیں سے سویاں کہیں سے چاول۔ وہ سب آپ نے مجھے دیدیا۔ (شہید)

متصف ہوں۔ کسی کا دل دکھانا یا اس کی تحقیر کرنا یا اُسے شرمندہ کرنا آپ کو گوارہ نہ تھا۔ ماں باپ اور استاد کا بے حد ادب کرتے۔ مولوی نور احمد صاحب ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم سے آپ نے کچھ پڑھا تھا۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہوئے۔ تو ان کی عیادت کو گئے۔ اور ان کے انتقال کے بعد مزار پر فاتحہ کیلئے تشریف لے گئے۔ اور ادب کے خیال سے برہنہ پا ہو گئے۔ چھوٹی شیخی آپ کو پسند نہ تھی۔ محبت آپ کی ایک مخصوص صفت تھی جس کا اثر آپ کی نگاہِ مبارک سے، کلمات سے، بشرے سے بلکہ بال بال سے ظاہر ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس جو اٹھنے بیٹھنے والے تھے۔ وہ بھی اس کیفیت سے متکیف ہو جاتے تھے۔ دین کی طرف ہمہ تن مائل، دنیا سے بے پروا، ماسوی اللہ سے محترز صرف ایک اللہ کے سوا اور کسی کی گنجائش نہ تھی۔ سب کچھ اللہ کے لئے تھا۔

اگر کسی میں ہزاروں عیب ہوتے اور صرف چند نیکیاں۔ تو آپ کی نظر صرف اس کی نیکیوں پر پڑتی۔ کسی شخص کو حقیر نہ جانتے۔ اور علماء ظاہر کے باہمی تنازعوں سے بہت دور رہتے۔ اس عالم سے جو کچھ تعلق تھا وہ صرف راہِ حق بتانے کے لئے تھا۔ ورنہ سب کچھ تعلق آخرت سے تھا۔ آپ کے نزدیک راہِ حق

نماز و روزہ کے اندر محدود نہ تھی۔ بلکہ مسلمانی ستودہ صفات برگزیدہ اخلاق، اولئے فرائض اور نگہداشت حقوق اللہ وحقوق العباد میں تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ آدمی صحیح معنی میں آدمی بنے۔ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوہ حسنہ پر چلے: "لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ" کا خلعت جو اُسے عطا ہوا ہے۔ اس کی حقیقت و اہمیت کو سمجھے۔ اور اس بیش بہا نعمت کو چند دنیاوی خزف ریزوں یا جاہ و تمکنت کے بدلے نہ بیچ ڈالے

عام برتاؤ } آپ اپنے کام کے لئے کبھی کسی کو تکلیف نہ دیتے اور یہی ہدایت دوسروں کے لئے بھی تھی۔ لوگوں سے خندہ روئی سے ملتے اور اعزہ کی ہر حال میں غمگساری کرتے۔ اگر وہ خفا ہو جاتے تو انہیں مناتے اور راضی کرتے۔ کسی سے اختلافِ مذہب وخیالات کی وجہ سے نفرت نہیں کرتے تھے۔ اپنے عقیدت مندوں سے بہت محبت کرتے۔ اور ان کی غمی خوشی میں شریک ہوتے۔



چوتھا باب

پیرِ طریقت کے حضور میں

گفت پیغمبر علیؓ را کاے علیؓ
شیرِ حقی، پہلوانی، پُر دلی
لیک بر شیری مکن ہم اعتمید
اندر آ در سایۂ نخلِ امید

• جہاں لوگ اللہ اور رسولؐ سے ہی بے لحاظ ہو چکے ہوں وہاں اولیائے کرام کی اہمیت پر تقریر کرنا بھینس کے سامنے بین بجانا ہے۔ لیکن اپنے کلام کے موضوع کی کچھ تشریح لازمی بھی ہوتی ہے۔ اس سے گریز کرنا فرض ناشناسی کا جرم بنتا ہے۔ اس لئے اپنی کم علمی کی شرمندگی کے باوجود کچھ اشارے لکھنے پڑے۔

(۱) قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَام اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ اِلٰی خَالِقِھِم بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اِلَی اللّٰہِ بِاَنْوَاعِ الْعَقْلِ وَ السِّرِّ تَسْبِقُھُمْ بِالدَّرَجَاتِ وَالزُّلْفٰی عِنْدَ النَّاسِ فِی الدُّنْیَا وَ عِنْدَ اللّٰہِ فِی الْاٰخِرَۃِ۔

یہ ایک حدیث ہے۔ عارف رومیؒ نے اپنی مثنوی کے پہلے

دفتر میں اس کا ایک عنوان باندھا ہے۔ جس کا آغاز شعر بالا سے ہوتا ہے۔ رومیؒ سمجھاتے ہیں۔ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تاکید فرمائی کہ پیر پکڑیں اس کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہیں اور اپنے باطن کے اسرار (ع در لبشر روپوش آمد آفتاب) کا عرفان حاصل کریں۔ رومیؒ کے پورے بیان کا لطف اٹھانا ہو تو انکی مثنوی پڑھئے۔

(ب) مرید اور پیر بمنزلہ محب و محبوب ہوتے ہیں اور یہ تعلق ازلی ہے۔ کسبی نہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ چاچڑانی اپنے پیر خواجہ فخر الدینؒ سے اپنا رشتہ یوں جتلاتے ہیں ع

بانذی روز ازل دی نہ اَجکل دی

• اس تعلق کے ازلی ہونے کی تاریخ یوں بیان کی جاتی ہے۔ کہ جب تمام روحوں کو جمع کرکے اَلَسْتُ بِرَبِّکُم کا جانفزا اور دلنواز نغمہ سنایا گیا اور جو سجدہ کرنے والی روحیں تھیں وہ سجدے کرچکیں تو اس میدان عرفات میں باہمی تعارف بھی ہوئے۔ جو جس کی آنکھ میں کھب گیا عالمِ وجود میں آکر ملتے ہی دل میں اتر گیا اور وہ باہمی کشمش رنگ لائی کہیں لیلیٰ مجنوں بن نکلے کہیں پیر و مرید۔

پہلی جماعت کے قصے عوام کی زبان پر ہیں۔ دوسری کے جذبات

کو صوفیانہ مجالس کی جان سمجھئے۔ مثلاً ذیل کے چند شعر پڑھیئے۔ کس والہانہ انداز سے پیر کا نام لیتے ہیں

- واری تو خبرائے شہ جیلیؒ کہ معالی
در یاد تو القادر قادر ہمہ شب کرد
بروئے پاکِ شمس الدین تبریزؒ
کہ ملاؒ بر سر بازار شد مست

بھیک نٹ پالیؒ پروار یا جو زمل کرے سیر
کاگا سے ہنسا کیا پلک نہ لاگی دھیر
بالا پیر نظام الدینؒ خسروؒ بل بل جائے

- یہ عشق متعدی ہوتا ہے کیا؟ طوطئی توحید میاں فتح علی جالندھری ایک صوفی محفل میں قوالی کر رہے تھے۔ سامعین مسرور کھڑے تھے کہ میاں صاحب پر خود وجد و رقص طاری ہوگیا۔ اسی جوش میں قریب کی نہر میں جا کودے۔ تین دن بیہوش سے رہے۔ اعصاب کو اتنا دھکا لگا کہ مرض الموت لاحق ہوگیا۔ ان پاک طینت عاشقوں کے کلام میں اتنا اثر ہے تو انکی نگاہیں کیا غضب نہ ڈھاتی ہونگی۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

- (ج) فلسفہ نفسیات نے بھی آنکھیں چار ہوتے ہی دل مل جانے کے بھید پر ریسرچ کیا ہے اور نشان دہی کی۔ کہ ایک تیسری چیز ہوتی ہے جس سے پہلے ہی دونوں کو گہری محبت ہوتی ہے۔ اس تحقیق کو (Theory of Kindred spirits

---

لہ یہ خطاب حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی درگاہ پر قوالی سے خوش ہو کر خواجہ حسن نظامی دہلوی نے دیا تھا۔

کہتے ہیں خدا والوں میں یہ قدر مشترک "خدا کی محبت" ہوتی ہے۔ اسی لیئے ان کا عمل ہوتا ہے اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ۔

(ز) اس محبت کا خالق علیم و حکیم بھی ہے، مسبب الاسباب بھی وہ کُلَّ اَمْرِ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا کا بھی التزام رکھتا ہے اور کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ کا اہتمام بھی۔ اس کی یہ بھی ایک ادا ہے۔ کہ جس کو ملنا چاہے۔ اس کی دلجوئی کی خاطر کبھی کبھی اس کے محبوب اور مطلوب شئے کی شکل دھار لیتا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلی ملاقات دیکھیئے۔ سردی کی رات پہاڑی علاقہ، زنانہ ساتھ، ایسے میں آگ سے بڑھ کر نہ کوئی چاہیتی چیز تھی نہ روشن تر۔ لہٰذا آگ ہی دکھا دکھا کر قریب اور قریب تر بلاتا ہے۔ جب قریب ہی آجاتا ہے۔ تو آگ میں سے یوں آواز دیتا ہے یٰمُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ العالمین (القصص ۳۰) اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ (طٰہٰ ۱۲) اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ ۱۴)

تنبیہ:۔ کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے۔ (نعوذ باللّٰہ) آگ خدا نہیں بن گئی تھی اور نہ آگ بجائے خدا بولی۔ بولا وہ جل شانہٗ خود ہی تھا مگر جسے بلایا اسے اس کی چاہیتی شئے دکھا کر بلایا۔ سبحانہٗ و تعالیٰ عما یصفون

(ح) آمدم برسر مطلب۔ حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ

کو علم سے شغف نہیں، عشق تھا۔ اس کے حصول کے لئے کیا کیا تکلیفیں نہ اٹھائیں۔ تبحر علمی میں یکتائے روزگار بنے مگر ابھی اپنے علم سے مطمئن نہ ہوئے۔ لہذا محبوب حقیقی نے ان سے یہ معاملہ کیا کہ علم کے اس بطلِ عظیم کو ایک اور کوہِ علم و بحرِ عرفان کی مجلس میں جا بٹھایا جس کے نتیجے میں دماغ کو علمی کمالات کی رغبتوں سے بزور روکا گیا اور دل حق سبحانہٗ کی ذاتی تجلیات کا مرکز بنتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ علم نادانی نظر آنے لگا اور ہر ذرۂ کائنات نورانی یہ دوسری عظیم ہستی، حضرت اخوند عبدالغفور قدس سرہٗ کی تھی جو سیدو شریف (سوات) میں روحانیت کے بھی صاحبِ تاج و نگین بنے بیٹھے تھے۔ اور علوم ظاہری میں بھی ترکستان تک حجت مانے جاتے تھے۔ بہت سے منتہی علماء ان کے دست مبارک سے دستار فضیلت لینے کے لئے دور دور سے آیا کرتے تھے۔ عزیزؒ نواز بھی انہی میں سے ایک تھے تفصیل نیچے آتی ہے۔

سیدو شریف کی پہلی حاضری } جب آپ کافر ڈھیری میں تعلیم حاصل کرتے تھے تو مولانا کے بڑے بھائی حضرت اخوند صاحبؒ کے اوصاف حمیدہ اور فضائل بہت بیان کرتے تھے۔ طلبہ کی جماعت میں سابق صوبہ سرحد کے موضع ننگرہاری کا ایک طالب علم تھا۔ اس نے اصرار کیا۔ کہ حضرت اخوند صاحبؒ کی خدمت میں حاضر

ہو کر ہم برکت کی دعا کرائیں - آپ تامل کرتے تھے - کیونکہ فاصلہ بہت دور تھا - اور کوئی مخلص ہمراہی نہ تھا - اسی تذبذب میں ۱۲۸۲ھ آیا - آپ نے اب تمام امور پر غور کر کے تصفیہ فرمایا - کہ حضرت اخوند صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرائیں اور اس کے علاوہ آپ کے ہاتھ سے دستاربندی کا شرف حاصل کریں - صفر کا مہینہ اسی ارادے میں گزرا اور مزید چھ مہینے تک آپ نے کوئی عملی اقدام نہیں فرمایا حتےٰ کہ رمضان شریف کا مہینہ آیا - اور سردیاں شروع ہو گئیں -

آپ موضع اتمان زئی سے چوتھے روز چاشت کے وقت ریاست سوات کے صدر مقام سیدو شریف پہنچے - حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمنۃ نماز چاشت ادا کر کے صحن مسجد میں تشریف فرما تھے - خادموں میں سے ایک پشاوری "مُلا نے جو "فقیر دُرّہ والا" کے نام سے مشہور تھے - آپ کی حاضری کی اطلاع کی - کہ ایک غریب طالب علم درسی کتابیں تمام کر کے دستاربندی اور دعائے خیر کے لئے حاضر ہوا ہے - اخوند صاحبؒ نے "ڈیر خواہ (بہت اچھا) فرمایا ایک اور طالب علم جو علاقہ خوشاب سے آیا تھا - مُصِر ہوا کہ حضرت سے بیعت کر لو - اور برابر اصرار کرتا رہا - حتیٰ کہ آپ کی طبیعت بھی مائل ہونے لگی - اب رمضان شریف کا جمعتہ الوداع آیا - اور لوگ دور دور سے

آ کر مسجد میں جمع ہونا شروع ہوئے۔ بعد ادائے نماز جو جانے والے تھے، چلے گئے۔ بقیہ ٹھہر گئے۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ "میں حیرت زدہ حصول مطلب سے ناامید مسجد کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ حضرت اخوند صاحبؒ کے خلفاء میں سے ایک بزرگ نے مسجد کی دہلیز پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا۔ کہ ہندوستانی طالب علم جو دستار بندی اور دعا کیلئے آیا ہے۔ کہاں ہے یہاں آئے تاکہ میں اسے حضرت اخوند صاحبؒ کی خدمت میں لے چلوں"۔ میں وہاں حاضر تھا۔ فوراً ان کے پاس گیا۔ اخوند صاحبؒ کا فرمان ہوا۔ کہ "مسجد کے صحن میں بیٹھنے کی ایک جگہ مقرر کریں"۔ تمام خانقاہوں کے صاحبزادے اور علمائے متبحر جو حاضر تھے۔ صحن میں حلقہ بنا کر بیٹھ گئے اور آپ کو اخوند صاحبؒ کے حضور میں لے گئے۔ آپ نے "گمٹی" کے کپڑے کی دس گز لمبی ایک دستار منگوائی اور خود دستِ مبارک سے پہلا پیچ باندھا۔ پھر خانقاہوں کے صاحبزادوں میں سے جسے جسے حکم ہوا۔ اُس نے ایک ایک پیچ باندھا۔ اور مجمعِ عام میں دعائے خیر کی گئی۔ جو لوگ جانے والے تھے۔ چلے گئے۔ مگر آپ وہیں مقیم رہے۔ جب عید کا چاند نظر آیا۔ اور شوال کی پہلی شب آئی۔ اور حضرت اخوند صاحبؒ حجرہ مبارک کے پاس تہجد کے لئے وضو کرنے کی جگہ تشریف فرما ہوئے۔ تو آپ نے

جرأت کرکے دعائے خیر، نفع علم اور وطن جانے کی اجازت چاہی۔ اخوند صاحبؒ نے پوچھا "وضو داری" (وضو ہے) حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ جلد وضو کرکے حاضر ہوئے۔ حضرت اخوند صاحبؒ نے ہاتھ پکڑ کر مرید کیا اور پہلا سبق (لا الٰہ الا اللہ) تعلیم فرمایا۔ یکم شوال ۱۲۸۲ھ کی یہ شب اور تہجد کی نماز کا وقت تھا۔ آپ نے وہیں صبح کو عید کی نماز پڑھی۔ اور پشاوریوں کی ایک جماعت کے ہمراہ رخصت ہوکر پشاور آ گئے۔

سیدو شریف کی دوسری حاضری

صوات شریف کے پہلے دورے کے بعد جب آپ پشاور سے روانہ ہوکر اپنے وطن پہنچے۔ تو ایک طالب علم نے آپ سے گلستان سعدی اور نغزک کا سبق لینا شروع کیا۔ وہ روزانہ ایک ولولہ کے ساتھ حضرت اخوند صاحبؒ کا حال پوچھتا۔ اور خود بھی حاضری کا شوق ظاہر کرتا۔ اس کا شوق دلانا اور بار بار چلنے کے لئے اصرار کرنا۔ اس حد کو پہنچا۔ کہ آپ بھی تیار ہوگئے

وہاں سے آئے ابھی چھ مہینے گزرے تھے۔ اور گرمی کا موسم قریب الاختتام تھا کہ آپ نے دوسرا سفر اختیار کیا۔ چار پانچ آدمی اور ساتھ ہوگئے۔ سفر کی درازی اور دشواریاں اگرچہ ہمت شکن تھیں۔ مگر اُس جذبۂ شوق نے سب کچھ آسان کر دیا تھا۔ اور ربیع الثانی

یا جمادی الاول ۱۲۸۳ھ کا مہینہ تھا۔ کہ آپ دوسری مرتبہ حضرت اخوند صاحبؒ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے بعض ہمراہیوں نے بطور تبرک حضرت اخوند صاحبؒ سے سبق پڑھنے کی استدعا کی۔ موضع کھوکھر کے میاں نور احمد[۱] نے کافیہ، اور بابا نور کے فرزند میاں نظام دین نے تفسیر یعقوب چرخی شروع کی۔ حضرت اخوند صاحبؒ نے چند سبق پڑھائے۔ مگر جناب قاضی صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ "مجھ پر اتنی ہیبت طاری تھی۔ کہ کچھ پوچھ نہ سکا"۔ روانگی کا جب وقت آیا۔ تو حضرت اخوند صاحبؒ نے دعائے خیر کی۔ اور بہت الفت، نوازش اور مہربانی ظاہر فرمائی۔ اور دوسرا سبق (الا اللہ) تلقین فرمایا۔ اور شجرۂ سلسلہ عطا فرمایا۔ پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر وطن مبارک پہنچے۔

---

[۱] میاں نور احمد حضرت قاضی غریب نواز صاحب قدس سرہٗ کے دادا غلام مصطفیٰ علیہ الرحمۃ کے چھوٹے بھائی غلام عبداللہ کی اولاد میں سے تھے اور حضرت صاحبؒ کے قریبی لواحقین میں سے تھے۔ موضع کھوکھر (آوان شریف سے دو میل جنوب کی طرف) میں رہائش پذیر تھے۔ اور علمی مذاق رکھتے تھے۔ میاں نظام دین آوان شریف کے زمیندار تھے۔ اس وقت زمینداروں میں علم کا چرچا بہت کم تھا۔ آوان شریف کے زمینداروں میں ایک یہ اور ایک اور صاحب پڑھے ہوئے تھے۔ اب تو کافی آدمی تعلیم یافتہ ہیں۔ (رشید)

سیدو شریف کی تیسری حاضری حضرت صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ "گھر ہی پر سرما کا تمام موسم اطمینانِ خاطر سے گذارا۔ اس کے بعد حضرت غوثِ زماں (اخوند صاحبؒ) کی محبت کا ولولہ آہستہ آہستہ ظاہر ہونے لگا" مئی کا مہینہ شروع ہو رہا تھا۔ کہ آپ نے سیدو شریف جانے کا ارادہ فرمایا۔ والد ماجد نے بہت سمجھایا۔ کہ گرمی کا موسم ہے۔ اس میں سفر کرنا تکلیف کا باعث ہوگا۔ مگر آپ فرماتے ہیں۔ کہ "میرا کام اختیار سے باہر تھا" غرضیکہ آپ نکل کھڑے ہوئے راتوں کا سفر کرتے۔ دن کو آرام فرماتے۔ تیسرے دن پیروں میں آبلے آگئے۔ آپ نے پنجوں کے بل چلنا شروع کیا۔ پنجے تھک گئے۔ تو قدموں کے پہلوؤں پر چلنا شروع کیا۔ یہ بھی تھک گئے۔ تو ایڑیوں کے بل چلے۔ یہ سب صعوبتیں تھیں مگر دل اندر سے قوی روح تازہ وخوش، ہمت بہت بلند اور دل دیدارِ شہسوارِ عرصۂ معرفت کے لئے بیقرار تھا۔

مدد ای جوششِ جنوں وسعتِ صحرا مددے
خارِ خارا مددے آبلۂ پا مددے!

راہ میں سواں کی نہر عبور کرنی پڑی۔ آبلے پھوٹ کر ایک ایک زخم بن گئے تھے۔ نہر پار کی۔ مگر بخار آگیا۔ پھر بھی آہستہ آہستہ موضع رتہ متصلہ راولپنڈی تک پہنچے۔

یہاں سات روز تک بخار رہا۔ اور کفِ پا سے لہو اور پیپ برابر نکلتی رہی آٹھویں روز زخم پر حبث کی ٹکیہ باندھی اور پھر سفر شروع کیا۔ آہستہ آہستہ چلتے رہے پنجکٹھا[۱] تک پہنچے تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صوات شریف کا راستہ بند ہے۔ گزرنے والے کو چھ مہینے کا جیل اور گرفتار کرنے والے کو پچاس روپیہ انعام دیا جاتا ہے۔ ان موانع کے باوجود آپ کی بلند ہمتی میں کوئی فرق نہ آیا آپ نے یہ ارادہ کیا۔ کہ پشاور کے راستہ علی مسجد ہوتے ہوئے یاغستان[۲] میں داخل ہونا چاہیئے۔ مگر پشاور میں حافظ صاحب ﷲ والا نے اس ارادہ سے باز رکھا۔ اور بتایا۔ کہ یہ راستہ اتنا خطرناک ہے۔ کہ خود افغان باشندے خوف و خطر کی وجہ سے ایک موضع سے دوسرے موضع نہیں جا سکتے۔ ان کے کہنے سے آپ نے ہشت نگر کا راستہ اختیار کیا۔ یہاں بھی راستہ بند تھا۔ پہرہ دار روکنے کو تعینات تھے

---

[۱] پنجکٹھا حسن ابدال کے قرب و جوار میں ایک علاقہ کا نام ہے جہاں کئی نالے اکٹھے ہوتے ہیں اور پانی کی افراط ہے۔ یہ کسی گاؤں کا نام نہیں۔

[۲] یاغستان اُس آزاد علاقے کو کہتے ہیں۔ جہاں قبائلی آباد ہیں۔ اور کسی حکومت کے ماتحت نہیں۔ اب ان قبائل کا تعلق زیادہ تر پاکستان سے ہے۔ (شہید)

راستہ کی ایک مسجد میں قیام کیا۔ وہاں اتفاقاً کچھ طالب علم مل گئے۔ جو یہ معلوم کر کے کہ آپ کا ارادہ سوات شریف جانے کا ہے۔ مہربان ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم آپ کو خاموشی کے ساتھ حفاظت سے اس طرح لے چلیں گے کہ کسی کو پتہ نہ چلے گا۔ غرضیکہ جب پہرہ دار سو گئے۔ تو وہ طالب علم وہاں سے آپ کو نکال لے گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "میں بچتا بچاتا آہستہ آہستہ احتیاط سے قدم اٹھاتا ہوا خطرے کے مقام سے آخر الامر باہر آ گیا۔"

دن کی گرمی نے جھلسا دیا تھا۔ مگر سورج ڈھل گیا تھا اور شام ہو گئی تھی۔ سامنے سوات کا پہاڑ تھا۔ آپ راستہ کی مسجد میں ٹھہر گئے۔ کہ رات بسر کر کے دن کو پھر چلیں گے۔ مگر رات کیا آئی۔ ایک قیامت آئی۔ اس موضع کے لوگوں میں اور قریب کے ایک دوسرے موضع کے لوگوں میں جنگ ہونے والی تھی۔ موضع میں اس قدر شور و غل تھا۔ کہ الامان! مسجد تک بندوقوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ بہر حال فریقین میں صلح ہو گئی اور لڑائی نہ ہوئی۔ لیکن گاؤں جلا دیا گیا۔ صبح ہوتے ہی آپ نے پھر سفر شروع کیا۔ اور تیسرے چوتھے روز سیدو شریف پہنچے۔ یہاں ایک دوسرا ہنگامہ برپا تھا جہاد کی ہر طرف تیاریاں ہو رہی تھیں۔ لشکر جمع ہو

رہا تھا۔ روپیہ اور ہتھیار تقسیم ہو رہے تھے۔ حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ کی مسجد میں اٹھارہ انیس کار خانے قائم تھے۔ اور ہتھیار بن رہے تھے۔ اور آپ اتنے مصروف تھے کہ قدمبوسی دشوار تھی۔ غسلخانہ میں وضو کرنے کا انتظام تھا۔ وہاں جب حضرت اخوند صاحبؒ تشریف لائے۔ تو دور سے حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ پر نظر پڑی۔ آپ نے خوش ہو کر پشتو میں فرمایا" در لرے کئی مولوی را غلیدے" (دروازہ کھولو مولوی آگیا) حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ اس قدر بیتاب تھے۔ کہ حضرت پیرو مرشد کے پیروں پر گر پڑے۔ صاحبؒ علیہ الرحمتہ نے دستِ مبارک سر پہ پھیرا۔ اور فارسی میں پوچھا کہ مولوی کتنے دن میں یہاں پہنچے ہو۔ آپ نے فرمایا چوبیس دن میں۔ اخوند صاحب علیہ الرحمتہ نے فرمایا سُبحانَ اللہ بڑی مشقتیں اور مصائب برداشت کرکے پہنچے ہو۔ ان کلمات سے آپ کی تشفی ہوئی۔ اور اپنی قیامگاہ میں تشریف لے گئے۔ اب دوسری قدمبوسی کے لئے بیقراری شروع ہوئی۔ مگر جہاد کے اہتمام اور مصروفیت کی وجہ سے باریابی دشوار تھی۔ آپ کے شوق و ولولہ کا یہ عالم تھا۔ کہ کھانا پینا ترک ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے خان آپ کو دیکھتے تو کراہیت ظاہر کرتے۔ مگر حضرت اخوند صاحبؒ فرماتے" لوئی مخلص دے" (بڑا مخلص ہے)

"کوئی مجانہ رازی" (بہت دور سے آیا ہے) جب کبھی اخوند صاحبؒ خواتین کو میوہ بھیجتے۔ تو حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کو بھی بھیجتے۔ مگر جہاد میں انہماک کی وجہ سے حاضریٔ خدمت اور حضوری کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ ایک روز بہت کوشش کر کے آپ آرامگاہ کے پائیں کھڑے ہو گئے۔ اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے، جو حاضرین سے باتیں کر رہے تھے کہ پاؤں دراز کر دیئے۔ آپ نے جلدی سے قدم مبارک چوم لیا اسی طرح کسی قدر بیقراری کم ہوئی۔

آٹھ دس روز قیام فرما کر آپ نے واپسی کی اجازت حاصل کی۔ اور اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے تیسرا سبق جس میں اسم ذات کا مراقبہ ہے تعلیم فرمایا۔ چونکہ اس بار سفر میں بہت تکلیف اٹھائی تھی۔ اس لئے ہمراہیوں نے رائے دی۔ کہ ایسی جگہ چلنا چاہیئے۔ جہاں آب وہوا سرد ہو۔ پانی ٹھنڈا اور شیریں ہو۔ چنانچہ جب آپ پنجکلہ پہنچے۔ تو اس نواح میں ایک مقام حسن والہ حسب منشا معلوم ہوا۔ اور وہاں کی مسجد میں آپ نے قیام فرمایا۔ صرف تین آدمی ہمراہ تھے۔ سب صابر وشاکر موضع کے خان نے مہمانداری کا ارادہ کیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ شب کے وقت ضرورتاً کچھ گدیہ کر لیتے۔ اور سب مل کر تھوڑا

تھوڑا کھا لیتے۔ اور اطمینان سے اپنے کام میں مشغول رہتے۔ چند روز میں جب سفر کی تکان دور ہو گئی۔ تو وطن کا ارادہ فرمایا۔

سیدو شریف کی چوتھی حاضری تین چار ماہ بعد پھر اخوند صاحب علیہ الرحمتہ کی زیارت کا شوق کروٹیں لینے لگا۔ اور طبیعت نے بیقراری ظاہر کرنی شروع کی۔ آپ گھر سے روانہ ہوئے۔ اور موضع واہ میں قیام فرمایا۔ وہاں کے خان نے نیز اس موضع کے ایک با اثر زمیندار شیر محمدؐ خاں نے اصرار کیا۔ کہ اس موضع میں آپ سکونت اختیار فرمائیں۔ ساٹھ ستر طالب علموں کے اخراجات کا وہ انتظام کر دیں گے۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اور خیال آیا کہ میں حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ سے ایسی جگہ میں اپنے قیام کے متعلق اجازت طلب کروں گا۔ یہاں سے روانہ ہو کر حسب سابق صبر و استقلال سے سفر کی تمام صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے سیدو شریف پہنچے۔ اور حضرت اخوند صاحبؒ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ اخوند صاحبؒ نے چند روز بعد اسباق قادریہ کا چوتھا سبق (فقط اسم ذات اللہ) تلقین فرمایا۔ اور جس روز رخصت کیا۔ بہت پیار اور محبت کی باتیں کیں۔ سرد مقام میں رہائش کے متعلق اجازت طلب کرنا یا تو آپ

کو یاد نہ رہا۔ یا آپ نے اس کی جرأت نہ کی۔ لیکن حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ نے از خود فرمایا کہ "مولوی در جائے سرد منشیں بلکہ در جائے گرم بہ نشیں" (آپ سرد مقام میں قیام نہ کریں بلکہ گرم مقام میں کریں)۔

سیدو شریف کی پانچویں حاضری } وطن میں چند ماہ قیام فرمانے کے بعد پھر آپ کے دل میں اپنے پیر و مرشد کی زیارت مبارک کا جذبۂ شوق تلاطم میں آیا۔ اور آپ نے صوات شریف کا قصد فرمایا۔ اور اخوند صاحبؒ کی قدمبوسی حاصل کی۔ اور اخوند صاحبؒ نے پانچویں سبق "ھُوْ" کی تلقین فرمائی۔

سیدو شریف کی چھٹی حاضری } اس کے تین چار ماہ بعد آپ پھر صوات شریف تشریف لے گئے۔ اور حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ نے بقیہ تین سبق اللہ ھو۔ ھو اللہ، وانت الھادی انت الحق لیس الھادی الا ھو، ایک ساتھ تلقین فرمائے۔

سیدو شریف کی ساتویں حاضری } سیدو شریف میں ساتویں بار جب آپؒ حاضر ہوئے تو حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ "مولوی تمہارے سبق تمام ہو گئے۔ اب چلہ کرو۔ پہلا چلہ[1]

---

[1] مجاہدے کے دوران میں عوام سے اعراض کر کے خاص شرائط و احتیاط باقی صفحہ ۱۳۵ پر

چالیس دن کا ہوگا - اور دوسرے دو چلّے دس دس دن کے ہوں گے"۔ نیز آپ نے فرمایا - کہ اس طریق میں صوفیہ کے چار قدم ہیں - پہلے میں مراقبہ⁵² کے وقت باریک باریک انوار نظر آتے ہیں - دوسرے میں مراقبہ کے وقت آفتاب و ماہتاب نظر آتے ہیں - تیسرے میں مراقبہ کے وقت خود اپنے سبقوں کی آواز کانوں میں آتی ہے - اور چوتھے میں جمیع ماسوی اللہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ان تمام چلّوں کی تشریح حضرت اخوند صاحبؒ نے فرمائی - اور فرمایا کہ حضرت اخوند درویزہؒ پشاوری کی کتاب ارشاد الطالبین میں اسی کی تفصیل و شرائط خلوت و چلہ ملینگے - آپ نے یہ تمام چلّے پوری شرطوں کے ساتھ تمام

(بقیہ حاشیہ ص۱۴۳) کے مطابق اوراد و وظائف میں معین عرصہ کے لئے مصروف ہونے کا نام چلّہ ہے - چلّہ بالعموم چالیس دن کا ہوتا ہے - کم و بیش بھی ہو سکتا ہے - یہ اعتکاف ہی کی ایک صورت ہوتی ہے اسے خلوت بھی کہتے ہیں -

۵۲ مراقبہ :- بفتح میم و قاف و بائے موحدہ لغوی معنی چشم داشت، نگہبانی اور حراست کے ہیں - اور اصطلاحی معنوں میں وقت کی نگہداشت مراد ہے - نگہبانی دل کو ماسوا کے خیال سے خالی کر کے پیر و مرشد کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق ذکر و فکر میں مشغول ہونے کا نام مراقبہ ہے - اس میں نفی و اثبات کا کبھی اسم ذات کا ذکر ہوتا ہے - پاس انفاس بھی مراقبہ میں شامل ہے (شہید)

کیئے۔ اور جو جو آثار حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ نے بیان فرمائے تھے۔ سب نظر آئے۔ یہ تمام تعلیم پانچ سال یا اس سے کچھ زیادہ میں پوری ہوئی۔ اور ان تمام دوروں میں حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت مبارک میں سات بار حاضری کی نوبت آئی۔ چھ حاضریوں میں کل سبق تمام ہوئے۔ اور ساتویں میں چلتے تمام ہوئے آپ نے سیدوشریف کا ارادہ فرمایا۔

سیدوشریف کی آٹھویں حاضری } اس دفعہ یعنی آٹھویں سفر میں ہمراہی کچھ موافق طبع نہ تھے۔ رمضان مبارک میں آپ سیدوشریف پہنچے۔ حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ نے بہت شفقت فرمائی۔ آپ کچھ دیر ٹھہر کر واپس ہوئے۔ واپسی میں آپ بیمار پڑ گئے۔ ایک طرف بیماری دوسری طرف دلی تنگی نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ راولپنڈی تک پہنچنا دشوار ہو گیا اور بہ ہزار خرابی گھر تک پہنچنا ہوا۔



پانچواں باب

حکم خلافت و پیرِ طریقت کا انتقال

پیر باشد آسمان را نردبان
رفتہ رفتہ می برد بر آسمان

سیدو شریف کی نویں اور دسویں حاضری

ریاضتوں اور چلوں سے جسم مبارک بہت کمزور ہو گیا تھا۔ اس لیے نویں حاضری میں بہت کمزوری محسوس ہوئی۔ صرف چند روز سیدو شریف میں قیام فرمایا۔ جب رخصت ہونے لگے۔ تو حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ اس وقت چارپائی پر آرام فرما تھے۔ ہاتھ پکڑ کر قریب کیا۔ اور سینہ مبارک سے آپ کا سر قریب کرکے فرمایا "مولوی از خانہ بچند روز می آئی (مولوی گھر سے یہاں کتنے دن میں پہنچتے ہو) آپ نے جواب دیا "قربانت شوم گاہے بہ نہ روز گاہے بہ دہ روز (کبھی نو دن میں کبھی دس دن میں) یہ سن کر اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔" بارے مقام تو دور است۔ بعد ازاں اگر دل تنگ شوی۔ بہ زیارتِ شاہ دولہؒ برو خوشحال شوی۔ برو برو برو"

(تمہارا گھر بہت دور ہے۔ اگر کبھی دل تنگ ہوا کرے۔ تو حضرت شاہ دولہؒ کے مزار پہ حاضری دیا کرو۔ خوشحال رہو گے۔)

اس حکم کی تعمیل میں آپ گجرات حضرت شاہدولہ علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ یہاں کچھ مدت حاضری دینے کے بعد حکم ہوا۔ کہ اپنے پیر و مرشد (حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں جاؤ۔ یہ سوات شریف کا دسواں سفر تھا۔ چنانچہ رتہ (راولپنڈی) کے کچھ لوگوں کے ہمراہ آپ سیدو شریف پہنچے

حکم خلافت } قیام کے تیسرے روز زوال کے وقت حضرت اخوند علیہ الرحمۃ نے آپ کے ہمراہیوں کو تمام لوگوں کی موجودگی میں طلب کرکے طریقہ عالیہ قادریہ کا سبق دیا۔ اور اسی مجمع میں حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ "مولوی راہِ حق بگو" (یعنی لوگوں سے بیعت لو اور انہیں خدا کا راستہ بتاؤ) آپ نے "مولوی راہِ حق بگو" کے جواب میں عرض کیا۔ کہ "من گنہگارم و لائقِ برداشتنِ ایں بار نیم" (میں گنہگار ہوں اور اس بوجھ کو اٹھانے کے لائق نہیں ہوں) حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے ہنس کر فرمایا۔ کہ "کدام گناہ میکنی" (آپ کونسا گناہ کرتے ہیں) آپ یہ سن کر چپ ہو گئے۔ اب سوائے سر تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ اس

سکے بعد حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ کی دعا لیکر اور ان کے حق میں عمرِ خضری کی دعا کرتے ہوئے رخصت ہوئے

پیر و مرید کے درمیان یہ راز و نیاز کے کلمات کیا تھے ؟

انی جاعل فی الارض خلیفہ کی شرح کی ایک مثال تھی جو اللہ تعالیٰ کی منشا بلکہ رضا کے مطابق ظہور میں آئی ۔ اس بارے میں شیخ شہاب[۱] الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں ۔ کہ شیخ مرید کے لیے بمنزلہ ایک صورت کے ہے

---

[۱] حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں ۔ علوم ظاہر و باطن میں یگانہ اور طریق سلوک وعظ میں یکتا و امام زمانہ تھے ۔ تصوف میں ان کی نسبت اپنے چچا ابو نجیب سے ہے آپ نے شیخ الجن والانس قطب ربانی غوث صمدانی حضرت سید عبد القادر جیلانی کے فیض صحبت سے استفادہ کیا ہے ۔ آپ نے بہت سے ابدال کے علاوہ حضرت خضر علیہ السلام کو بھی دیکھا ہے ۔ آپ متعدد بلند پایہ کتب کے مصنف ہیں ۔ شیخ محی الدین ابن العربی کا قول ہے ۔ کہ آپ کی جبین مبارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کا نور چمکتا ہے آپ کی پیدائش ۵۳۹ھ اور وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی ۔ آپ کے مریدوں میں شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی اور حضرت غوث بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نہایت ممتاز اور مشہور زمانہ ہیں ۔ رحمت اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔

(رشید)

جس کے پیچھے مطالبات الٰہی اور مرضیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نظر آتے ہیں۔ شیخ ایک دروازہ کی مانند ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے آستانہ کرم کی طرف وا کر دیا ہے اسی میں مرید داخل ہوتا ہے۔ اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور شیخ ہی کے ساتھ اس کی واردات اور دینی و دنیوی مہمات نازل ہوتی ہیں۔ مریدوں کے لیے شیخ اسی طرح امین الہام ہوتا ہے۔ جس طرح جبریلؑ امین وحی ہیں۔ پس جس طرح جبرائیل وحی میں خیانت نہیں کرتے اسی طرح شیخ بھی الہام میں خیانت نہیں کرتے۔

حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ کو واپسی کا سفر شروع کرتے ہی ایسا اتفاق ہوا۔ جو کچھ زادِ راہ تھا وہ مسجد میں گم ہو گیا۔ اور آپ خاموشی سے پا پیادہ روانہ ہوئے۔ جب موضع "سنگ جانی" پہنچے۔ تو رتہ امرال کے بعض ہمراہیوں نے زبردستی مہمانی کی۔ اور ایک نیک بخشا نانبائی کی دکان سے جو صفائی اور پاکیزگی میں بہت محتاط کہا جاتا تھا۔ روٹیاں خرید کر آپ کو کھانا کھلایا۔ کھانا کھاتے ہی آپ کو قے اور اسہال شروع ہوئے۔ پھر بخار چڑھ آیا۔ اسی حالت میں آپ بمشکل رتہ (راولپنڈی) پہنچے۔ یہاں تین شبانہ روز بخار کا زور رہا۔ دوسرے یا تیسرے روز ایک نیم مجذوب فقیر آپ کے پاس آیا۔ اور کھڑے ہو کر کہنے لگا۔

خبردار اس بیماری سے دل تنگ نہ ہونا اور نہ ڈرنا یہ بیماری کا تپ نہیں ہے۔ بلکہ افغان پہلوان نے تیرے دل کے چراغ کی بتی کو اپنی دلاوری میں آکر اندازہ سے زیادہ سلگا دیا ہے۔ نہ کسی حکیم کی دوا کرو۔ اور نہ کوئی فکر و اندیشہ کرو۔ شربت پیو اور چائے جو تمہارے پیر پیا کرتے تھے تین چار شب قیام فرما کر آپ نے اپنے وطن مبارک کا ارادہ فرمایا۔ تپ کا زور اس پر موسم کی گرمی، راہ چلتے مگر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے۔ آخر کار تقریباً گیارہ دن میں گھر پہنچے۔ تپ رفتہ رفتہ اتر گیا۔ مگر کھانا سب موقوف ہو گیا۔ چوبیس گھنٹے میں دو تین لقمے حلق سے اترتے تھے۔ الغرض چالیس روز تک یہی حال رہا۔ یہ آخری حاضری ۱۲۹۰ھ میں ہوئی تھی۔ ۱۲۹۱ھ میں آپ نے ایک اور کوشش کی۔ مگر پیر دل میں آبلے پڑ گئے۔ اور آنکھیں دکھنے آ گئیں۔ اس پر بھی آپ پوٹھوہار تک پہنچے۔ اور موضع چھنی میں مندرہ کے قریب رات بسر کی۔ یہاں نہایت ہیبت ناک خواب نظر آیا۔ اور معلوم ہوا کہ کوئی کہتا ہے کہ مقصود کا ملنا اب ایک ہی جگہ (یعنی شاہدولہؒ کے آستانہ پر) ممکن ہے۔ آنکھوں کی بیماری اور بڑھ گئی اور آپ بادلِ ناخواستہ مجبوراً گجرات واپس ہوئے۔

حضرت اخوند صاحب کا انتقال } حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے ۱۲۹۵ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت قاضی صاحب قدس سرہ آپ کی وفات کے بعد صرف دو مرتبہ شیدو شریف تشریف لے گئے۔ پہلی بار حضرت مورؔ بی بی کے ہاں باریابی ہوئی۔ دوسری مرتبہ گرمی کے موسم میں حافظ امام دین جہلمی کے ہاں حافظ صاحب سمندر امام رسالہ ملتانی۔ پیر نور اللہ شاہ سیالکوٹی اور مولوی احمد اللہ بٹالوی بھی ہمراہ تھے۔ جناب مور بی بی نے بہت شفقت فرمائی۔ اور فرمایا کہ تم لوگ ہمارے "زو زاد" (نطفی لڑکے) ہو۔ اور دونوں وقت اپنی ڈیوڑھی پر کھانا کھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اور رخصت کرتے وقت ایک چھوٹی چادر اور قمیض تبرکاً مرحمت فرمائی۔ اور پابندیٔ شریعت کا حکم دیا۔



ؔ مور بی بی کے معنی ہیں والدہ محترمہ (مائی صاحبہ) اخوند صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ کو ازراہِ ادب مور بی بی کہا ہے۔ (شہید)

چھٹا باب

اہل قبور سے کسبِ فیض

بوی زلفِ مشک مویاں اے صبا!
ہدیہ آور بہر اربابِ وفا! (غزنوی صمدانی)

• کتاب الروح } جو لوگ اہل قبور کی ملاقات کے امکان کے قائل نہیں وہ امام ابن قیم (المتوفی ۷۹۱ھ) کی کتاب الروح پڑھیں۔ مؤلف ابن تیمیہ کے شاگرد اور اپنے آپ کو الجوزیہ کہتے ہیں۔ امام جوزی اور ابن تیمیہ دونوں اہل تصوف سے اختلاف رکھتے تھے۔ اسلئے کتاب الروح کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی خوش عقیدہ نے من گھڑت روایات اور اسرائیلیات لکھ ماری ہیں۔

کتاب کے سرورق پر یہ لکھا ہے۔ کہ زندہ اور مردہ لوگوں کی روحوں کے بارے میں، کتاب (قرآن) سنت آثار اور علماء اخیار کے اقوال سے دلائل دئے گئے ہیں الغرض اہل قبور پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اس کے

علمی پہلو سے ہر ایک قاری فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن کشف القبور کوئی علم نہیں، فن نہیں، عمل نہیں جو کتابیں پڑھکر آ جائے۔ یہ ان قلبی واردات میں شامل ہے۔ جو شیخ کامل کی توجہ سے مرید کے دل پر نازل ہوتے ہیں

پیر کا فرمان حضرت اخوند صاحب علیہ رحمت نے نوریں حاضری میں ہی فرما دیا تھا۔ کہ اگر کبھی دل تنگ ہو تو گجرات جا کر حضرت شاہدولہؒ کے مزار پر حاضر ہوا کرو راحت نصیب ہو گی اس فرمان سے گویا کشف القبور کی چابی مل گئی۔

حضرت شاہدولہؒ کے دربار کی حاضری اس حکم کی تعمیل میں آپ نے گجرات کی حاضری دینی شروع کی۔ چوہدری اللہ دین[1] ساکن طاہر (ضلع گجرات) فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ کہ تمہارا حصہ حضرت شاہدولہؒ

---

[1] چوہدری اللہ دین موضع طاہر ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ حضرت قاضی غریب نواز صاحبؒ کے بڑے عقیدتمند مرید تھے اور اکثر آپ کی خدمت مبارک میں حاضر رہتے۔ انکو آپ کی بہت سی حکیمانہ باتیں اور کرامتیں یاد تھیں۔ لیکن بیان کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ہاں حضرت صاحبؒ نے کوئی بات فاما بنعمۃ ربك فحدث کے ضمن میں کر دی ہوتی۔ تو وہ بات اصرار کرنے پر بتا دیتے تھے۔ عمر سو سال کے لگ بھگ ہو گئی کہ ان کی وفات ہوئی (برکت علی شہید)

کے پاس ہے ۔ اس کے بعد پھر یہی خواب دیکھا ۔ جب حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ سے آپ نے بیان فرمایا تو آپ نے بھی تصدیق فرمائی ۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت شاہدولہؒ کے سپرد کر دیا ۔ پہلی بار ۱۲۹۰ھ میں آپ جناب شاہدولہؒ کے مزار پر حاضر ہوئے ۔ تو ادھر سے کوئی توجہ نہیں دیکھی ۔ دو تین بار پھر حاضر ہوئے ۔ مگر بے التفاتی ہی رہی ۔ آپؒ فرماتے ہیں ۔ کہ پہلا سال پورا حیرت و اضطراب میں گزرا حضرت شاہدولہ صاحبؒ کی طرف سے ہیبت اور بے پروائی تھی ۔ مگر حاضری دینے کے سوا چارہ ہی کیا تھا ۔ ؎

جبینم را چو بر دہلیز اذن سجدہ ریزی نیست
چو لالہ سرنگوں کردہ گذارم عمر در رکعت (سعدی)

نیز اتنی تکلیفیں اور مصائب رو نما ہوئے کہ بیان نہیں ہو سکتا ۔ نہ کوئی یار نظر آتا اور نہ مددگار ۔ منطق پڑھانے کی ممانعت کر دی گئی ۔ جب آپ نے طالب علموں کو جواب دے دیا کہ منطق نہیں پڑھاؤنگا ۔ تو انہوں نے کہا ۔ اچھا ہیئت کی کتاب شرح چغمینی پڑھائیے ۔ تو آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا ۔ اتنے میں والد ماجد کا خط آیا ۔ کہ پہلے بیضاوی شریف کے رکوع دو رکوع تبرکاً پڑھاؤ ۔ اس کے بعد کچھ شرح چغمینی بھی پڑھا دیا کرنا ۔ مگر حضرت شاہدولہ علیہ الرحمۃ کی طرف سے اجازت

نہ ہوئی۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن پنڈی سرہال ضلع کیمبل پور فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آپ حضرت شاہدولہ صاحبؒ کے مزار کے نزدیک مسجد کے حجرے میں دوپہر کے وقت سو رہے تھے۔ اور پاس شرح چغمینی اور دوسری زائچے کی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ کہ آپ نے خواب دیکھا۔ کہ ایک قدآور سیاہ رنگ جوان سامنے کھڑا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ کہ "شرح چغمینی اور زیچ کی کتابیں پڑھانے سے توبہ کرو ورنہ زمین کے ساتویں طبقہ کے نیچے اٹھا کر پھینک دونگا" یہ دیکھتے ہی آپ بیدار ہو گئے اور گھبرا کر طلبہ سے فرمایا کہ میں یہ کتابیں نہیں پڑھاؤنگا۔ ہاں مطول (عربی کی ایک مشہور کتاب) پڑھا دونگا۔ آپ نے پھر اس شخص کو خواب میں دیکھا کہ اس سے بھی منع کر رہا ہے۔ اس کے بعد ایک یا دو دفعہ اسی طرح کا خواب دیکھا۔ جس میں ایک صاحب جو شاید بابا عبداللہ (غازیؒ) ہوں گے۔ سخت غصہ میں آکر کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ مثنوی مولانا روم کو اور زیچ کو پھینک دو۔ اس کے بعد آپ نے طالب علموں کی صحبت ہی ترک کر دی۔ ایک عرصہ کے بعد حضرت شاہدولہ علیہ الرحمت کا یہ حکم ہوا۔ کہ مسجد میں امامت کرو۔ اور صحیح بخاری پڑھایا کرو۔ آپ کو امید ہوئی کہ اور بھی کچھ پڑھانے کی اجازت مل جائے گی۔ مگر یہ امید

بر نہ آئی۔ بلکہ ایک دوسری بہت بڑی بلا نازل ہوئی۔

فتح خاں کا حسد

وہ بلا یہ تھی۔ کہ ایک پٹھان فتح خاں نام آپ کی تشریف آوری سے پہلے حضرت شاہدولہ علیہ الرحمت کے مزار کے پاس مقیم تھا آپ کی طرف لوگوں کی التفات دیکھ کر سخت غضبناک ہُوا۔ جب کبھی آپ کو دیکھتا۔ اس کا غصہ بھڑکنے لگتا مگر آپ کچھ شیرینی لاکر اُسے دیا کرتے۔ اور بہت تواضع و مدارات سے پیش آتے۔ مگر وہ اپنی روش سے باز نہ آیا۔ ایک دن آپ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ اگر تم شاگردی اختیار کرتے ہو تو صلح کرتا ہوں۔ ورنہ جنگ کرونگا۔ آپ نے اس خیال سے کہ صلح ہی بہتر چیز ہے۔ قرآن شریف لے کر سورۂ کہف اُس سے پڑھنی شروع کی۔ یہ تواضع دیکھ کر کچھ دنوں تو وہ خاموش رہا۔ مگر حسد و غصہ کے بھوت نے پھر ہنگامہ بپا کردیا۔ اور جہاں مقیم تھا۔ وہاں سے اُٹھ کر حضرت شاہدولہ کے پائیں چلا گیا۔ وہاں بھی ہر شب عصا زمین پر مارتا۔ اور کہتا۔ برائے آوان جنا برلئے کا ترجنا تیاری میکنم۔ یہ دیکھ کر آپ کا اضطراب بڑھتا جاتا۔ ایک شب اسی مسجد کے دروازہ پر جہاں آپ مقیم تھے۔ یہ شخص آیا۔ اور کہنا شروع کیا۔ کہ آج آوان جنے کو ضرور مارونگا۔ ایک شخص نے آپ سے کہا۔ کہ آج اس

مسجد میں نہ آئیے گا ورنہ فساد ہوگا۔ پس رات آپ نے ایک کوئیں پر بسر کی۔ سحر کے وقت حضرت شاہدولہ علیہ الرحمت کی طرف سے بھی اسی طرح کا اشارہ ہوا اور ملتان جانے کا حکم ہوا۔ دو تین شب اور آپ نے گجرات میں قیام فرمایا۔ سفر کے لئے کچھ روپے قرض لے اور پیدل ملتان روانہ ہوئے۔

ملتان کا دورہ } پہلی منزل کامونکی میں کی۔ اور تیسری شب لاہور میں حضرت داتا[1] گنج بخش کی خانقاہ میں گزری۔ اور چوتھی شب کو صاحب کلاں کی زیارت کی۔ وہاں سے آپ ریل پر سوار ہو کر ملتان

---

[1] داتا صاحبؒ کا اصل نام علیؓ۔ باپ کا نام عثمان اور مولد غزنی ہے والدہ غزنی محلہ ہجویر میں اور والد محلہ جلاب میں رہتے تھے۔ اس لئے ہجویری اور جلابی کہلاتے ہیں۔ ۴۳۱ھ سلطان مسعود بن محمود غزنویؒ کے عہد میں لاہور تشریف لائے اور تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا۔ چونتیس سال تک یہ کام سرانجام دیکر ۴۶۵ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور لاہور ہی میں دفن ہوئے سلطان مسعود بھی مزار کی زیارت کے لئے لاہور آیا ہے ۵۸۰ھ میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے مزار پر حاضر ہو کر چلہ کشی کی تھی اور بابا فریدؒ شکر گنج اور کئی دیگر اولیاء بھی آپ کے مزار پر معتکف ہوئے ہیں۔ اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(شہید)

روانہ ہوئے۔ سردی سخت تھی۔ آپ بیمار پڑ گئے۔ اوڑھنے بچھونے کو کچھ نہ تھا۔ ملتان پہنچ کر اس مسجد میں قیام فرمایا جہاں مولوی عبدالرحمن درس دیا کرتے تھے۔ لوگوں نے کچھ طعام اور جامہ اوڑھنے بچھانے کا انتظام کیا عشاء کی نماز کے بعد جب آپ حجرہ میں تشریف لے گئے۔ تو حضرت غوث بہاؤالحق والدین[1] سپاہیانہ لباس میں نظر آئے۔ اور آپ سے باتیں شروع کیں۔ پہلی نظر میں حضرت صاحبؒ نے نہیں پہچانا۔ بعد میں جب آپ نے اپنا نام بتایا۔ تو پہچانا۔ حضرت غوث علیہ الرحمت نے ایک بڑے حجم کی کتاب عطا فرمائی۔ اور کہا "یہ راہِ حق ہے" پھر دو بڑے آم دیئے۔ کہ یہ خاص ملتان کا تحفہ ہے۔ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت فرماتے تھے۔ کہ ان آموں سے مراد سورۂ یوسف اور سورۂ یٰسین تھی۔ اس کے بعد

---

[1] شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد پندرہ سال تک تدریس و تعلیم میں مشغول رہے۔ ستر علماؤ فضلا روزانہ آپ سے مستفید ہوتے تھے۔ حج سے واپسی پر آپ بغداد میں شیخ شہاب الدینؒ سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے مرید ہوئے اور بہت بلند مدارج تک پہنچے۔ آپ کی پیدائش (۵۶۵ھ یا ۵۶۶ھ) میں ہوئی۔ آپ کا مزار ملتان میں مرجع خاص و عام ہے آپ کے بعد آپ کے بیٹے صدرالدین مسندِ ارشاد پر بیٹھے رحمت اللہ تعالےٰ علیہما (شہید)

حضرت غوث علیہ الرحمت نے رخصت فرمایا۔ گاڑی میں سوار ہوئے تھے۔ کہ ایک سہ دری مسجد میں حافظ صاحب راجووال[1] کھڑے نظر آئے۔ وہاں یہ امر ذہن میں آیا۔ کہ ابھی حضرت شاہ رکن الدینؒ نوری کی اور حضرت شاہ شمسؒ کی زیارت باقی ہے۔ یہ دونو زیارتیں کرنے کے بعد خیال آیا۔ کہ اتنی محنت اور تکلیف سے یہاں پہنچے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ حاضری نامکمل یا ناپسند رہ جائے۔ لہذا پختہ رخصت حاصل کرنی چاہیئے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ آپ کے جوتے مسجد سے باہر رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس سے آپ کو رخصت کا یقین ہو گیا۔ اور صبح کی نماز پڑھ کر جھنگ اور چنیوٹ کے راستے پیدل روانہ ہوئے۔ اور گیارہویں روز گجرات پہنچے۔

گجرات کی واپسی دسویں روز جب آپ گوئیکی پہنچے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بابا صاحب ملتانی حضرت غوث علیہ الرحمتہ کے کہنے سے بابا شاہدولہ علیہ الرحمتہ نے فتح خاں پٹھان کا تمام سامان خانقاہ کے باہر پھینکوا دیا ہے۔ اور آپ سے کہا کہ ہم نے

---

[1] ۔ راجووال آران شریف سے مغرب کی طرف آٹھ دس میل کے فاصلے پر ایک موضع ہے۔ وہاں ایک حافظ صاحب رہا کرتے تھے۔ جو بہت نیک اور درویش صفت آدمی تھے۔ (رشید)

افغانی کا تمام سامان باہر پھینکوا دیا۔

پیرو مرشد کا آخری سلام

گجرات میں ابھی آپ نے چند ہی روز قیام فرمایا تھا۔ کہ ارشاد ہوا۔ کہ صوات شریف اپنے پیرو مرشد کی زیارت کو جاؤ۔ یہ وہی سیدو شریف کا دسواں سفر تھا۔ جو آپ نے ۱۲۹۰ھ میں کیا۔ جس میں حضرت اخوند صاحبؒ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ مولوی لوگوں کو راہِ حق بتاؤ۔ گویا اس طرح اپنا خلیفۂ مجاز بنایا تھا۔ اس سفر کا حال گذشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے۔ جب بعد مراجعت آپ وطن پہنچے۔ تو چالیس روز تحیّر و بیقراری میں گزرے اور تپ و بیماری کا غلبہ رہا۔ جب کچھ افاقہ ہوا۔ تو آپ گجرات آئے۔ اب تپ بالکل نہ تھا۔ مگر حضرت شاہدولہؒ کے استغنا و بے التفاتی کی وجہ سے بے چینی بڑھتی گئی۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ خفگی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ میں پریشان تھا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ لیکن کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ آخر خیال آیا۔ کہ اب کے میں گھر سے نیا جوتا پہن کر آیا ہوں۔ شاید خفگی کا یہی باعث ہے۔ یہ خیال آتے ہی وہ جوتا اتار کر میں نے دربار کے کسی چوہے[۱] کو دے دیا۔ اس سے خفگی کچھ کم تو ہوئی

---

[۱] وہ آدمی جن کے سر بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور لوگ بطور منت شاہدولہ صاحبؒ کی خانقاہ پہ چھوڑ آتے ہیں۔ (رشید)

مگر کلی طور پر زائل نہ ہوئی۔ آخر میں نے سجادہ نشینوں کے گھوڑوں کی لید سر پہ اٹھائی۔ میرے کپڑے نجاست آلودہ ہو گئے۔ جو آدمی وہاں موجود تھے۔ وہ میرا احترام کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے اس کام سے باز رکھنا چاہا۔ اور دل میں خیال کرنے لگے۔ کہ یہ کس قدر اچھے آدمی تھے۔ مگر ان کے دل و دماغ میں نہ معلوم کیا بات سما گئی ہے ان کا یہ تاسف کرنا محض اسکا مصداق بنا ؎

اے کہ آگاہ نۂ حالتِ درویشاں را
تو چہ دانی کہ چہ سودا بسر است ایشاں را

اور وہ آپ کے حال کو نہیں جانتے تھے۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ "میں نے انہیں جھڑک دیا۔ اور اپنے خیال کو عملی جامہ پہنا کر چھوڑا"۔ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ غیر معمولی خفگی جاتی رہی۔ اور مہربانی و عنایت کے آثار ظاہر ہونے لگے

معترض کی تسلی مولوی غلام احمد صاحب ساکن باہر وال جو آپ کے عزیزوں میں تھے۔ اور علم کے سلسلے میں آپ سے کسب فیض کرتے رہے۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں گجرات آیا۔ اور نماز سے فارغ ہو کر ایک درس میں شامل ہوا جو ایک اہلحدیث مولوی دے رہے تھے۔ صاحب درس نے فرمایا۔ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ من فی القبور۔ یعنی آپ انہیں جو قبروں میں ہیں۔ کچھ نہیں سُنا

سکتے۔ مولوی صاحب مذکور نے کہا کہ میں نے سوال کیا کہ یہ آیت کفار سے متعلق ہے۔ صاحب درس نے فرمایا کہ آیت بے شک کفار سے متعلق ہے۔ لیکن کفار مشبہ اور من فی القبور مشبہ بہ ہے۔ اور وجہ مشبہ دونوں میں عدم سماعت ہے۔ پس تشبیہ میں جو چیز مشبہ کے لئے ثابت کرنا منظور ہو۔ اس کا مشبہ بہ میں پایا جانا ضرور ہے۔ خواہ بہ حثیتِ بعض ہی ہو۔ مولوی غلام احمد صاحب یہ سُن کر چپ ہو گئے۔ اور جب قاضی صاحبؒ سے ملے۔ تو مندرجہ بالا مسئلہ سوال و جواب سمیت آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے سُن کر فرمایا۔ کہ میں بھی من فی القبور کی سماعت کا قائل نہیں۔ کیونکہ وہ ہڈیوں کے ڈھانچے کے بغیر کچھ نہیں۔ میرا حق تو اس چیز سے ہے جو غیر فانی ہے۔ اور اس کا تعلق خواہ کم سے کم ہی سہی اپنے فانی اجسام کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ جو ان قبور میں موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم قبروں کی زیارت کر جاؤ۔ تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْر کہا کرو۔ السلام علیکم کے مخاطب من فی القبور نہیں۔ بلکہ وہ ارواح ہیں۔ جو اجسام کی قبود سے آزاد ہو کر اپنے مفوضہ کاموں کی انجام دہی میں پہلے سے بھی زیادہ طاقت ور ہو گئی ہیں۔ اس مسئلہ پر آپ نے اس قدر روشنی ڈالی کہ مولوی صاحب کی تشفی

ہو گئی اور بالکل مطمئن ہو گئے۔

آپ اپنے ارادتمندوں میں سے مریدوں کو کشفِ قبور } جن کو چاہتے انہیں بھی قبروں پر جا کر فیض حاصل کرنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن مرحوم ساکن پنڈی سرہال بیان فرماتے تھے۔ کہ آپ نے مجھے ایک وظیفہ بتایا۔ اور اپنے گاؤں کے گردو نواح کی کسی پرانی قبر پر حاضر ہو کر پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں وہ وظیفہ حسب ہدایات ایک پرانی قبر پر پڑھتا رہا۔ اسی دوران میں مجھے یہ آواز آئی۔ کہ ہم تمہاری دعوت کریں گے۔ دعوت یہ ہوئی۔ کہ کچھ عرصہ بعد مجھے زراعت کے لئے کچھ زمین مل گئی۔ یہ واقعہ میں نے حضرت صاحب قدس سرہٗ کے گوشگزار کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ قبر پر جا کر کہنا۔ کہ اے بھلے آدمی! دعوت میں صرف روکھی روٹی ہی تو نہیں ہوتی۔ بلکہ کچھ نانخورش بھی ہوتا ہے۔ اس پر بھی میں نے حسب ہدایات عمل کیا۔ اور مجھے پہلی زمین کے علاوہ کچھ چاہی زمین بھی مل گئی۔ اور میری گزران فراخی سے ہونے لگی۔ اس کے علاوہ کئی دیگر اصحاب بھی مختلف رنگوں میں ارواح سے مستفید ہوئے۔

د مولوی نیاز محمد خاں صاحب وکیل جالندھر اور ٹرسٹی ایم۔ اے۔ او کالج علیگڑھ غریب نواز کے بہت

مقرب سنگی تھے۔ اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ غم نے دل کو دبا لیا۔ مرحومہ سے روحانی تعلق قائم کرنے کی درخواست کی۔ شیخ کریمؒ نے منظور فرمالی۔ پھر تو ان کو کشف القبور میں اتنا ملکہ ہوگیا کہ چلتے چلتے اہل مزارات سے اشارے کنائے ہو جاتے تھے۔ فرمانے لگے۔ میں آدم پور کی مجلس سماع کی شرکت کے لئے جا رہا تھا راستے میں حضرت بابا گپتی شاہ نوشاہیؒ کا مزار پڑا۔ سلام کیا۔ ارشاد ہوا "مارو کا سے کتے کو ڈنڈا۔" مفہوم سمجھ نہ آیا۔ چلتے گئے۔ مجلس سماع جمی۔ اتفاقاً ایک شخص مجذوب کا سا حلیہ بنائے کچھ پی کر آنکھیں سرخ کئے کالا کمبل اوڑھے مجلس کے عین وسط میں آ بیٹھا۔ اور اوا توا بولنے لگا۔ خانصاحب نے پہلے تو تحمل و تامل سے کام لیا پھر یکایک اپنا موٹا ڈنڈا اٹھا اس شخص پر برس پڑے حتیٰ کہ وہ بھاگ نکلا۔ فرمانے لگے اسی کی طرف صاحب مزار نے ایما فرمایا تھا۔ اس کے بعد کبھی کسی نے مجلس سماع کے آداب کی خلاف کسی حرکت کی جرأت نہیں کی۔

سائیں مراد بخش صاحب غریب نوازؒ کے ایک خلیفہ تھے کسی نے ان کا کشف آزمانے کے لئے موضع دھوکڑی میں جہاں ان کے چند مرید تھے ایک خاکروب کی قبر پر بٹھا دیا۔ تھوڑے سے مراقبے کے بعد ناراض

ہو کر اٹھ آئے اور اصرار کرنے پر بتایا کہ مجھے تو اس قبر میں کوئی بزرگ نظر نہیں آیا۔ پہلے آندھی سی چلی گردو غبار پھیلا پھر ایک عورت جھاڑو ہاتھ میں لئے آ نکلی۔ غریب نوازؒ کے بعض مریدوں کے کشفِ قبور کے واقعات بہت مشہور ہیں۔

اہل مزار کا آنا یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ صرف آپ ہی مزارات پر نہیں جاتے تھے۔ بلکہ اہل مزارات کی ارواح مقدسہ بھی آپ کے پاس آ کر اپنا اور دوسرے مزاروں کا پتہ دیتی تھیں اور حاضری کے لئے بھی مشورہ دیتیں۔

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ کہ آخری ایام میں جب حضرت صاحب قدس سرہ پر بیماریوں کا غلبہ تھا۔ اور کمزوری انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ حضرت صاحب قدس سرہ نے پالکی برداروں کو حکم دیا کہ مجھے گجرات لے چلو۔ پالکی بردار تعمیل حکم کرتے ہوئے پالکی تو لے آئے۔ لیکن آپ کی بیماری اور کمزوری کے پیشِ نظر آپ کا سفر پر جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور مجھ سے کہنے لگے۔ کہ آپ حضرت صاحب قدس سرہ کی خدمت میں التجا کر کے انہیں سفر سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزارش کی۔ کہ اس حالت میں آپ کا سفر پر جانا

خطرے سے خالی نہیں۔ آپ کو الگ تکلیف ہو گی۔ اور ہمیں جو آپ کے وابستگان دامن ہیں۔ الگ تشویش فکر مندی اور ذہنی کوفت ہو گی۔ لیکن آپ نہ مانے۔ آخر میں نے مزید جرأت سے کام لے کر عرض کی۔ اب جب کہ آپ چلنے پھرنے بلکہ ہلنے جلنے سے استقدر معذور ہیں۔ کہ دوسروں کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ تو یہ روحانی بزرگ آپ پر اس قدر مہربانی بھی نہیں کرتے۔ کہ آپ کو حاضر ہونے سے مستثنیٰ کر دیں۔ بجائے اس کے کہ آپ ان کے پاس جایا کریں، وہی آپ کے پاس آ جایا کریں۔ کیونکہ مادی قیود سے آزاد ہونے کے باعث ان کے نزدیک زمان و مکان کے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اس طرح آپ کو بھی تکلیف نہ ہو گی۔ اور باریابی بھی قسمت میں ہو جائیگی۔ آپ یہ سن کر بے ساختہ ہنس پڑے۔ اور پالکی واپس اٹھائے جانے کا حکم دیا۔

عبداللہ شاہ غازی قاضی غریب نواز صاحبؒ فرماتے تھے۔ کہ ۱۲۸۲ھ میں جب میری طالب علمی کا زمانہ تھا۔ میں نے کھڑی شریف ضلع میرپور (آزاد کشمیر) میں حضرت عبد اللہ غازی علیہ الرحمت کی زیارت کی تھی۔ مگر اس کے بعد کچھ حال نہیں کھلا حتیٰ کہ ۱۲۹۰ھ میں جب حضرت شاہدولہ صاحبؒ کے

دربار کی حاضری شروع ہوئی۔ اور مزاراتِ قدیمہ وجدیدہ کی زیارتوں کے لئے دورے شروع ہوئے۔ اور کھڑی جانا ہوا۔ تو حضرت پیرے شاہ غازی علیہ الرحمت کا فیض نمایاں ہوا۔ اور ۱۳۰۲ھ سے جب دورے بڑھنے لگے۔ اور ملتان، پشاور اور سوات شریف تک ایک طرف اور علاقہ پوٹھوہار، دھنی اور اس کے قرب وجوار مثلاً پنڈی، بھیرہ، ملحقات لاہور۔ شاہ مقیم۔ شیر گڑھ کلانور، بٹالہ اور موضع مسانی تک دوسری طرف وسیع ہوئے۔ اور شروع ۱۳۰۷ھ میں جاکر تمام ہوئے۔ تو پیرے شاہ غازی علیہ الرحمت پورے طور پر ظاہر و نمایاں ہوئے۔ اور پرانی نشانیاں یاد دلائیں۔ ایک جگہ حضرت صاحب قدس سرہٗ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ کو تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ملتان اور پشاور کے دور دراز دوروں کے ختم ہونے کے بعد چودہویں صدی کے ابتدائی ساتویں برس سے اس مسکین کے کاموں کے متکفل صاحبؒ گجرات اور حضرت جدّ امجد عبد اللہ غازیؒ ہوئے حضرت صاحب کے یہ دورے صرف پنجاب و سرحدی اضلاع تک محدود نہ تھے۔ آپ نے دہلی، پانی پت، پیرانِ کلیر شریف اور اجمیر شریف کا بھی سفر کیا۔ چنانچہ آپ مولوی عبدالقادر صاحبؒ لاہوری (یہ حضرت صاحبؒ کے پرانے ارادتمند تھے) کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ۲۶ رمضان

کر دہلی پہنچا تین شب یہاں قیام کر کے ۲۹ ر رمضان کو زوال کے وقت سوار ہو کر عید کے روز صبح سے قبل بخیریت اجمیر پہنچا۔ انشاء اللہ کل دو شنبہ کو نصف شب کے بعد پانی پت کی طرف واپسی ہو گی۔ غالباً یہ سفر ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۵ء کے درمیان کے ہیں۔

باز گو از نجد[1] گجرات میں دوسرا سال پہلے سال سے ذرا کم سخت گزرا۔ پھر بھی اتنی بلاؤں، مصیبتوں اور شدتوں کا سامنا ہوا۔ کہ الامان والحفیظ۔ مولوی عبدالرحمٰن مرحوم ساکن پنڈی سرہال فرماتے تھے۔ کہ حضرت شاہدولہؒ کے مزار مبارک پر حاضری دینے کے بعد تین سال تک یہ عالم رہا۔ کہ کسی شخص سے جو آپ کے گاؤں کا ہوتا۔ بات چیت کرنے کا حکم نہ تھا۔ اور اہلِ مزار کی طرف سے سخت بے التفاتی اور بے اعتنائی وقوع پذیر ہوتی تھی۔ ..... لیکن

حافظ جناب پیر مغاں جامن وفاست
من ترک خاکبوسیٔ ایں در نمی کنم

مولوی عبدالرحمٰن مرحوم ساکن پنڈی سرہال ضلع کیمبل پور فرماتے تھے۔ کہ حضرت شاہدولہ صاحبؒ کا حکم تھا

---

[1] ترجمہ نجد کے متعلق پھر بات شروع کرو۔ نجد لیلیٰ کا وطن ہے یہاں مراد دربارِ حضرت شاہدولہ صاحب علیہ الرحمۃ ہے۔

کہ اپنی مزدوری کا کھانا کھاؤ۔ چنانچہ آپ درود مستغاث لکھ کر فروخت کرتے۔ اور اپنے لئے قوتِ لایموت کا انتظام کرتے۔

حضرت شاہدولہ کے مزار پر روزانہ چالیس پارے کھڑے ہو کر پڑھتے۔ قرآن پاک کے چالیس پارے روزانہ پڑھنے کی نوبت بتدریج آئی۔ یعنی ایک روز گیارہ پارے پڑھے۔ پھر چند روز بعد پندرہ کر دیئے پھر بیس کئے۔ پھر پورا قرآن پاک پھر اس پر پانچ اور پھر دس اور بڑھائے۔ اس طرح پورے چالیس پارے کھڑے کھڑے پڑھتے تھے مولوی غلام محمدؐ صاحب ساکن طاہر ضلع گجرات فرماتے ہیں کہ ایک مجاہدے میں آپ چالیس چالیس پارے روزانہ اس طرح پڑھتے تھے کہ لب بند رہتے اور زبان تالوسے لگی رہتی۔ پھر کچھ عرصہ بعد اسی ترتیب اور مقدار سے کم کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پانچ پارے روزانہ کی نوبت آ گئی اس طریق تلاوت میں نو مہینے لگے۔ زانو تک پاؤں پہ ورم آ گیا۔ پھر عادت سی پڑ گئی۔ حضرت قاضی عزیب نواز صاحبؒ خود فرماتے تھے کہ اس لزوم سے مجھے جمعہ کے دن چھٹی ہوا کرتی تھی۔ مگر چھٹی کے دوران میں طبیعت پر بے آرامی اور کسالت سوار ہو جاتی تھی۔ جب ہفتے کے دن پھر وظیفہ کام شروع کرنا ہوتا۔ تو

طبیعت بحال ہو جاتی - اور مقررہ کام پر پوری توجہ سے آمادہ ہو جاتی - مغرب کے نفلوں میں سورہ یوسف اور سورۂ یٰسین لازمی ہو گیئں - نیز کبریتِ احمر - درود مستغاث - حزب البحر یا حزب الاعظم کا وظیفہ شروع ہوا - پھر عرصہ کے بعد دلائل الخیرات اور قصیدہ بردہ (بوبصیری) اور دوسرے اور وظائف بھی اضافہ ہوئے یہ تمام وظائف اور قرآن کھڑے کھڑے پڑھنا پڑتا تھا - اگرچہ یہ اپنی جگہ بڑی ریاضت تھی - مگر پہلے سال کے مقابلہ میں کم تھی - اور اس میں ایک گونہ لذت بھی ملتی تھی -

سیالکوٹ کی حاضری جب ان وظائف کو نو مہینے گزر گئے - تو سیالکوٹ جانے اور حضرت سیدا[1] صاحب اور حضرت امام[2] صاحب رحمت اللہ علیہا کی زیارت کرنے کا ایما ہوا - سردی کا موسم تھا - کنوئیں کے پانی کے سوا اور کوئی چیز کسی

---

[1] حضرت سیدا (سیدن) صاحبؒ سے حضرت شاہدولہ نے خاندان سہروردی کا فیض حاصل کیا - حضرت سیدا صاحب کا مزار سیالکوٹ میں ہے -

[2] حضرت امام علی الحق صاحبؒ کا مزار بھی سیالکوٹ میں ہے - آپ بہت بلند مرتبہ بزرگ ہیں - اور بڑے بڑے بزرگوں نے آپ کے مزار پر حاضری دی اور فیض حاصل کیا ہے (شہید)

سے مانگنے کی اجازت نہ تھی۔ سفر میں جم کر ٹھہرنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ مشکل سے دو تین راتیں گزرتیں۔ کہ آواز آتی "سفر کی تیاری کرو" سیالکوٹ سے آنے جانے میں دریائے چناب عبور کرنا پڑتا تھا۔ بہر حال ان تمام تکالیف اور صعوبات کے بعد آپ دوسری شب سیالکوٹ پہنچے اور سیدا صاحبؒ اور امام صاحبؒ کے مزاروں کی زیارت فرمائی۔ ابھی رات ہی گذرنے پائی تھی۔ کہ گجرات واپس آنے کا حکم ہوا۔ آپ جلالپور جٹاں کے قریب دریا پار کرکے زنگڑا[1] اور بھوچھیڈ[2] پہنچے۔ کیونکہ وہیں رات بسر کرنے کا اشارہ تھا۔ غرضیکہ کم و بیش تین ماہ تک اس دورہ کا سلسلہ قائم رہا۔

نوگزی قبریں } اس دورہ کے کچھ مدت بعد آپ نے شیخ چرگانی۔ شیخ سلمان صاحب۔ ملھو کھوکھر اور صاحب موٹا کے مزارات کی زیارت کی۔ اس کے بعد نجان، چھمب، دیوہ (وٹالہ) بیلہ اور گوجر کے علاقہ میں بہت سی نوگزی[3] قبروں کی زیارت کی جیسا کہ طاہر اور کیر انوالہ میں ہیں۔ ان سب میں صاحب موٹا کی زیارت سے آپ کو بہت مسرت ہوئی۔ یہاں اکثر آپ آتے جاتے رہے۔ یہاں آنے سے یہ ہوا۔ کہ خوراک و لباس

---

[1] [2] یہ دونو گاؤں ہیں۔ اور آوان شریف سے جنوب کیطرف چھ سات میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ (شہید) [3] نوگزی (لمبی) قبروں والے بزرگ بہت قدیم۔ (باقی صفحہ ۱۶۲)

پر جو پرہیز اور پابندیاں تھیں۔ سب اٹھا لی گئیں۔ اور بقدر ضرورت استعمال کی اجازت مل گئی۔ یہ آواز کانوں میں آئی قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق (اعراف رکوع ۴) (کہو کس نے پاکیزہ کھانوں اور زینتوں کو حرام کیا۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں)

پیر لنگر[1] کے مزار پر جو موضع کل میں ہے۔ اب آپ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۱) زمانہ کے ہیں۔ ان میں سے اکثر انبیائے بنی اسرائیل کی اولاد میں سے ہیں۔ خط کشیدہ الفاظ دیہات کے نام ہیں۔ جہاں ایسی قبریں واقع ہیں۔ موضع متصل ٹانڈہ ضلع گجرات میں ایسی ہی ایک قبر ہے۔ صاحب قبر کا نام نقیب طوش بیان کیا گیا ہے۔ نجان متصل مناور میں نوگزا مزار ہے۔ صاحب مزار کا نام سلطان فینوش ہے۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ موضع چھمب میں فلسانوش کا مزار ہے۔ وہ بھی یوسفؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ دیوہ میں سلطان صلوادوش کا مزار ہے۔ جو حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ وٹالہ میں نوگزا مزار ہے۔ صاحب قبر کا نام ہرشیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مناقب محمودی جلد اوّل صفحہ ۱۹۲ تا صفحہ ۱۹۶ و جلد سوم صفحہ ۶۴۹ تا صفحہ ۶۵۲۔

[1] مزار کا نام پیر لنگر ہے۔ اور صاحب مزار کا نام حمیالان ہے کہتے ہیں کہ آپ ہارونؑ کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے آپ سے بہت زیادہ روحانی فیض حاصل کیا۔ آپکا مزار موضع کل میں ہے۔ آوان شریف سے تقریباً ایک میل (جنوب) کے فاصلے پر واقع ہے

نے جانا شروع کیا۔ یہاں کچھ علم پڑھانے کی اور چند طالب علموں کو بھی ساتھ رکھنے کی اجازت مل گئی۔ اس شرط پر کہ حاضری میں نقص واقع نہ ہو۔ چنانچہ مزار کے پاس حاضر ہو کر چادر نیچے بچھاتے۔ اور خاموش زمین پر ایک کروٹ پر لیٹ جاتے۔ کسی سے کلام نہ کرتے اور عصر کی نماز پڑھ کر مزار مبارک کے متصل تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے عرض کیا۔ کہ کوئی کار خدمت سپرد فرمایا جائے چالیس روز کے بعد آواز آئی۔ کہ اس مزار کی اور دوسری نوگزی قبروں کی مرمت کرو۔ یہ کام آپ نے فوراً شروع کر دیا۔ یہاں آپ نفلوں میں بہت لمبی لمبی سورتیں پڑھتے۔ اور بعض آیات کثیر تعداد میں پڑھتے مثلاً آیۃ الکرسی اور آیۂ نور سو سو بار سے کم نہ ہوتی پھر کبریت احمر کبھی زیادہ پڑھتے۔ لیکن جب حاضری کا وقت آتا۔ تو سب کچھ ختم ہو جاتا۔ اور پورا اطمینان ہوتا نو ماہ تک یہی عمل رہا۔ اس کے بعد سوائے بابا پیر لنگر کے مزار کی حاضری کے اور کوئی شرط باقی نہ رہی۔

نوازشات } عروۃ الوثقیٰ میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شاہدولہ کے حضور سے جب سیالکوٹ کی حاضری کا حکم ہوا۔ تو کم و بیش تین ماہ تک دوروں کا سلسلہ رہا۔ بڑی مشقتیں اور پریشانیاں برداشت کرنی پڑیں۔ آخر کار ایک دربار نور بار کی حاضری

متعین فرما دی گئی۔ جس کی ہوا عین رحمت اور نمناک ہمہ تن خیر و احسان تھی۔ آپ فرماتے ہیں، میں کیا کہوں اور کیا لکھوں کہ یہ کیسا ابر رحمت و سحاب مکرمت تھا۔ وہ میٹھے پانی اور ٹھنڈی ہوائیں جو حضرت صاحب صلوات علیہ الرحمت کے آستانۂ مبارک پر نصیب ہوتی تھیں گویا جنت سے یہاں بھی آکر چلنے لگیں۔ گویا فضا خود یوں نغمہ بار تھی۔

نسیم خلدمی وزد مگر ز جوئبار ہا
کہ بوئے مشک می دہد ہوائے مرغزار ہا

لیکن اتنی مشقتوں کے بعد کہ خدا نہ کرے کسی کو پیش آئیں۔ اور اتنی محنتوں اور غم و رنج کے بعد کہ خدا نہ کرے کسی کیلئے سننے میں آئیں۔ الحمد للہ۔ جو توجہ دوسروں کے لئے کوہِ جلال تھی۔ میرے لئے بحرِ زلال بن گئی۔ اور ہر صاحب قبر قدیم ہو یا جدید، حتیٰ کہ شیر مست و بشر برہنہ زبان صاحب گجرات[1] (جو کبھی نیم نگاہ سے بھی ادھر نہیں دیکھتا تھا۔ بلکہ غضبناک اور غضیلی نگاہ کے سوا کسی آنکھ سے دیکھتا ہی نہ تھا) بھی میرے حال پُر ملال پر اب قدرے توجہ فرمانے لگا اور قرب و جوار میں جو قدیم زمانہ کے بزرگوار تھے۔ مثلاً صاحبانِ شیخ چوگانی موٹا تخان۔ چھمب۔ دیوہ ٹبالہ۔ پیر سید کی، صاحب کرہ کلاں، پیر غیب صاحب آہی اور صاحبان کھرڑی۔ جہلم

---

[1] حضرت شاہ دولہ رح

پر ان - طاہر و صوفیکل کل مہربان ہو گئے - اور سیالکوٹ کے تمام بزرگواروں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر مجھ مشت خاک اور یتیم الحال کو آبِ زلال بخشنے لگے - حتیٰ کہ دور دور کے بزرگوار افغانستان سے لیکر ملتان تک اسی طرح نوازش و کرم فرمانے لگے - اور اب تک کہ بائیسواں سال تمام ہُوا ہے - سب کی وہی نوازش اور وہی طور و حال ہے - بلکہ بعض کی توجہ پہلے سے بھی زیادہ ہے توقع یہ ہے - کہ شاید رحمت کی ہوا چلے - اور ہم مردوں اور جلے بھنوں کو تازہ جان بخشے -

یہ سب گجرات کی برکت ہے - اور اُمید ہے - کہ وہ بادشاہ بیش از بیش توجہ فرمائے - حضرت شاہدولہؒ سخت ریاضتوں کو پسند کرتے تھے - ان کا ثمرہ یہ ملا کہ یا تو اس طرف صاحبِ گجرات کی ایک نیم نگاہ بھی نہیں اٹھتی تھی - یا اب نوبت یہ آئی کہ ایک موقع پر حضرت شاہدولہ صاحبؒ کے دَرِ بارِ دُربار پر رہتے ہوئے اٹھارہ دن گذر گئے - چوہدری الہ دین ساکن طاہر ضلع گجرات نے جو آپ کے ہمراہ تھے - عرض کیا - کہ اب کسی اور جگہ تشریف لے چلئے - آپ نے فرمایا - کہ حضرت شاہدولہ صاحبؒ مجھے اجازت نہیں دیتے - اور کہتے ہیں - کہ چالیس دعوتیں کھا کر جانا - اور ہر روز ان آدمیوں کے نام بتا دیتے ہیں - جن کی دعوت قبول کرنا منظور

ہوتا ہے۔ ایک دن تھا۔ کہ حضرت شاہدولہ صاحب رح
مجھے اندر گھسنے نہیں دیتے تھے۔ اب ایک وقت
یہ ہے کہ اپنے پاس سے جدا کرنا گوارا نہیں کرتے۔

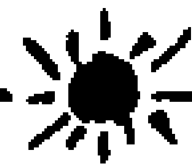
للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطرمی خواست
آخر آمد زپس پردۂ اسرار پدید

بابا صاحب گجراتی کے مزید التفات کے ذکر میں
یہی راوی ناقل ہیں۔ کہ آخر زمانہ میں حضرت قاضی صاحب
نے اپنی چار پائی کے پاس ایک اور چار پائی بچھانے
کا حکم دیا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضورؐ یہ
دوسری چار پائی کس کے لئے ہے۔ تو آپ نے
ارشاد فرمایا۔ کہ یہ بابا صاحب گجراتی کے لئے ہے
کیونکہ میں یہاں اکیلا ہوتا ہوں تو وہ تشریف لے
آتے ہیں۔ اگر دوسری چار پائی نہ ہو۔ تو پھر تکلیف
ہوتی ہے۔

• حال کے ایک اور قادری بزرگ کے خاص عبادت
خانہ میں بھی اعلےٰ درجے کے دو صوفے خالی دھرے
رہتے تھے۔ دریافت پر بتایا گیا کہ یہ تقلید ہے
حضرت سید بہاء الدین گیلانیؒ موسوم بہ شیخ بدر الہند
مرشد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی۔ گویا ارواح مقدسہ
کا صورت اختیار کر آنا غیر متوقعہ نہیں ...... کیفِ خلوت

بے صبح شبی خواہم کو را غمِ خود گویم
من گریم و او خندد و تنہا من و تنہا او

فائدہ:۔ اعتقاد و عمل کے لحاظ سے آپ مجسم شریعت تھے۔ عالم ارواح سے آپ کا بہت تعلق تھا یہی وجہ ہے کہ زندہ بزرگوں کی طرح آپ نے ان بزرگوں سے بھی بہت فیض اٹھایا ہے جو بظاہر جامۂ ہستی اتار کر دوسرے عالم میں اورنگ نشیں ہیں۔ اور یہ امر آپ کی زندگی میں مابہ الامتیاز تھا۔



نوٹ: دیکھئے آنحضرتؒ نے کس شفقت سے صاحبزادہ صاحب کو طفلی میں نماز کی عادت ڈالی۔

ایک دفعہ صاحبزادہ صاحب سے غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ پوچھا کیوں نہیں؟ کہا جی نہیں چاہتا۔ چند روز کے بعد حضورؒ نے یہی سوال کیا۔ اور انہوں نے بھی یہی ایک جواب دیا اس طرح کئی بار ہوا۔ حضورؒ نے فرمایا فرض ہی پڑھ لیا کرو۔ کچھ عرصہ بعد پھر آپ نے نماز کے متعلق پوچھا انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ جی نہیں چاہتا۔ فرمایا اچھا! صرف وضو ہی کر لیا کرو صاحبزادہ صاحب نے تعمیل ارشاد کی حامی بھر لی۔ بالآخر حضورؒ کی توجہ اور شفقت کا نتیجہ یہ ہوا کہ صاحبزادہ صاحب موصوف نماز کے پابند ہو گئے

۔کپتان محمد اسلم

ساتواں باب

ریاضت و مجاہدہ

زر حریم حسن بنوشتہ بخون
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنَّکُمْ لَا تُفْتَنُوْنَ (مثنوی معنوی)

مجاہدے و ریاضت } امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں۔ کہ ریاضت ایک بہت دشوار کام ہے۔ اور جان کو دشواریوں میں ڈالنا ہے۔ اس کا مقصد اخلاق ناپسندیدہ سے جو صفاتِ بہائم ہیں، نفس[1] کا تزکیہ کرنا اور اخلاق حسنہ سے جو صفاتِ ملائکہ ہیں متصف ہونا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

---

[1] نفس انسان کی وہ باطنی قوت ہے جو شہوات کا سرچشمہ اور وساوس شیطانی کا مرکز ہے۔ معاصی اور اخلاقِ سیئہ اسی کی تحریک و تحریص کے نتائج ہیں اس کی اصلاح مسلسل مجاہدات اور ریاضاتِ شاقہ سے ہو سکتی ہے اس کام کی ابتداء توبہ سے ہوتی ہے امتثال اوامر و اجتناب از نواہی اور اخلاق حسنہ پیدا کرنیکی کوششیں ہی اصلاح نفس کا ذریعہ ہیں۔ اور یہی تزکیہ نفس ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًاo (پڑھے جا۔ یاد کئے جا) اپنے رب کا نام اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف آ) بتتل سے مراد ہے ہر چیز سے ہاتھ دھو کر اپنے تئیں تمام تر اللہ جلشانہٗ کے حوالے کر دینا۔ اس کا ثمرہ یہ ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اِنَّهُ الْحَقُّ (اب ہم ان کو اپنے نمونے دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا کہ یہ قرآن اور حامل قرآن ٹھیک اور حق ہے) اس سے اپنی حقیقت اور دنیا و آخرت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اور معرفت[1] حق سبحانہٗ و تعالیٰ نصیب ہوتی ہے۔

---

[1] لغوی معنی شناخت ہیں۔ صوفیا کے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ علماء و فقہا صحتِ علم کو جو خدا سے متعلق ہے۔ معرفت کہتے ہیں۔ اور صوفیا صحتِ حال کو جو خدا سے متعلق ہے۔ معرفت کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صحتِ علم اور صحتِ حال دونو معرفت میں شامل ہیں۔ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے۔ کہ معرفت یہ ہے کہ تجھے کسی چیز پر تعجب نہ ہو۔ (المعرفة ان لا تعجب من شئ) کیونکہ تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے جب کوئی اپنے مقدور سے بڑھکر کام کرے۔ جب خدا تعالیٰ ہر کمال پر قادر ہے۔ تو اس کے فعل پر تعجب کیسا۔ ذوالنون مصری کا کہنا ہے۔ حقیقة المعرفة اطلاع الحق على الاسرار بمواصلت لطائف الانوار
ترجمہ:۔ اسرار پر اطلاع حق کا اس طرح واقع ہونا کہ انوار کے لطائف ہی متصل رہیں

ریاضت ہی سے اخلاقِ حسنہ[1] بنتے ہیں۔ اور دل کی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ "فی قلوبھم مرض" دل کی بیماریوں کا پہچاننا اور نفس کے عیوب سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس کا علم ہونا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور اس پر عمل کرنا ریاضت و مجاہدہ ہے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے من اراد الاخرۃ و سعی لہا سعیہا وھو مومن فاولئک کان سعیھم مشکورا (جس نے آخرت کا ارادہ کیا۔ اور اس نے پوری سعی دکوشش کی۔ اسکی سعی ٹھکانے لگے گی) اس میں جس سعی کی طرف اشارہ ہے وہی ریاضت ہے۔

(بقیہ حاشیہ ۱۶۹) معرفت کی حقیقت میں) شبلیؒ کہتے ہیں المعرفۃ دوام الحیرۃ (معرفت سے مراد حیرت دوام ہیں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (یعنی جسنے اپنے نفس کو پہچانا اسنے اپنے رب کو پہچانا۔) بایزیدؒ فرماتے ہیں ان تعرف ان الحرکات الخلق و سکناتھم باللہ (ترجمہ۔ جب تم یہ جان لو کہ خلق کے تمام حرکات و سکنات صرف اللہ عزوجل کے زیر فرمان ہیں) محمد بن واسع فرماتے ہیں۔ من عرف اللہ قل کلامہ و دام حیرتہ (جسنے اللہ تعالیٰ کو جان لیا اسکی باتیں کم اور حیرت مدام ہوجاتی ہیں)

[1] اخلاق ان عادات راسخہ کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ جو طبیعت ثانیہ بن جائیں اور انسان کے قول و فعل سے اکثر ان کی نمود ہو۔ اخلاق حسنہ

(باقی ص۱۷۱ پر)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ "لیمحص اللہ الذین اٰمنوا" یہ سب اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پاک و صاف کردے۔ پھر فرماتا ہے:"امحسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین" (اٰل عمران رکوع ۱۴) کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے درانحالیکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک معلوم نہیں کیا۔ ان کو جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں۔ اور معلوم نہیں کیا ان کو جو ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حسینی جواہر العشاق میں فرماتے ہیں۔ کہ "فقیر را بجمال جلال خویش می برد تا عارف گرداند۔ چوں عارف گشت۔ نزد وے ہر ذرہ جام جہاں نما است" یعنی خدا تعالیٰ فقیر پر اپنے جلال کا پرتو ڈالتا ہے تاکہ اسے (نفسانی کثافتوں سے پاک کرکے) عارف بنائے۔ جب وہ عارف

(بقیہ حاشیہ ص۱۸۰) کی شقیں ہیں (۱) ایک شق خدا سے تعلق رکھتی ہے اس سے امتثالِ اوامر اور اجتناب از نواہی مراد ہے۔(۲) دوسری شق مخلوق سے متعلق ہے۔اس سے یہ مطلب ہے کہ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کی جائے (۳) تیسری شق خود ذاتِ انسانی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس سے مدعا نفس اور شیطان کی مخالفت کرنا ہے۔ (تمہید)

۱؎ حاشیہ ص۱۸۲ پر)

بن گیا - تو پھر اس کے نزدیک ہر ذرہ جام جہاں نما ہے۔

مجاہدہ کی غائیت مجاہدہ کی غرض و غایت یہ ہے۔ کہ لقائے یار یعنی دیدار رب تعالیٰ کی استعداد پیدا ہو - حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری بہاری یہ فرماتے ہیں - کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نقطہ نبوت جو سب معصوم تھے - ابتلاءُ امتحان کی آگ سے گزرے ہیں - ہم تم بیچاروں کا کہاں شمار - شاہی و گدائی، تونگری و درویشی، صحت و مرض، نعمت و نقمت، سلامت و علت وغیرہ سب میں امتحان ہے اور اس لئے کہ اس کی بارگاہِ معلیٰ تک پہنچ سکیں - ایک سے کہا جاتا ہے کہ شکر ادا کر - دوسرے سے کہا جاتا ہے کہ تو صبر کر۔

(سلہ حاشیہ ملا) آپ کا نام سید محمدؒ اور لقب بندہ نواز گیسو دراز تھا - آپ حسینی سید تھے - آپ کی پیدائش رجب ۷۲۱ھ کو دہلی میں ہوئی - آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی طرف توجہ کی - اور حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے خرقہ خلافت حاصل کیا - آپ صاحبِ ہدایت وارشاد بزرگ تھے - متعدد اور بلند پایہ تصانیف آپ کی یادگار ہیں - اور اہلِ ذوق و شوق کی رہنمائی کر رہی ہیں - آپ نے بہت طویل عمر پائی اور دامنِ شریعت ہاتھ سے نہیں چھوٹا - آپکی وفات ذیقعدہ ۸۲۵ھ کو گلبرگہ شریف میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)

(شاہد)

تاکہ جو کچھ رب تعالیٰ کے علم قدیم میں ہے۔ بندہ کے فعل سے ظہور میں آئے۔ اور مطیعوں کو ثواب ملے۔ اور نافرمانوں کو عتاب ہو۔

آغازِ مجاہدات } حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کے مجاہدے حقیقتاً طالب علمی ہی کے زمانہ سے شروع ہو جاتے ہیں۔ ذرا تصور کرو کہ ایک شریف زادہ پروردۂ نعمت علم کی تلاش میں کہاں کہاں جاتا ہے۔ اور کس کس مصیبت سے ٹکراتا ہے۔ جہاں کسی عالم متبحر کا نام سنتا اُس کے پاس جاتا اور تحصیل علم کرتا ہے۔ نہ کھانے کی پروا کرتا ہے۔ نہ سونے کی۔ نہ پہننے کا خیال ہے۔ نہ اوڑھنے کی فکر۔ ان سب علائق کو پس پشت ڈالتا۔ مردانہ وار وادیٔ پر خار میں قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اس کے ایک جانب علم کا شوق ہے اور دوسری طرف عمل کا ولولہ ہے۔ یہ انہماک و فنائیت خود اپنی جگہ ایک مجاہدۂ عظیم تھی۔

جب علم ظاہر کے لئے سرگردانی ختم ہوئی۔ تو علم باطن کے حصول کے لئے الگ ٹھوکریں کھانی پڑیں حضرت صاحب قدس سرہٗ کے سفر صوات شریف کے احوال تم اوپر پڑھ چکے ہو۔ ان سے کچھ مشقتوں اور سختیوں کا اندازہ کر سکو گے۔ مثلاً کس طرح سخت گرمی میں راتوں کو سفر کرتے اور دن کو کسی مسجد

میں قیام کرتے - پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے - اسی حالت میں ایک ندی عبور کرنی پڑی - آبلے ٹوٹ کر ایک زخم بن گئے - بخار آگیا - کفِ پا سے پیپ اور لہو بہتا رہا - لیکن آپ اپنے عزم اور دھن پر قائم رہے - اور کہیں بھی پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی - یہ سخت منزلیں طے کرنا، اور ایک خیال میں مگن رہنا - نہ ادھر دیکھنا نہ اُدھر دیکھنا اور تکالیف کے ہجوم میں بھی ایک ہی راستے پر چلتے رہنا - معمولی آدمی کا کام نہیں - اور نہ یہ معمولی ریاضت ہے - ؎

من بہ ہر دشواریٔ منزل خوشم
تا زِخم سوزش بماند دلخوشم (مثنوی صمدانی)

یہ سب عشق کی کرشمہ سازیاں تھیں - جو کوہ کوہ، دریا دریا پھراتی رہیں - آپ خود فرماتے ہیں - کہ حضرت صاحب صواتؒ کو دیکھے بغیر اور ان کا کلام مبارک بالمشافہ سنے بغیر چین نہیں پڑتا تھا - اور سخت بے آرامی رہتی تھی - پھر جب گجرات کی حاضری کا حکم ہوا - اور دربار ذربار حضرت شاہدولہؒ حاضر ہوئے تو جسمانی مشقتوں میں جو زیادتی ہوئی - وہ تو ہوئی - مگر روحانی تکلیفیں بہت بڑھ گئیں -

ریاضت سے حاصل } توکل، رضا، تواضع، محبت اور

شوق وغیرہ سب صفات مسلسل ریاضت سے پیدا ہوتی ہیں - پیر نفسانی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے مثالی نسخے تجویز کرتا ہے اور مرید میں صفات حسنہ پیدا کرنے کے لئے موزوں تدابیر اختیار کرتا ہے - ایسا کرنے سے مرید کی طبیعت میں بیزاری پیدا نہیں ہوتی اور روز بروز شوق بڑھتا رہتا ہے - اور اس کا حوصلہ بلند رہتا ہے، اور انجام کار اُسے فنا فی اللہ اور لقا باللہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے -

نفس کو مارنا} حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی[۵] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ ہم راحت وسرور آسودگی و خوشی، امن و آرام اور نازو نعمت کے طلبگار ہیں

---

[۵] حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنی اور حسینی سید تھے - ۴۷۱ھ میں گیلان میں پیدا ہوئے - آپ کی وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی آپ کا مزار مبارک بغداد شریف میں ہے اور مرجع انام ہے - آپ کو علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا - آپ متعدد کتب کے مصنف اور صاحب کراماتِ کثیرہ ہیں - طریقۂ عالیہ قادریہ آپ ہی سے منسوب ہوا ہے - آپ اپنے زمانہ میں بے مثل و یکتا تھے - اور امام المسلمین تھے - آپ کے مناقب حدِ بیان سے باہر ہیں - آپ غوث اعظم کے لقب سے مشہور انام ہیں - اور آپ کے تصرفات باطنی بعد وفات بھی جاری ہیں جن سے ایک جہان مستفیض ہو رہا ہے - (شہید)

حالانکہ ابھی تک لوہے کو لوہار کی بھٹی میں نہیں ڈالا گیا ہے۔ اسے ابھی بہت پگھلنے اور صاف ہونے کی ضرورت ہے۔ نفس کو مارنا اور ہوا و ہوس سے جنگ کرنا باقی ہے۔ دنیا و آخرت کی مرادیں اور نیک کاموں کے معاوضوں کی تمنائیں دل سے نکلنا باقی ہیں۔ پس اے مومن! مجاری اقدار پر صبر کر۔ قضائے الٰہی پر ہر حال میں راضی رہ۔ صبر کر جب تک کہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے کشائش نہ ہو۔ امتثالِ اوامر اور اجتناب نواہی پر صبر کر۔ تاکہ توکل و احسان، کفایت و جزا اور حق تعالیٰ کی محبت حاصل ہو۔ اور تو رضا و موافقت کے درجہ پر فائز ہو۔

جہاد بالنفس حضرت قاضی غریب نواز صاحب قدس سرہٗ ایک مولوی صاحب کو لکھتے ہیں۔ کہ "جس طرح علم ظاہر عساکر جہاد کا مقدمہ ہے۔ اسی طرح علم باطن کا حصول جہاد بالنفس کے لئے ضروری ہے۔ علم ظاہر کے حصول کے بعد جہاں تک ہو سکے۔ اس پر عمل کیا جائے اور درود نا محدود اس ذات مطہر و اکمل پر بھیجا جائے۔ جس کے در پر ہر مرض کی دوا ہے" ایک اور مولوی صاحب کو آپ لکھتے ہیں۔ کہ "فرمان الٰہی یہ ہے کہ اس کی

عبادت کرو۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (میں نے جنوں اور آدمیوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔) چونکہ عبادت مثمر عرفانِ نفس ہے۔ اس لئے یعبدون سے مراد یعرفون (پہچان) بھی لی گئی ہے اور یہ معرفت نفس کو مہذب کرنے اور اس کی بے اعتدالی کو دور کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ پس نفس کو ریاضتہائے شاقہ میں ڈالنا نہایت ہی ضروری ہے اتباعِ شریعت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آپ بڑی ریاضت سمجھتے تھے۔ کیونکہ نفس کے غلبہ وشوکت کو توڑنا اور اسے بندگی کی حدود میں رکھنا کوئی آسان نہیں یہ منزل گلزار نہیں وادیٔ پُرخار ہے۔ اور کسر نفس ایک مجاہدۂ عظیم ہے۔

کسر نفس و مخالفتِ ہوا اس سے بڑھ کر کسرِ نفس اور مخالفت ہوا کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ کہ تمام عمر آپ نے اچھا کھانا نہیں کھایا نہ اس طرف رغبت ہوئی۔ کبھی گریہ بھی کرنا پڑا۔ لوگوں میں رہتے تھے۔ مگر بے تعلق ہو کر، نہ کھانے کا شوق تھا۔ نہ لباس کا۔ کسی ناجنس کی صحبت میں کبھی نہیں بیٹھے۔ لایعنی شے سے ہمیشہ آپ کو گریز رہا۔ نہ علم ظاہر کے حصول میں آپ نے خواب و خور کا خیال کیا۔ نہ علم باطن کے حصول میں۔ ابتدا میں ستر ہزار

سے لیکر ایک لاکھ بار تک نفی و اثبات کا ذکر بالجہر کرتے لیکن جب بیماریاں بڑھیں۔ اور اعضا میں ضعف آ گیا۔ استغراق بہت بڑھ گیا۔ تو شاید اس تعداد میں کمی ہو گئی ہو گی۔

دَوروں کا حال } حکیم احمدؔ دین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دوروں کے زمانے میں آپ کی غذا بہت کم ہو گئی تھی۔ دن بھر میں کوئی دو تین تولے بھنے ہوئے چنے کھا لیتے۔ لوگوں سے ملنا جلنا کم ہو گیا تھا۔ اور کلام کرنا تقریباً بالکل بند تھا۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ آپ اس وقت کہاں جائیں گے۔ تعلیم و تعلم کا سلسلہ بالکل نہیں رہا تھا۔ شروع زمانہ سفر و حضر دونوں میں کئی کئی روز کے فاقے معمولی بات تھے۔ سخت سردیوں میں بغیر اوڑھے بچھائے اور کھائے پیئے آپ نے اکثر راتیں گزاری ہیں۔ آخری زمانہ میں آپ کے کھانے پینے پہننے اوڑھنے کا اہتمام آپ کے چھوٹے بھائی میاں محمد مسعود[1] صاحبؒ کے ہاتھ میں تھا۔ اور بہت کچھ آسانی ہو

---

[1] میاں محمدؒ مسعود صاحبؒ حضرت صاحب قدس سرہٗ کے چھوٹے بھائی تھے۔ کاروبارِ خانگی انہیں کے سپرد تھا۔ اور حضرت صاحبؒ کی مخلصانہ خدمت بجا لاتے تھے۔ عمر میں آپ سے قریباً بیس سال چھوٹے تھے۔

گئی تھی - مگر راحت و آرام کا تعلق دل سے اٹھ گیا آنکھیں سوتیں دل بیدار رہتا - تمام عمر بے آرامی، اضطراب اور بے چینی میں گزری - ترکِ طعام، ترکِ کلام اور ترکِ صحبتِ انام کے بعد آخر ایک دن ایسا آیا - کہ جدھر آپ منہ کرتے - یہ آواز سنائی دیتی - قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق - (تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی) مگر کھانے کی رغبت ہی نہیں رہی تھی - اس کے بعد آہستہ آہستہ کھانے کی طرف رغبت ہونے لگی اور آدمیوں سے بھی انس پیدا ہوا - اور یہی آپ کا "اوسط طریقہ" قرار پایا - یعنی ہر شے میں اعتدال پیدا ہو گیا - آپ کی اندرونی کیفیات بالکل ایک راز

(بقیہ ص ۱۷۸ حاشیہ) اور پاسِ ادب کی بنا پر آپ کے سامنے بات کرتے ہوئے بھی جھجکتے تھے - حضرت صاحبؒ کو بھی میاں صاحب سے بہت الفت تھی - میاں صاحب کا انتقال ۱۹۱۵ء میں حضرت صاحبؒ کی وفات سے چار سال پہلے ہوا - یہ حضرت صاحب کے لئے ایک حادثۂ فاجعہ تھا - جس کے اثر سے آپ یوماً فیوماً کمزور ہوتے چلے گئے - حتیٰ کہ وقتِ معین آ پہنچا - میاں صاحب مرحوم نہایت خوشخط اور فارسی کے ماہر استاد تھے - آپ کی قبر آوان شریف میں ہے - (شہید)

سربستہ نہیں۔ نہ کسی کے سامنے آپ زبان کھولتے اور نہ کسی سے اپنا حال کہتے۔ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کا بہت اہتمام تھا۔

مقامات واحوال ان مجاہدوں سے وہ تمام مقامات کسبیہ پیدا ہوتے ہیں۔ جو ثمراتِ ریاضت ہیں۔ ان کا احصا کرنا ممکن نہیں۔ پہلی منزل اتباعِ امرالٰہی وترکِ مناہی کی ہے۔ اور آخری منزل عیوبِ نفس کے پہچاننے کی۔ سب سے بڑا عیب خود بینی و خود پسندی ہے۔ جو اس وقت تک زائل نہیں ہوتا جب تک کہ نفس کا غلبہ قائم رہے۔ ان مکسوبہ مقامات[۱] کے مقابلہ میں احوال[۲] ہیں۔ جو خدا کی

---

[۱] یہ لفظ مُقام بھی ہے اور مَقام بھی۔ مقام جملہ اعمال و مکاسب میں سے ہوتا ہے۔ اور صاحبِ مقام اپنے مجاہدات سے قائم ہوتا ہے۔ [۲] حال افضال خداوندی میں سے ہوتا ہے۔ اور کسی مقام کا ثمرہ ہوتا ہے۔ صاحب حال از خود فانی ہوتا ہے۔ اور اُس حال سے قائم ہوتا ہے۔ جو اس پر وارد ہے۔ مقامات کے متناسب حالات ہوتے ہیں۔ وہ کئی ہیں مثلاً۔

مقامات	حالات	مقامات	حالات	مقامات	حالات
(۱) توبہ	حزن	(۲) فزع	شوق	(۳) زہد	ہیبت
(۴) صبر	انس	(۵) فقر	قرب	(۶) شکر	حیا

طرف سے بندہ کے قلب پر وارد ہوتے رہتے ہیں مثلاً طرب، قبض[1] و بسط[2] - شوق و ذوق وغیرہ -

جامۂ شریعت کی مضبوطی } مولوی عبد السبحان صاحب کھلابٹی اپنے والد ماجد مولوی مظہر جمیلؒ کی زبانی روایت کرتے تھے - کہ آپؒ نے فرمایا کہ "میرا گزر ایسے ایسے مقامات سے ہوا ہے - جہاں پاکانِ طریقت کا جامۂ شریعت جل جاتا ہے - مگر میرا جامۂ شریعت بہ برکت حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ نہیں جلا" یہ حالت اس وقت ہوتی ہے - جب عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے - اور جسم کے اندر شعلے اٹھنے لگتے ہیں - حکیم احمد دین بھی یہی فرماتے تھے - کہ حضرت صاحب قدس سرہ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ "میری

(بقیہ صفحہ ۱۸۰ حاشیہ) مقامات حالات مقامات حالات مقامات حالات

(۷) خوف شکر (۸) رجا وصول (۹) توکل فنا

(۱۰) رضا بقا - (وغیرہ) نوٹ - تمام مقامات کی اصل توبہ اور حالات کی اصل محبت ہے - (رشید)

[1] دل کی کلی کا حجاب کیوجہ سے بند ہو جانا - بایزید علیہ رحمت کا قول ہے قبض القلوب فی بسط النفوس - یعنی اگر نفس مبسوط ہو تو قلب حالت قبض میں ہوتا ہے [2] دل کی کلی کا کشف کی وجہ سے کھل جانا

ما ۃ ۱۸۲ ر

شریعت پٹھانی[1] تھی اس لئے قائم رہی (ورنہ گجرات والے صاحب[2] نے میرے ساتھ ایسا کیا کہ شریعت پر قائم رہنا مشکل تھا) چنانچہ مرض الموت میں شریعت کی یہاں تک پابندی تھی کہ جب پہلو بھی خود نہیں بدل سکتے تھے۔ نماز باجماعت کے لئے چارپائی قبلہ رُخ کرکے، نماز میں شامل ہوتے تھے

چلّے حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت نے آپؒ سے چالیس روز کا ایک اور دس دس روز کے دو چلّے کرائے تھے۔ جن میں کھانے پینے کی اتنی احتیاط تھی۔ کہ ضعفِ جسمانی بہت بڑھ گیا تھا دوسرے سال جب آپ نے پیر صوات شریف جانے کا ارادہ فرمایا تو پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔ بخار ہو گیا اور آنکھیں اتنی پُر آشوب ہو گئیں کہ سفر ترک کرنا پڑا۔
ان خلوتوں کا اثر یہ ہُوا کہ منتہی طالب علم آپ سے آئندہ کی باتیں پوچھتے تھے۔ اور آپ جو جواب

(بقیہ حاشیہ صـ۱۸۱) بایزیدؒ فرماتے ہیں۔ لبسط القلوب فی قبض النفوس یعنی نفس مقبوض ہو۔ تو دل مبسوط ہوتا ہے۔ قبض و بسط دونو حال ہیں خدا کی طرف سے۔ ان کا ورود انسانی کوشش کا مرہون منت نہیں اور جب وارد ہوں تو ان کا جانا کسب وجہد انسانی سے ممکن نہیں۔ جیساکہ فرمانِ الٰہی ہے کہ اللہ یقبض و یبسط۔ (شبیر)

[1] حضرت اخوند صاحبؒ کی طرف اشارہ ہے۔

[2] حضرت شاہ ولیؒ کی طرف اشارہ ہے۔

دیتے۔ وہ حرف بہ حرف صحیح ہوتا۔ کیونکہ غیب الغیب کے انوار سے اسرار منکشف ہونے لگے تھے۔ اور عالم ملکوت کے بھیدوں سے آگاہی ہونے لگی تھی

حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ نے جب آپ کو چلہ کشی کا حکم دیا۔ تو آپ نے تعمیل فرمائی اور جو جو کیفیتیں حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت نے بیان فرمائی تھیں۔ سب رونما ہوئیں۔ جو کچھ آپ نے پیرو مرشد سے سنا تھا ریاضتوں اور مجاہدوں سے با تحقیق معلوم کیا۔ چنانچہ آپ کی تقلید[1] عین تحقیق[2] ہو گئی۔

وظیفہ نار و نور } آپ کے ایک قدیم معتقد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے آیت نور کا وظیفہ کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جس وقت نار کا لفظ زبان پر آتا۔ تو عشق و محبت کا اتنا غلبہ ہوتا کہ بیان

---

[1] تقلید کسی کی پیروی کرنا۔ یہ مرید یا مقلد کا علمی اور عملی لحاظ سے ابتدائی درجہ ہے۔ کہ جو کچھ پیر یا امام مجتہد کا کہنا ہو۔ اس کو بلا چون وچرا تسلیم کرکے اُس پر عمل کیا جائے۔

[2] تحقیق۔ جو علم تقلیداً معلوم ہوئے ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ کے لحاظ سے ان کی تہ تک پہنچ جانا۔ اور نتائج و حقائق کو دیکھ لینا تحقیق ہے (شہید)

سے باہر ہے۔ سارے بدن میں اک آگ سی لگ جاتی۔ یہ آگ چار سال تک سلگتی رہی۔ پھر نار نور سے بدل گئی۔ اور تجلیات نورانی اور ترقیات روحانی شروع ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ کے سچے بندے } آپ کے امتحانات۔ ابتلائیں اور منقبتیں قدما کی یاد دلاتی ہیں۔ اور آپ ان محبوبانِ بارگاہِ عزوجل کے ہم زانو نظر آتے ہیں۔ جو اپنے رب کے مشاہدہ میں فنا ہو گئے۔ اور پھر کسی ہستی کو ان کا نشان نہ ملا۔ مجاہدے اور ابتلا میں آپ کے صبر و استقلال اور استقامت کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت سری سقطی[۵۱] علیہ الرحمۃ کے پاس پڑا سو رہا تھا۔ کہ انہوں نے مجھے جگایا۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ میں اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ کے حضور میں کھڑا ہوں۔ مجھ سے ارشاد ہوا۔ کہ اے سری! میں نے خلق کو پیدا کیا۔ وہ سب مجھ سے محبت کا دعویٰ کرنے لگے۔ پس میں نے دنیا کو پیدا کیا۔ تو سو میں سے نوے اس کی طرف چلے گئے۔ اور دس میرے پاس رہ گئے۔ پھر میں

---

۵۱ حضرت سری سقطی حضرت معروف کرخیؒ کے مرید اور حضرت جنید بغدادیؒ

نے جنت کو پیدا کیا۔ تو باقیماندگان میں سے نوّے فیصدی جنت کی طرف چلے گئے۔ اور دس فیصدی میرے پاس رہ گئے۔ اس کے بعد پھر میں نے بلاؤ امتحان کا ایک ذرّہ ان پر ڈالا۔ تو جو باقی رہ گئے تھے۔ ان میں سے بھی نوّے فیصدی بھاگ نکلے۔ باقی جو رہ گئے۔ ان سے میں نے کہا۔ کہ تم نہ دنیا کی طرف گئے۔ نہ جنت کی پروا کی نہ دوزخ سے بھاگے تم آخر کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہم جو چاہتے ہیں۔ تو جانتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ میں تم پر اتنی بلائیں اور امتحانات مسلط کرنیوالا ہوں۔ جتنی کہ تمہاری سانسیں آتی جاتی ہیں بڑے بڑے پہاڑ بھی انہیں برداشت نہ کر سکیں گے۔ کیا تم برداشت کر سکوگے؟ اور صبر کروگے؟ انہوں نے کہا۔ اگر تو ہی ہمیں ان بلاؤں اور امتحانوں میں ڈالنا چاہتا ہے تو جو جی چاہے کر گزر! سرّی یہی میرے سچے بندے ہیں۔ انہی آخری میں سے حضرت قاضی صاحب رح

(بقیہ حاشیہ ص۱۸۴) کے ماموں اور شیخ تھے۔ علوم تصوف میں یکتائے روزگار تھے بغداد کے بازار میں سقط (گرا پڑا کم قیمت میوہ) فروشی کرتے تھے۔ اسی نسبت سے سقطی کہلاتے تھے۔ پہلے پہل جس نے احوال و مقامات کے متعلق غور کیا۔ وہ صاحب موصوف ہی تھے۔ (شہید)

بھی تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم+

• غریب نوازؒ نے راہِ طریقت میں جو مصائب جھیلے ان کے ظاہر کا کچھ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ان کے دل پر جو کیفیتیں شاق گذری ہوں گی۔ ان کا بیان کرنا قلم وزبان کی طاقت سے باہر ہے ان اسباب سے ان کے قلب کا جو تزکیہ ہوا اور روح مبارک کو جو طاقت پرواز ملی وہ بھی انہی کا نصیب ہے۔ بس سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حقیقت افروز قول پر اس باب کو ہم ختم کرتے ہیں۔ ـــہ

بقدر الکدّ تکتسب المعالی
ومن طلب العلی سہر اللیالی
یغوص البحر من طلب اللآلی
سیحضیٰ بالسیادۃ والنوالی
ومن طلب العلیٰ من غیر کدٍّ
اَضاعَ العمر فی طلب المحالی

ترجمہ:۔ یعنی محنت کے مطابق سب مدارج حاصل ہوتے ہیں جو بلند مقامات چاہتے ہیں وہ راتوں کو جاگتے ہیں جو موتی طلب کرتے ہیں وہ سمندر میں غوطہ لگاتے ہیں تب انکو سرداری اور انعام عطا ہوتے ہیں جس نے اعلےٰ مدارج بغیر محنت کے طلب کئے اس نے ناممکنات کے حصول میں اپنی عمر ضائع کردی۔

آٹھواں باب

ارشاد و تعلیمات

مولوی! راہِ حق بگو

غریب نوازؒ کا وجود باجود ایک آفتاب کی مانند تھا۔ جو انوارِ محمدی سے مستنیر ہو کر مطلع بشریت پر طلوع ہوا۔ جہاں جہاں اس کا نور پہنچا۔ وہ تمام عالم اس سے منور ہو گیا۔ آپ سے جن خوش نصیبوں نے فیض و برکات حاصل کیں۔ اپنی اپنی استعداد کے مطابق وہ بشریت کے سفلی تقاضوں سے نجات پا گئے۔ اب ان نیاز مندوں کی رہنمائی کے لئے اس آفتاب ہدایت و رشد کا نور باقی ہے۔ اور جس کے نصیب میں ہے وہ اب بھی اس سے کسب ضیا کر رہا ہے۔ جسے عشق کا حصہ ملا۔ وہ اس شراب کے نشہ میں مخمور ہے۔ اور قیامت تک مخمور رہیگا۔ اور جسے صرف ظاہری شریعت کا حصہ ملا۔ وہ بھی اپنے نصیب پر

نازاں و شاداں ہے۔ اور جیسے دونوں نعمتیں ہیں۔ اس کے ایک ہاتھ میں سندان شریعت ہے۔ اور دوسرے میں جام عشق الٰہی۔ شریعت نے اس کا ظاہر الگ نہ ہُوا۔ اور باطن عشق الٰہی سے مست و بیخود رہا۔ " ذالِكَ فضل الله يؤتيهِ من يشاء والله ذو الفضل العظيم" غرضیکہ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گلچینِ بہار تو زداماں گلہ دارد

• حضرت صاحبِ صواتؒ کی زبان حقیقت ترجمان سے جو "راہ حق" کی تبلیغ کا حکم ملا۔ اس میں اسلام کے دونوں پہلو شامل ہیں۔ یعنی سرکار دو عالم کی آئین شریعت کے فرمان بھی اور عبدیت کے معراج میں کیف محبوبیت بھی۔ موخر الذکر کا نام عشق الٰہی یا فقط عشق بھی ہے اور عشق وہ چیز ہے جس کا نہ کوئی نصاب مقرر ہے نہ انجام معلوم ؎

نہ حسنت منتہی دارد نہ سعدی رابیاں پایاں

عشق خدا اور بندے کے درمیان ایک خصوصی تعلق ہے۔ جس کو سکھانا اور بڑھانا تو مرشد کریم ہی ہے لیکن یہ وہ مے ہے جو آنکھوں سے پلائی جاتی ہے ؎

کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانے کا

راقم جیسے ہیچمدان اور ہیچمرز کے لیئے اس سے زائد لکھنا گستاخی بھی ہے اور زیادتی بھی۔ مولانا رومؒ اس کی بسم اللہ یوں پڑھا گئے ہیں۔

قال را بگذار مردِ حال شو
پیش مرد کاملے پا مال شو

علم و عمل حضرت قاضی غریب نواز صاحبؒ کی یہی ہدایت ہوتی تھی کہ جو بھی پڑھو۔ اس پر عمل کرو۔

حضرت داتا گنج بخش لاہوری کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص محض علم پر قناعت کرے۔ وہ عالم نہیں ہوتا۔ اس لیئے کہ عین علم عمل کا اسی طرح متقاضی ہوتا ہے جس طرح عین ہدایت مجاہدہ کی۔ کسی طرح بھی علم کو عمل سے جدا نہیں کیا جا سکتا +

آپؒ علم ظاہر کو بہت ضروری سمجھتے تھے۔ ورنہ عمل کے لیئے اور کوئی دستور العمل نہیں رہتا۔

حضرت داتا گنج بخش لاہوری فرماتے ہیں۔ کہ علم محل کمال ہے۔ اور جہل محل طلب، بارگاہِ الٰہی میں علم جہالت سے بہتر ہے کیونکہ علم ہی آدمی کو کمال کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔ اور جہل کو بارگاہِ میں گھسنے بھی نہیں دیتے۔ مگر علم کے ساتھ عمل بھی چاہیئے۔ ورنہ لِمَ تقولون مالا تفعلون کا تازیانہ موجود ہے۔

آپ علم کو عمل سے بیگانہ رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح عامل بے علم کی بھی آپ کے نزدیک قدر نہ تھی۔ چنانچہ ایک حافظ صاحب کو آپ یہ دعا دیتے ہیں۔ کہ "جس طرح اللہ جل شانہٗ نے عالمانِ بے عمل سے نجات بخشی ہے اسی طرح عاملانِ بے علم سے بھی نجات بخشے"۔ ایک مولوی صاحب کو آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "مبدءِ فیض کے خیال کو جس کے فیوض پہاڑوں کی چوٹیوں سے سمندر کی گہرائیوں تک لا انتہا ہیں۔ اپنا قبلۂ دل بناؤ۔ اور اسی سے عمل کی توفیق مانگو۔ حضورِ دل کے ساتھ درود شریف کا پڑھنا تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ اسے قرآن مجید کے بعد پڑھا جائے"۔ آپ دعائے ماثورہ کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

قرآن و حدیث } آپؒ کا سب سے بڑا تقاضا قرآن پاک کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے پر تھا۔ غلام جیلانی صاحب کو آپ ایک خط میں لکھتے ہیں۔ کہ "قرآن مجید کا وظیفہ جاری رکھو" اس کے ساتھ ساتھ آپ خدمتِ خلق کی بھی ہدایت کرتے تھے۔

خان غلام احمد خاں صاحب رئیس دھوگڑی ضلع جالندھر نے جب آپ سے پڑھنے کے لئے کوئی

وظیفہ پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ قرآن میں جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے حکم فرمایا ہے۔ اور احادیث میں جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کرنا بتایا ہے۔ اسی کو کافی سمجھو اور پختگی سے عامل رہو کیونکہ ان احکام کو کوئی گھٹا بڑھا نہیں سکتا۔

ایک پیر بھائی نے مولف ہٰذا سے بیان کیا۔ کہ ایک مرتبہ جب حضرت صاحب قدس سرہٗ سیدو شریف تشریف لے گئے۔ تو حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت کے مزار کی زیارت فرمائی۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت نے کیا فرمایا۔ جواباً ارشاد ہوا کہ قرآن پاک کی تعلیم پھیلانے کے لئے حکم دیا ہے۔ اسی سے راہِ حق ملتی ہے۔ اور متقدمین نے اسی پر عمل کیا ہے

حدیث:۔ اس کے معنی یہ نہ سمجھنے چاہئیں۔ کہ طالب راہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ حاشا وکلاّ ایسا ہرگز نہیں۔ حدیث نبوی تو قرآن پاک کی تفسیر ہے۔ کوئی کیسے متن قرآن کو اس کی تفسیر یعنی حدیث کے بغیر سمجھ سکتا ہے۔ اور تفسیر بھی وہ تفسیر جو حاملِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر مبنی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حجۃ اللہ البالغہ کے شروع میں لکھتے ہیں۔ کہ تمام یقینی علوم سے زیادہ عمدہ اور بمنزلہ بیخ کے نیز مذہبی فنون کی بنیاد[ل] حدیث نبوی صلعم ہے۔ جس میں وہ

حاشیہ ل (ص ۱۹۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالرحیم (جو ایک کامل درویش تھے) کے بیٹے تھے۔ آخر زمانہ میں ہندوستان میں علم حدیث کا زیادہ چرچا انہیں کی بدولت ہوا۔ آپ معرکۃ الآرا تصانیف کے مصنف ہیں۔ جن میں علم ظاہری و باطنی کے اسرار و غوامض بیان کئے گئے ہیں آپ منقول و معقول اور شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ آپ نے اپنی تصنیفات میں ہر قسم کے مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ جامعیت کے لحاظ سے برصغیر پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ایسا لاثانی عالم کوئی نہیں ہوا۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ الفوز الکبیر اور تفہیماتِ الٰہیہ ان کی بلند پایہ کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی آپ کی تصانیف ہیں۔ جو اپنے رنگ میں لاجواب ہیں۔ آپ کو بارہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ اور آپ کو تمام دنیائے اسلام نے امام وقت اور ایک مستند و مجتہد عالم تسلیم کیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ رفیع الدین۔ حضرت شاہ عبدالقادر (مصنف موضح القرآن) حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ آپؒ کے چار بیٹے تھے اور چاروں عالم متبحر تھے۔ آپ کا گھرانہ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کا مصداق تھا۔ آپ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی۔ لہ حجۃ اللہ باقی ص ۱۹۳

اقوال و بیانات مذکور ہیں - جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہیں - اسی لئے وہ شب کی تاریکی میں چراغ و نشانات ہدایت ہیں - اور انہیں جس نے نہیں مانا - وہ راہِ راست سے بھٹک گیا +

یہی علوم الٰہی ہیں - جن کے بغیر معرفت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی - اس کے حصول کے لیے بہت محنت کرنی چاہیئے - چنانچہ حضرت صاحب قدس سرہٗ العزیز حکیم احمد دین صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں - کہ کچھ وقت سبق کے سمجھنے اور مطالعہ کرنے میں بھی صرف کرنا چاہیئے - اور استادوں کی رضامندی اور خوشنودی کا بہت خیال رہے - اس سے دارین کی فلاح میں اضافہ ہوتا ہے - فقہ کے جو

(بقیہ حاشیہ ۱۹۲) البالغہ کے باب ۸۱ میں جہاں مختلف حدیثوں میں فیصلہ کرنے کا اصول حضرت شاہ ولی اللہ رحمت اللہ علیہ نے بتایا ہے - فرماتے ہیں کہ کلیہ یہ ہے - کہ ہر ایک حدیث پر عمل کرنا چاہیئے - البتہ اگر تناقص کی وجہ سے عمل نہیں کر سکتے - تو بعض کو ترک کر دو - واقعہ یہ ہے کہ یہ تناقص اختلاف نہیں ہے - یہ اختلاف صرف ہماری نظر میں معلوم ہوتا ہے - یعنی یہ ایک نظر کا ذہنی دھوکا ہے - انہیں دونوں سے آئمہ فقہ نے استنباطِ مسائل کیا ہے

(شمھید)

ضروری مسائل ہیں۔ انہیں بھی خوب سمجھ کر یاد رکھنا چاہیئے۔ اس میں بھی کونین کی برکت ہے۔"

شیخ غلام جیلانی صاحب کو آپ لکھتے ہیں۔ کہ "قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہو۔ اللہ جلشانہٗ سے بہت محبت اور عاجزی کرتے رہو۔ ہر پیار اور محبت میں اس کا پیار اور محبت منظورِ نظر رہے۔ ہر وقت اسی سے مناجات کرتے رہو۔"

فرض عبادات ایک مولوی صاحب نے شاید آپ سے مشغولی اوقات کے متعلق دریافت کیا تھا۔ جس کا جواب آپ نے یہ دیا۔ کہ "جو عبادتیں فرض ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ انہیں اچھے اوقات میں ان تمام شرطوں کے ساتھ جو مقرر ہیں۔ ادا کرتے رہو۔ یہ شئے حضرات انبیاء علیہم السلام جناب باری تعالیٰ عزاسمہٗ کی طرف سے لائے ہیں یہ ایسا بار آور اور نتیجہ بخش نسخہ ہے۔ کہ ثبوت کی کوئی حاجت نہیں۔ ہر شخص نے اپنی طاقت کے مطابق اس درخت کا پھل چکھا۔ اور نتیجہ کو آنکھوں سے دیکھا ہے اس وظیفہ پر قائم رہنا چاہیئے۔ اور گیارہ گیارہ بار حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر" ہر نماز کے بعد اس طرح پڑھنا چاہیئے۔ کہ دل کا بھی لگاؤ رہے۔"

حقوق والدین ایک ارادت مند مسمی الہ داد کو آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ والدین کے حقوق کا ہمیشہ خیال رکھنا۔ وہ کیسے بھی ہوں۔ ان کا حق اولاد کی گردن پر ہے۔ کتنا ہی کرو کم ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ بس حق ادا ہو گیا۔ علم بے شک بڑی نعمت ہے۔ لیکن والدین کے حقوق سے کوئی بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ "وَوَصَّیْنَا الانسان بوالدیہ احسانًا"

حضرت صاحب قدس سرہٗ والدین کی خدمت کو فرماتے تھے۔ کہ یہ عین درویشی ہے۔ ماں باپ کی خدمت اور اساتذہ کی تعظیم و تکریم پر آپ نے بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔

اسراف آپ بخل اور اسراف دونوں کو ناپسند کرتے تھے۔ طبعًا فیاض تھے۔ غریبوں اور طالب علموں کو کھانا اور کتب اپنے پاس سے خرید کر دیتے تھے۔ مگر اسراف سخت ناپسند تھا۔

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ میں ابتدائے عمر میں وضو پر بہت زیادہ پانی خرچ کرتا تھا۔ آپ نے دیکھ کر منع فرمایا۔ اور کہا۔ "ضرورت سے زیادہ کوئی چیز خرچ کرنا خواہ وہ مفت ہی کیوں نہ ملتی ہو۔ اسراف ہے"۔ چنانچہ آپ اپنے غسل میں جس میں وضو کرنا، اور سر میں ڈالی ہوئی

لسّی، یا اگر گرمی کا موسم ہوتا تو سرمیں ڈالا ہوا بھیڑوں کا دودھ نکالنا بھی شامل ہوتا تھا۔ صرف تین سیر یا اس سے کچھ کم و بیش پانی خرچ کرتے تھے۔ اور ہم لوگ اس پر متعجب ہوتے تھے +

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب دامت برکاتہ، فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کسی دورے میں آپ کے ہمراہ میں بھی تھا۔ میرے پاؤں میں ایک کا مدار جوتا تھا جو نہایت مضبوط اور شاندار تھا۔ میں نے گجرات آکر پیرزادوں کے لڑکوں کے پاؤں میں چھوٹی چھوٹی گرگابیاں دیکھیں۔ میری عمر اس وقت آٹھ دس سال ہوگی۔ گرگابیوں پر ریجھ گیا۔ اور گرگابی لینے کے لئے اصرار کرنے لگا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارا جوتا بالکل نیا ہے گرگابی کی ضرورت نہیں۔ آخر دورے سے واپسی پر میں نے (جب میں آپ اور دیگر ہمراہیوں کے ساتھ یکّے پر سوار تھا) آپ کی نظر بچا کر ایک جوتا پھینک دیا۔ پھر کچھ دور آگے چل کر دوسرا جوتا بھی پھینک دیا۔ گجرات پہنچ کر ماسٹر مولا بخش[1] صاحب نے میری مرضی کے مطابق مجھے

---

[1] ماسٹر مولا بخش امرتسری بھیٹی حضرت صاحبؒ کے خلفا میں سے تھے درزی کا کام کرتے تھے۔ آپ کی وفات پشاور میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے (شہید)

اور جوتا لا دیا۔ جو چند دن بھی نہ چل سکا۔ اور ٹوٹ پھوٹ گیا۔ جب آپؒ کو حقیقت معلوم ہوئی۔ تو آپ نے مجھے سخت ڈانٹا۔ میں چونکہ پہلے سے ایسی ڈانٹ کا عادی نہ تھا۔ اس لئے اپنے کئے پر سخت پریشان ہوا۔ اب مجھے پہلے جوتے کی بہ نسبت معمولی جوتا ملا۔ لیکن میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ کہہ کر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اسی تادیب کا اور ڈانٹ ڈپٹ کا اثر ہے کہ میں نے معاشرت میں سادگی اختیار کی۔ اور تکلفات زندگی سے اجتناب کیا۔ اگر پھٹے پرانے کپڑے پہننے پڑے۔ یا ٹوٹا پھوٹا جوتا استعمال کرنا پڑا، تو اس میں عار محسوس نہیں کی۔

تضیع اوقات } وقت کا ضائع کرنا کسی طرح آپ کو پسند نہ تھا۔ حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میرا ابھی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ آپ نے مجھے خط لکھا۔ کہ اے عزیز ہمیشہ عقل سے کام لو۔ اور ایک ساعت بلکہ ایک پل بھی ضائع نہ کرو۔ حضرت قاضی غریب نوازؒ کی خدمت میں مرید یا غیر مرید صاحب اخلاص حاضر ہوتے۔ تو آپ ان کا بیکار رہ کر وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

اپنا کام خود کرو — ارادتمندوں اور طالبانِ حق کو آپ ہمیشہ یہی نصیحت کرتے تھے۔ کہ مسکینوں کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ اپنا کام خود کرو۔ بیکار وقت ضائع نہ کرو۔ امیرانہ ٹھاٹھ کو آپ نے کبھی پسند نہیں فرمایا۔ مولوی عبدالقادر لاہوری نے انگریزکی ملازمت سے وظیفہ لینے کے بعد بھوپال کی ریاست میں نوکری کر لی تھی۔ آپ نے سنا تو بہت پسند فرمایا اور بے کار رہنے سے باکار رہنے کو اچھا سمجھا۔ خاص کر جب کہ ملازمت دوسروں کے لیئے ہو۔

کسب معاش — اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیوی معاشرت کے بھی ایسے گر بتائے ہیں۔ کہ ان پر عمل کرنے سے توکل، رضا اور موافقت وغیرہ تمام مقامات طے ہو جاتے ہیں۔ اور بندہ اس عالم کے ہر کام میں بھی لگا رہتا ہے۔ اس بارے میں آپ نے اپنے ارادت مندوں کو مختلف موقعوں پر جو ہدایات فرمائی ہیں۔ وہ سب اسی حسنِ معاشرت کی طرف رہنمائی کرتی ہیں ان کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ مگر مثال کے طور پر چند صورتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم نے خدمت عالی میں حاضر رہنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ تو آپ

نے لکھا۔ کہ اپنے گھر کے لوگوں کی رضامندی دیکھو انہیں ناخوش کرنا اور تکلیف میں ڈال کر یہاں آنا اچھا نہیں۔

چوہدری الہٰ داد کو آپ نصیحت فرماتے ہیں۔ کہ جو اس زمانے میں معاش کا ظاہری سبب ہے۔ اسے ہاتھ سے جانے دینا اچھا نہیں اگر کوئی شخص یہ جانے۔ کہ اگر کمائی نہ کروں، اور ہاتھ پیر ڈال کر بیٹھ رہوں۔ تو میرا نفس مخلوق سے روگرداں ہو کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیگا۔ اس کے لئے کسب کرنا ایسا ہی فرض ہے۔ جیسے نماز روزہ۔ اگر کسب اللہ کے واسطے ہے۔ اور مقصد خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا ہے۔ تو وہ بھی عبادت ہے۔

فرض منصبی ادائے فرائض منصبی کو حضرت غریب نوازؒ بہت اہمیت دیتے تھے۔ جس کا جو فریضہ منصبی ہے، وہ ادا ہوتا رہے۔ ان فرائض کا تعلق حقوق کے ساتھ ہے۔ جو دوگونہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق بندوں پر اور بندگانِ خدا کے حقوق ایک دوسرے پر۔ ان کی ادائیگی کے لئے آپ بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اوّل الذکر کے لئے آپ اپنے مریدوں کو عشق و محبت کا سبق پڑھاتے تھے۔ اور معرفت الٰہی کی طرف رہنمائی فرماتے تھے

اور ثانی اللہ کر کے لئے کھلی کھلی نصیحتیں فرماتے ۔ اور اس میں فرد گزاشت کو پسند نہ فرماتے تھے ۔ مولوی عبدالقادر لاہوری کو آپ لکھتے ہیں کہ لوگوں کے حال پر اگر نگاہ کرم رہیگی ۔ تو اللہ جل شانہٗ اسکی جزا عطا فرمائیگا ۔ مرزا عظیم بیگ کو آپ ارشاد فرماتے ہیں ۔ کہ خلق اللہ کے کاروبار کی حفاظت و نگرانی ایک نعمتِ عظمیٰ ہے ۔ اس میں بہت حوصلہ اور کوشش سے کام لینا چاہیئے ۔ ان فرائض کی ادائیگی میں جو مشقتیں برداشت کرنی پڑیں ۔ اور جن بے آرامیوں اور اضطراب کا سامنا ہو ۔ ان پر صبر کرنا چاہیئے ۔ ہر شخص پر فرائض و ذمہ داریاں ہوتی ہیں ۔ کچھ خالق کی طرف ۔ کچھ مخلوق کی طرف ۔ عام طور پر لوگ اس طرف سے بہت بے پرواہی برتتے ہیں ۔ آپ سنگیوں کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے ۔ کہ فرائض اور ذمہ داری کی ادائیگی کو معمولی نہ سمجھیں ۔ اور سہل انگاری نہ کریں ۔ اس کی بابت جوابدہی ہوگی ۔ اور اگر سستی واہمال سے کام لیا ہے ۔ تو آدمی سے جب استفسار کیا جائیگا تو وہ کیا جواب دیگا ؟ بندگانِ خدا کے جو حقوق ہیں ۔ اگر ان کی ادائیگی میں سستی کی گئی ۔ تو خدائے عزوجل اس وقت تک معاف نہ کریگا ۔ جب تک کہ خود بندہ معاف نہ کرے ۔

غلام احمد خاں رئیس دھوگڑی ضلع جالندھر نے جب

آپ سے پڑھنے کے لیئے وظیفہ پوچھا۔ تو آپ نے یہی فرمایا۔ کہ تمہارا جو فرض منصبی ہے۔ اسے مستعدی اور دیانتداری سے بجا لاوَ۔ یہی تمہارا وظیفہ ہے اور تمہارے لیئے کافی ہے۔ عہدہ داروں اور حاکمانِ وقت کو انصاف کرنے اور غریبوں کی فریاد ٹھنڈے دل سے سننے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ کاشتکاروں کو یہ نصیحت تھی کہ اپنی کھیتی باڑی مت چھوڑنا۔

مشقت ایک دفعہ مؤلف ہذا خدمتِ عالی میں حاضر تھا۔ فرمایا۔ کیا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا کچھ درود شریف پڑھ لیا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا سوا پارہ قرآن پاک روز پڑھا کرو۔ ایک بار مجھے سر پر لکڑیاں لانے اور اینٹیں اٹھانے کا حکم ہوا۔ اس فرمان مبارک کی تعمیل میں مجھے جو لطف آیا۔ وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مجھ سے ایک دفعہ فرمایا۔ اگر شرم نہ آئے۔ تو نمازیوں کے لیئے مسجد میں پانی بھرا کرو یہ خدمتِ خلق ہے۔ یہی نماز توحیدی ہے۔ ایک اور صاحب کو حکم ہوا۔ کہ ایک مسجد کے متعلق جو تین غسلخانے ہیں۔ ان کی صفائی کرو۔ سبیلوں میں پانی بھرو مسجدوں میں جھاڑو دو +

چوہدری اللہ دین ساکن طاہر ضلع گجرات فرماتے ہیں۔ کہ حضرت قاضی غریب نوازؒ فرماتے تھے۔ کہ بابا شاہ دولہؒ

یہ پسند کرتے ہیں۔ کہ لوگوں کی خدمت کی جائے۔ نالیاں صاف کی جائیں۔ کمزور کے لیے آٹا پیس کر اس کے گھر پہنچایا جائے۔ کسی کے گھر لکڑیاں ڈالی جائیں کسی کے مویشیوں کے لیے گھاس کھود کر چارہ بہم پہنچایا جائے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز گلبرگوی بھی تلقین ذکر کے وقت ایسے ہی کام لیتے تھے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسجد کی تعمیر کے وقت خود پتھر اور گارا اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ راہ سلوک پر چلنے کے اہل ہوں۔ انہیں چلایا جائے۔ اور جو اہل نہ ہوں۔ ان سے خدمت کرائی جائے۔ حضرت قاضی غریب نواز صاحبؒ مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ کے حضور میں جب جاؤ۔ تو قلب حاضر کے ساتھ جاؤ۔ اور دو چار ڈول پانی کھینچ لیا کرو خدمت کے لیے سو یا ہزار ڈول کھینچنا مضر نہیں ہے دو چار بھی کافی ہیں۔ یہ سب دل کو حاضر رکھنے کی تدبیریں ہیں۔ ورنہ ان بزرگوں کو ان خدمات کی کوئی احتیاج نہیں۔ حضوریٔ دل کے ساتھ ان بزرگوں کی خدمت کیمیا اثر میں حاضر ہو کر جس قدر ممکن ہو۔ پانی کھینچنے کی خدمت بجا لانی چاہیئے۔ اس کا پھل ظاہر ہو گا۔ لوگوں میں اپنی بزرگی اور بڑائی کا زعم ایک

بلائے بد ہے۔ بری بری عادتیں غلبہ کرتی ہیں۔ اور نفس سرکش عملِ خیر سے باز رکھتا ہے۔ نفسِ امّارہ کی اس سرکشی کو دور کرنے کی تدبیریں کرنی چاہئیں۔ یہ خدمتیں اس سرکشی کو دور کرلنے کے لئے ہوتی ہیں۔

مشائخ کے تربیت دینے کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ بعض بزرگ مریدوں کا حلقہ بنا کر ان کی تربیت کرتے ہیں۔ بعض کثرتِ اوراد، روزہ اور دوسری عبادتوں میں مصروف رکھتے ہیں۔ بعض نے خدمتِ خلق کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ جیسے سیّدنا عبداللہ[له] بن ابوبکر عیدروس۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری۔ شیخ عبداللہ بن عیدروس اور حضرت شاہ دولہ گجراتی تھے۔ جو نوجوان ان کے پاس ترکِ دنیا اور زہد کا طلبگار ہو کر آتا۔ یا تعلیم و تلقین اذکار کا خواستگار ہوتا۔ اُسے فرماتے۔ بازار جاؤ۔ وہاں سے لنگر وغیرہ کے لئے بعض ضروری اشیا (جنہیں اٹھانے میں گردن کش لوگ عار سمجھتے ہیں) اٹھا کر مجمعِ عام میں سے لاؤ۔ جنگلوں میں جاؤ۔ لکڑیاں کاٹ کر سر پر رکھ کر لاؤ۔ سوکھی گھاس اپنی پیٹھ پر لاد کر لاؤ۔ شہر کی نالیاں صاف کرو۔ مسجدوں

[له] ان بزرگوں کے مزار سورت میں (علاقہ بھارت) ہیں۔ انکا طریقہ انکسان اطراف میں شائع ہے یہ خاندان عدن سے آیا تھا۔

میں جھاڑو دو۔ اپنے ہاتھ سے چکی پیسو۔ وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ایسے کام ان سے لیتے۔ جن سے ان کے نفس کی سرکشی دور ہوتی۔ اور ایسے لوگ دوسروں پہ بوجھ ڈالنے کی بجائے اہل حاجت کا بوجھ اٹھانے والے بنتے۔ جھوٹی شرم دُور ہو جاتی۔ اور عارضی رکھ رکھاؤ جاتا رہتا۔ علاوہ ازیں ایسی بلند شخصیتوں کو محنت ومشقت کا مزہ چکھانا اس لئے بھی مطلوب ہوتا۔ کہ یہ اپنے سے زیر دستوں پر ناجائز سختی نہ کریں۔ بہرحال یہ اختلافات محض روش میں ہیں۔ اور مقصد سب کا ایک ہی ہوتا ہے۔ جس مرید کی تربیت میں اس کے پیر نے جو روش اختیار کی ہے اس پر چاہیے کہ وہ قائم رہے۔ کیونکہ ع

کہ سالک بے خبر بنود ز راہ ورسم منزلہا

نتیجہ سب کا راہ حق ہے۔ جو واحد ہے+

آپ کے ایک ارادت مند اللہ بخش صاحب ساکن سلطان ونڈ (من مضافات امرتسر) تھے۔ جو درزی کا کام کرتے تھے۔ وہ ایک مرتبہ آوان شریف تشریف لائے۔ لنگر کے کچھ لحاف اور توشکیں مرمت طلب تھیں۔ وہ انہیں دی گئیں۔ حضرت قاضی عزیبؒ صاحب نے جو یہ سنا۔ تو ناخوش ہوئے اور فرمایا۔ کہ یہ کام تو تم گھر پر بھی کیا کرتے ہو۔ یہاں کچھ خدا کے لئے

کام کرو۔ چونکہ یہ کام حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی کے ایما سے ہوا تھا۔ اس لئے صاحبزادہ صاحب نے حضرت غریب نوازؒ سے ناراضگی کا سبب دریافت فرمایا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ اس کام میں تمہارے لنگر کو تو فائدہ پہنچ گیا۔ کہ کچھ پیسے بچ گئے۔ لیکن اللہ بخش کو کیا فائدہ پہنچا چنانچہ دوسرے دن وہ قریب کے گاؤں سے تھوڑا سا چارہ سر پہ رکھ کر لائے۔ آپ کو جب معلوم ہُوا۔ تو بہت خوش ہوئے۔

کام لینے سے مطلب اصلاح نفس تھا۔ طالبانِ راہِ حق کو ان کے حال کے مطابق کام میں لگایا جاتا۔ ان سے وہی کام لیا جاتا۔ جس سے نفس کی سرکشی کو صدمہ پہنچتا۔ اور وہ تزکیۂ باطن کا ذریعہ ہوتا۔ ایک دفعہ غلام حیدر خاں صاحب رئیس کھلابٹ (سابق صوبہ سرحد) آوان شریف آئے اور کچھ بیمار سے تھے۔ حضورؒ نے حکم دیا۔ کہ جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر لاؤ۔ وہ قریب کے گاؤں میں گئے۔ انہیں راستے میں آٹھ دس آدمی سر پہ لکڑیوں کے گٹھے اٹھائے فروخت کرنے کو آتے ہوئے ملے۔ خاں صاحب مذکور نے ان سے سب لکڑیاں خرید لیں۔ اور لنگر خانے میں لاکر رکھوا دیں، حضرت قاضی صاحبؒ نے جب یہ لکڑیاں دیکھیں تو ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ کہ اتنی لکڑیاں کہاں سے آئی ہیں۔ یہ معلوم ہونے پر کہ خانصاحب یہ لکڑیاں خرید

کرلائے ہیں۔ آپ نے ناخوشی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ اب تم ڈھاکہ[1] جاؤ۔ وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ۔ غلام حیدر خاں صاحب گئے اور وہ ایک دو لکڑیاں اٹھا لائے۔ اب آپؒ خوش ہوئے۔ اور شاباش دی۔

بے آرامی خصوصیّتِ راہِ طریقت ہے } حکیم فیروز الدین صاحب کو حضورؒ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ "دوروں سے واپس ہونے کے بعد چند ایام بہت تکلیف سے گذرتے ہیں۔ اس کے بعد تدریجاً آرام ملتا ہے" بے آرامی اس راہ کی خصوصیت ہے۔ اس راہ میں خونِ جگر پینا اور مردہ بن جانا پڑتا ہے ایک دوسرے خط میں آپ حکیم صاحب موصوف کو لکھتے ہیں۔ کہ "صاحب من۔ طریقت کی راہ ایسی ہے۔ کہ بڑے بڑے جانباز، شہسوار و سرفراز الامان الامان کہتے ہوئے حرمان واندوہ کی گلی ہی میں رہ گئے ہیں۔ آگے نہ بڑھ سکے....... ہم نامراد و بے ہمت بھلا کیا منہ رکھتے ہیں۔ جو اس مشکل کتاب کا ایک ورق بھی پڑھ سکیں۔

مسکینی } تمام طالبانِ حق کو آپ کی ہدایت تھی۔ کہ مسکینوں

---

[1] ڈھاکہ ایک مخصوص رقبہ ہے۔ جو آدان شریف سے ستائیس شمال کی طرف ہے وہاں ایندھن کی لکڑی بکثرت مل سکتی ہے۔

کی طرح زندگی بسر کرو۔ جہاں تک ہو سکے۔ اپنا کام آپ کرو۔ نہ امیرانہ ٹھاٹھ رکھو۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ میرے نفس کی شامت میرے ہرارادت مند کے سامنے آئی ہے لیکن فضل الٰہی ہمیشہ شامل حال رہا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض امور جو ظاہر میں تلخ ہوا کرتے ہیں۔ باطن میں شیریں ہوا کرتے ہیں۔ ع

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

دلآزاری شیخ عبداللہ[۵۱] بلیانی جو شیخ ابو علی[۵۲] دقاق کی اولاد میں سے تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ درویشی نہ نماز روزہ ہے نہ رات بھر جاگنا۔ یہ سب اسباب زندگی ہیں۔ درویشی یہ ہے۔ کہ کسی کو رنجیدہ نہ کرو اور کسی کا دل نہ دکھاؤ اگر یہ بات تمہیں نصیب ہوگئی تو سمجھ لو کہ تم واصل ہوگئے۔

---

۵۱ شیخ عبداللہ بلیانی کی کنیت اوحدالدین تھی۔ آپ ابو علی دقاقؒ سے ساتویں پشت میں ملتے ہیں اور طریقت کے لحاظ سے حضرت ابو نجیب سہروردیؒ سے ان کا شجرہ ملتا ہے۔ صاحب حال بزرگ تھے۔ مغلوب الحال نہیں تھے اسرار و احوال پر انہیں پورا ضبط تھا۔ شیخ سعدیؒ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی تھی۔ ان کے اقوال موتیوں سے تولنے کے قابل ہیں۔ وفات ۶۸۶ھ میں ہوئی

۵۲ شیخ ابو علی دقاق نیشاپور میں رہتے تھے۔ اپنے فن کے امام تھے۔ اور فصیح اللسان تھے بلکہ انہیں لسان العصر کہنا چاہیئے۔ ابو القاسم قشیریؒ

(باقی صفحہ ۲۴۴ پر)

کسی کا دل نہ دکھانا چاہیئے - ایک مضطر کو آرام دینے اور روتے ہوئے کو ہنسانے میں بہت بڑا اجر ہے۔ ماں باپ کی خدمت اور خلق اللہ کو آرام پہنچانا ہی درویشی ہے نواب خاں صاحب کو آپؒ لکھتے ہیں - کہ اصل درویشی دل کا کام ہے - حضرت عبداللہ بلیانی بھی یہی فرمایا کرتے تھے - کہ درویشی نہ نماز و روزہ میں ہے - اور نہ احیائے شب میں - درویشی اسی میں ہے - کہ کسی کو رنج نہ پہنچایا جائے -

عاجزوں کی خبرگیری ایک صاحب کو آپ لکھتے ہیں کہ غریبوں اور عاجزوں کی خبرگیری کا حال سن کر دل بہت خوش ہوتا ہے - اس کام میں جتنی سعی کی جائے - اتنا ہی زیادہ نفع ہے - یہ خدا تک پہنچنے کی ایک سیڑھی ہے - بہت سے لوگ اس کی اہمیت نہیں سمجھتے - اپنے ارادتمندوں امام دین اور مولا بخش کو آپ یہ نصیحت فرماتے ہیں - کہ مسکینوں کی خاطر کرتے اور انہیں کچھ دیتے دلاتے رہو - جو کچھ ان کے لئے صرف ہوگا وہ سب سے بہتر مصرف

(بقیہ حاشیہ ص۲۰۷) ان کے داماد اور شاگرد تھے - ابو علی دقاقؒ اپنے پیر و مرشد کے حضور میں غسل کئے بغیر نہیں جاتے تھے - اور کئی ایک مشائخ کو دیکھا تھا - ان کی وفات ۴۶۵ھ میں ہوئی - (رشید)

ہوگا۔ ایک صاحب نے جو خلیفہ جی کہلاتے تھے۔ اپنی تکلیف کا حال لکھا۔ تو گو آپ کی انگلی میں درد تھا۔ پھر بھی اپنے قلم سے اتنا لکھا۔ کہ آپ کی بے آرامی سے میں بھی بے آرام ہوں۔ مسکینوں اور اجنبیوں کے آپ مربی اور غریبوں اور ضعیفوں کی آپ ہمیشہ خبرگیری کرنے والے تھے۔ ایک مولوی صاحب کو جنہوں نے کچھ اپنا درد دکھ تحریر کیا تھا۔ آپ تسلی کے طور پر لکھتے ہیں۔ کہ تمہارے فرزند میرے فرزند اور لختِ جگر ہیں۔ اور تمہارے متعلقین میرے متعلقین ہیں۔

مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری کو آپ ایک خط میں لکھتے ہیں۔ کہ تمہاری صحت کی خبر سن کر اور مشغولیٔ روزگار کا حال معلوم کرکے میری صحت میں بھی ترقی ہوئی۔ پھر ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔ کہ تمام مخلوق بھائی بھائی ہیں۔ جہاں جاؤ، اور جس کے ساتھ رہو۔ خوش خوش اور اچھے اخلاق کے ساتھ رہو۔ عزیزوں کے ساتھ صبر و تحمل سے کام لو۔ اور اپنے دل کو جو رحمتِ الٰہی کا گھر ہے ہمیشہ پُر بہار رکھو ہر ایک کے ساتھ چھوٹا ہو یا بڑا۔ جہاں تک ہو سکے۔ میل جول سے رہنا چاہیئے۔ پھر ایک دوسرے خط میں ان کے حسنِ اخلاق کی تعریف کرتے اور لکھتے ہیں۔ کہ تمہارے صدق و محبت پر آفرین! کہ ہر شخص کے ساتھ حسنِ طریق

سے پیش آتے اور دل کی کلی کو تازگی بخشتے رہو۔ مولوی صاحب مذکور کو آپ ایک خط میں اس طرح تسلی دیتے ہیں۔ کہ تمہیں فارغ البالی اور آرام نصیب ہو۔ اور جو گرم و سرد ہوا چلنے والی ہو۔ وہ مجھ پر چلے۔ حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کو شبہ ہوا کہ فلاں شخص کی آپ کی طرف سے کوئی دل آزاری ہوئی ہے۔ آپ خود اُس کے مکان پر گئے۔ اور اس سے معافی مانگی۔ حالانکہ آپ کے خادموں کا اصرار تھا۔ کہ معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اُسے راضی کر لیں گے۔ مگر آپؒ نے نہ مانا۔

طریقۂ بیعت جب آپؒ کسی کو مرید کرنا چاہتے۔ تو پہلے توبہ[1] کراتے۔ اس کے بعد مرید کرتے۔ بعض لوگ بزرگانِ دین کے اشارے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور سعادتِ بیعت حاصل

---

[1] توبہ کے لغوی معنی رجوع کے ہیں۔ یعنی ارتکابِ نواہی کو ترک کرکے امتثالِ اوامر پر ڈٹ جانا۔ توبہ کی علامت ندامت ہے۔ توبہ کی تین شرطیں ہیں

(۱) خوفِ عقوبت کیوجہ سے مخالفت و معصیّت پر تاسف کرنا

(۲) ارادتِ نعمت کا دل پر غلبہ اور افعالِ بد و نافرمانی سے نفرت کرنا

(۳) خدا سے شرم رکھنا اور ساودتِ معاصی سے اجتناب کرنا۔

(شہید)

کی ہے اور ہر شخص کے ساتھ ایک نیا واقعہ پیش آیا ہے مگر جب طالبِ بیعت کو یکسوئیِ طبع اور رغبت قوی حاصل ہو جاتی۔ تو آپ مرید کرتے۔ تقریباً ہر شخص کو قرآن پاک پڑھنے کی ہدایت ہوتی۔ اور اتنا ہی پڑھنے کو فرماتے۔ جتنا اس کی طبیعت پر بار نہ ہوتا +

بیعت لینے میں آپ کسی خاص رسم و طریقہ کے پابند نہ تھے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں حضورؐ کی صحبت میں رہنا حصولِ نعمتِ باطنی کے لئے ایک شرط تھی۔ یہ شرط ابتک بھی باقی ہے۔ اِس زمانہ میں حلق و قصرِ شعر اور بیعت کی رسم اس ہئیت پر نہ تھی۔ جیسی کہ اب مروّج ہے۔ اس رسم کی ابتداء حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانہ میں ہوئی۔ غالباً سیاسی بیعت سے ایک طرح کا امتیاز کرنا مقصود ہوگا۔ مگر آئمہ طریقت نے نہ ان صورتوں کو کبھی اہمیت دی۔ اور نہ بالکل ترک کیا۔ حضرت قاضی صاحبؒ کے مریدوں میں ایک بزرگ ملا حاجی نیاز الدین صاحبؒ تیراہی تھے جو صرف آپ کی صحبت سے ہی مستفید ہوئے۔ اور ظاہری رسم ادا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اصل شے پیر کی محبت اور اس سے ارادت ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ کا یہی طریقہ تھا۔ پہلی ملاقات میں آپؒ کم کسی کو مرید کرتے۔ جو کوئی بیعت کی خاطر آتا۔ آپؒ

دیکھتے کہ وہ ارادہ میں صادق ہے یا نہیں۔ جب کئی بار حاضر ہو چکتا۔ تو اس پر آپ کے فیضان کا اثر ظاہر ہوتا۔ اس آمدورفت میں اس کے خلوص کا بھی امتحان ہو جاتا۔ اور پیر کی محبت بھی پیدا ہو جاتی۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب رح ساکن پنڈی سرہال جو آپ کے خلفا میں سے تھے۔ جب دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر آئے۔ تو روحانی تربیت و تعلیم کی طرف بالکل مائل نہ تھے۔ ایک صاحب دوست محمدؐ خاں کے اصرار سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آوان شریف تشریف لائے تو وہاں حضرت رح نہ ملے۔ کوالکھ گئے۔ وہاں بھی نہ ملے۔ پھر گجرات کی ایک مسجد میں ملاقات ہوئی مغرب کی نماز کے وقت انہیں نماز پڑھانے کا حکم ہوا۔ دوسرے دن جمعہ تھا۔ جمعہ کی نماز بھی حسب الحکم پڑھائی۔ اس تگ و دو میں طبیعت نے پلٹا کھایا اور آپ کی طرف مائل ہوئی۔ اور مرید ہونے کا خیال راسخ ہو گیا۔ جب آپ سے عرض حال کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ "میں کسی قابل نہیں ہوں مگر حضرت اخوند صاحب رح نے جو مجھے بتایا ہے۔ وہ آپ کو بتا دونگا"۔ اس کے بعد آپ نے مرید کیا اور دلائل الخیرات کا روزانہ ختم اور قرآن پاک کے پانچ پارے ہر روز پڑھنے کو فرمائے۔ مولوی صاحب ممدوح رح

فرماتے تھے۔ کہ چند روز بعد میری یہ حالت ہو گئی۔ کہ جی چاہتا تھا، جنگل کی طرف بھاگ جاؤں۔ اور ونیا و مافیہا کو چھوڑ دوں۔ مگر خاموش اپنی جگہ برقرار رہا۔

مقصد ارادت } اس فقیر حقیر مولف ہذا کو خدمتِ مبارک میں ارادت کے بعد حاضر ہونے کا بہت کم موقعہ ملا۔ مگر جس قدر ملا وہ بھی بہت غنیمت تھا۔ ارادت کا مقصد کیا ہے؟ یہ کہ نیت کی پاکیزگی، ارادے کی استواری مقصد کی بلندی اور معاملات کی صفائی حاصل ہو۔ یہ سب انسان بننے کی کوششیں ہیں۔ یہی سعی پیہم ہے۔ جو بڑی نعمت ہے۔ اور کسی مرد خدا کا دامن پکڑنا اور اس سے ارادت پیدا کرنا نعمت بالائے نعمت ہے۔ اس کے بغیر نہ سعی پیہم کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ نہ اخلاق سیئہ بدل کر اخلاق حسنہ بنتے ہیں۔ آدمی بننا ہے تو خدائے عزّوجل کے اس حکم کی تعمیل کرو۔ "کُونُوا مَعَ الصّٰادِقِیۡنَ۝ یعنی سچے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرو اس سعی میں اگر مقصد حاصل ہو گیا۔ تو زہے نصیب۔ اور اگر اسی میں دم نکل گیا تو زہے بخت۔ بہ فحوائے "فقد فاز فوزاً عظیما" بڑا درجہ نصیب ہوا

عاشقی آموز و محبوبی طلب + چشم نوحی قلب ایوبی طلب
کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے + بوسہ زن بر آستانِ کاملے

توبۃ النصوح } اس راہ میں توبہ کا درجہ، پہلا درجہ ہے اس بارے میں حضرت قاضی صاحب رح فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے۔ کہ "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ" یعنی جو شخص گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ وہ ایسا ہی پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ گویا اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔ بشرطیکہ توبہ نصوح و خالص ہو۔ توبہ نصوح سے مراد یہ ہے۔ کہ جس فعل سے بندہ توبہ کرے۔ پھر اس کا مرتکب نہ ہو۔ بلکہ قتل ہونا پسند کرے۔ مگر اس فعل کے قریب نہ جائے "توبوا الی اللہ جمیعًا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون" (اے ایمان والو تم سب توبہ کرو۔ تاکہ تم فلاح پا جاؤ) اس ہدایت کو اگر اس ہدایت سے ملا کر پڑھا جائے کہ "کونوا مع الصادقین" (یعنی سچے لوگوں کی معیت اختیار کرو) تو بیعت کرنے اور پیر کے ہاتھ پر توبہ کرنے کے لئے صاف اشارہ پایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس خطاب کے مخاطب عامۃ المسلمین ہیں۔ اس لئے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سب تائب تھے۔ کفر سے اعراض کرنے والے اور ایمان والے تھے۔ گناہ کی طرف کسی کو رغبت نہ تھی۔ اور ہر شخص اطاعت الٰہی کی طرف مائل تھا۔ پس اس ارشاد کے مخاطب بلا تخصیص عامۃ المسلمین

ہوئے - بارگاہِ خداوندی میں توبۂ نصوح ہی کی قدر ہے - پس نیک عمل کرنا اور بارگاہِ رب العزت سے امیدواری رکھنا لازم ہے - بندہ کو خدائے عزوجل کے کرم سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیئے - چنانچہ آپ مولوی عبد القادر صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں - کہ باری تعالیٰ کے فضل وکرم کا ہمیشہ امیدوار رہنا چاہیئے - اور کبھی مایوس نہ ہونا چاہیئے - اس لئے کہ اُن گرہ در گرہ کاموں کی وہی گرہ کشائی فرماتا ہے - اور ناقابلِ تسخیر بند قلعوں کی وہی در کشائی کرتا ہے - ہر مرض کی دوا اسی کے ہاتھ میں ہے - پس "کارِ خدا را بخدا در سپار" خدا کے کاموں کو خدا کے سپرد کر دو - اپنی طرف سے اُس میں کوئی دخل نہ دو - دخل وہی سے بندوں کے کام بگڑ جاتے ہیں اس لئے کہ وہ مصلحتِ کار سے واقف نہیں ہوتے +

حجابات [1] } ضروری ہے کہ ان حجابوں کو دور کیا جائے - جو مانع راہ ہیں - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - کہ

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا

---

[1] جو چیز انسان اور خدا کے درمیان آڑ بن جائے - اور انسان کو مشاہدہ حق سے روک کر اپنی طرف متوجہ کرے - وہ حجاب ہے - یعنی ماسوی اللہ کے ضمن میں جو چیز مشاہدہ حق میں مانع ہو وہ حجاب کہلاتی ہے (تسہیل)

(ہم نے ان کے روبرو اور پس پشت دیوار کی طرح پردہ بنا دیا ہے) یہ پردے کیا ہیں۔ اور کیسے ہٹائے جائیں امام غزالی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ پردے چار ہیں

۱ مال ـــــ ۲ جاہ ـــــ ۳ تقلید ـــــ ۴ معصیت

۱ مال حجاب دل ہے۔ جس میں دل ہر وقت مشغول رہتا ہے۔ حجاب جاہ دل کی آرزوئیں ہیں اور نفس کے شرانگیز ولولے ہیں۔ اس کا علاج عزلت اور گوشہ نشینی میں ہے۔ حجاب تقلید۔ تقلید جامد بہت بڑا حجاب ہے۔ کیونکہ مقلد اپنے مزعومہ اعتقاد پر بضد ہوتا ہے۔ اور اس کے خلاف کچھ بھی سننا گوارا نہیں کرتا۔ اس کا علاج تحقیق ہے۔ تاکہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود دل میں جاگزیں نہ ہو سکے۔ اور ہوا و ہوس کو اپنا معبود نہ بنائے معصیت بہت بڑا حجاب ہے۔ جو کوئی اس پر اصرار کرتا ہے اس کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ پھر حق اس پر کیسے منکشف ہوگا۔

امراض باطنی اور ان کا علاج } شہوت شکم و فرج کا علاج گرسنگی میں ہے۔ خاموشی سے دروغ، غیبت وغیرہ کا علاج ہوتا ہے۔ دنیا کو بہ نگاہ حقارت و مذمت دیکھنے سے مال کی دوستی، آفت بخل، طمع و حرص کا علاج ہوتا ہے۔ جو امور متقاضی ریا ہوں۔ ان سے بچنا اخلاص پیدا کرتا ہے

تواضع سے کبر و خود پسندی کا علاج ہوتا ہے - تواضع یہ ہے - کہ سب کو اپنے سے اچھا جانے - توکل سے اعتماد علی الغیر کی جڑ کٹتی ہے - رضا سے تسلیم امور الی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے - تفکر سے معلوم ہوتا ہے - کہ انسان کا خدا اور کائنات سے کیا تعلق ہے -

جیسا مرید ویسا وظیفہ } حضرت قاضی غریب نواز صاحبؒ ہر شخص کو اس کی حالت کی مناسبت سے نصیحت فرماتے - اور جو شغل مناسب سمجھتے اس کی تعلیم فرماتے - کسی کو ذکر و فکر کی ہدایت فرماتے - کسی کو اوراد و ظائف کی - نیز جیسا حال دیکھتے - ویسے ہی تربیت فرماتے - مثلاً مولوی خلیل الرحمٰن کو آپ کی یہ نصیحت تھی - کہ دل کا دھیان ہر آن اُدھر لگا رہے - حکیم احمد دین صاحب کے لئے یہ ارشاد تھا کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو - مولوی عبد القادر مرحوم کو آپؒ لکھتے ہیں یہ عالم بے آرامیوں کا عالم ہے . اس میں ہر حال میں خوش رہنا چاہیئے اور ساتھ ساتھ ہی ظاہری شغل بھی لگا رہے - پھر ایک دوسرے خط میں انہیں لکھتے ہیں جو کچھ کہنا ہو - اللہ ہی سے کہو - اور جو کچھ مانگنا ہو - اسی سے مانگو - وہ سنے یا نہ سنے کہنا اسی سے ہے - اس کے بغیر کہیں بسر نہیں ہو سکتی - اگر وہ سرد مہری کرے تو بھی

خوشی خوشی برداشت کرنا چاہیئے ۔ اس کا فضل سب کے شاملِ حال رہتا ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن مرحوم ساکن پنڈی سرہال فرماتے تھے ۔ کہ حضرت صاحبؒ جس کو جو شغل مناسب حال سمجھتے، بتاتے تھے ۔ کسی کو حزب البحر کسی کو درود مستغاث کسی کو دعائے گنج العرش اور کسی کو حزب الاعظم۔ اور جو چیز جس کسی کو پڑھنے کے لیئے فرمائی ۔ وہی چیز اس کے باطنی امراض کی دوا تھی ۔ یہ دوا اور آپ کی توجہ دونوں مل کر کام کرتی تھیں ۔ دوا تو بہانہ ہوتی تھی ۔ اصل علاج توجہ باطنی سے ہوتا تھا ۔ جس طرح لوگوں کے احوال میں تفاوت ہوتا ہے ۔ اسی طرح ان کی بیماریوں کے علاج میں بھی تفاوت ہوتا ہے ۔ ایک کی حالت دوسرے کی طرح نہیں ہوتی ۔ ہر ایک کا راستہ خدا کی طرف اسی کی حالت کے مطابق الگ ہوتا ہے ۔ اسی لیئے آپ ہر ایک کو اس کے حال کے مطابق ہدایت و تلقین فرمایا کرتے تھے ۔ وظائف و اوراد یہ سب توشہ و زاد آخرت ہیں ۔ مقصود بالذات صرف ذات حضرت حق جل و علاء ہے ۔ باطنی اصلاح کے لیئے ایک گونہ ظاہری عمل سے امداد حاصل ہوتی ہے ۔ انہیں سے ظاہری و باطنی تربیت اور ڈسپلن بھی مقصود ہوتا ہے ۔ جو لازمۂ راہ ہے آپ خود مؤلف ہذا سے فرماتے

تھے۔ کہ صوفی کو زیادہ اوراد و وظائف کی ضرورت نہیں اسے خدائے عزوجل کی مصنوعات میں فکر کرنا چاہیئے۔ جتنا وہ ان میں غور کرے گا۔ اتنا ہی اس کے دل کی زبان سے نکلے گا۔" ربنا ما خلقت ھذا باطلا" (پروردگارا تو نے انہیں بیکار نہیں بنایا ہے) یہ معرفت ہے۔

آوان شریف سے مشرق کی طرف چار پانچ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہزارہ مغلاں ہے۔ وہاں ایک نابینا حافظ صاحب رہا کرتے تھے۔ جن کا شغل درس و تدریس تھا۔ ایک دفعہ حافظ صاحب موصوف نے حضرت صاحب رح سے استدعا کی۔ کہ مجھے وردِ مستغاث پڑھنے کی اجازت فرمائی جائے۔ جس پر حضرت صاحب رح نے فرمایا۔ کہ میں اس وقت تک اجازت نہیں دے سکتا جب تک " الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کہنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے یہ نہ پوچھیں۔ کہ کیا چاہتے ہو۔ راوی (یعنی حافظ محمد عمل صاحب سکنہ ڈھنگروٹ ضلع میرپور (آزاد کشمیر) جو آپ کے سچے ارادتمند اور صاحب باطن بزرگ ہیں) کہتا ہے۔ کہ پھر اس کے بعد میں نے خود کئی موقعوں پر حضرت صاحب رح کو وردِ مستغاث کی اجازت عطا فرماتے دیکھا ہے۔

زباں بندی } اسی راوی کا قول ہے کہ حضرت قاضی غریب نوازؒ فرماتے تھے۔ کہ جب تکمیل کا وقت آتا ہے۔ تو زبان[1] بند ہو جاتی ہے۔ اور دل ذکر کرتا ہے۔ ولاشکوہ فرماتے ہیں۔

مُہر برلب دردلش صد رازۂ
لب خموشش و دل پُر از آوازۂ

حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ابو القاسم قشیری سے سُنا ہے

---

[1] شیخ صدر الدین ملتانیؒ کے وصایا میں ہے کہ :- اذا اراد الله بعبد خیراً وکتبہٗ عبداً سعیداً وفقہ لدوام الذکر باللسان مع مواطاۃ القلب ورقاہ عن ذکر اللسان الیٰ ذکر القلب حتیٰ لو سکت اللسان لا یسکت القلب وھو الذکر الکثیر ولا یوصل العبد لذالک الا بعد التبری عن النفاق الخفی (اخبار الاخیار)

یعنی جب اللہ جل شانہٗ اپنے بندے کے حق میں خیر کا ارادہ فرماتا اور اپنے ہاں اسے سعید بندہ لکھ لیتا ہے تو اسے دوام ذکر کی توفیق عطا فرماتا ہے اس طرح کہ زبان کے ساتھ ساتھ دل بھی موافقت کرتا رہے پھر اسے زبان کے ذکر سے قلب کے ذکر کی طرف ترقی دیکر سجاتا ہے۔ یہاں تک کہ زبان چپ اگر ہو جاتی ہے تو بھی دل چپ نہیں ہوتا۔ یہی ذکرِ کثیر ہے اس مرتبہ پر بندہ صرف اس وقت پہونچتا ہے جبکہ وہ نفاق خفی سے پاک و مبرا ہو جائے۔

کہ تصوف کی مثال برسام کی بیماری کی طرح ہے۔ کہ اس کی ابتدا بکواس اور انتہا خاموشی ہے۔ اور جب یہ حالت مضبوط ہو جاتی ہے۔ تو آدمی بالکل گونگا سا ہو جاتا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں۔ کہ صفوتِ قلب کے دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک میں وجد ہے۔ اور دوسرے میں نمود۔ نمود مبتدیوں کو ہوتا ہے۔ اس میں بکواس ہے اور وجد منتہیوں کو ہوتا ہے وجد میں وجد کو بیان کرنا مشکل ہے۔ بلکہ محال ہے۔ گزشتہ کسی باب میں ذکر آچکا ہے کہ چوہدری اللہ دین ساکن طاہر ضلع گجرات سے حضورؒ نے فرمایا، کہ اسرارِ الٰہی کو ہمیشہ پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔ دوستوں کی باتیں راز ہوا کرتی ہیں۔ کوئی دوسرے لوگوں سے کہتا نہیں پھرتا۔

گلستان بوستان } مولوی عبدالرحمٰن مرحوم کا بیان ہے کہ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ آدمی کی تعلیم کے لئے گلستان و بوستان کافی ہیں یہ دراصل اخلاق کی کتابیں ہیں۔ اور پیرایہ بیان بہت موثر ہے۔ آدمی بننے کے لئے تہذیب نفس کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے لئے یہ کتابیں کافی ہیں۔ بشرطیکہ علم و عمل دونوں ہمدوش ہوں۔ ان سے تہذیب نفس ہی حاصل ہوتی ہے۔ جو مقصود و مراد علم ہے۔

مولوی عبدالقادر لاہوری مرحوم کو ایک مرتبہ آپ

نے لکھا تھا۔ کہ جس طرح علومِ ظاہری کا استاد اپنے شاگردوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح علومِ باطنی کا استاد بھی اپنے شاگردوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور روح کے جملہ احوال اچھے ہوں یا بُرے ان پر ظاہر فرماتا ہے +

وظیفے میں آزادی} مشغولی حق میں آپ کا یہ اصول تھا۔ کہ جب تک طبیعت پر بار نہ ہو۔ اور دل میں گرانی نہ پیدا ہو۔ جس شغل میں ہو، اُسی میں رہو اور جب گرانی معلوم ہونے لگے۔ تو دوسرا شغل اختیار کرو۔ مولوی محمدؐ گل عزور غشتی کو آپ لکھتے ہیں۔ کہ ذکر لسان اس وقت تک کرو۔ کہ سیری ہو جائے۔ اس سیری کی آپ نے کوئی حد متعین نہیں فرمائی۔ صرف اس قدر فرمایا۔ کہ جس قدر ہو سکے۔ مگر وظیفہ محض زبان ہی سے نہ پڑھنا چاہیئے۔ دل کا بھی لگاؤ رہے۔ منشی نواب خاں کو آپ فرماتے ہیں کہ اصل درویشی دل کا کام ہے یہ کام سر دینے کا ہے نہ کہ مال و دولت دینے کا +

عملیات} عملیات کی طرف آپ کی بالکل توجہ نہ تھی گو آپ کے اجداد میں بعض بزرگوار اس فن میں کامل گزرے ہیں۔ مگر آخر عمر میں انہوں نے بھی اس طرف سے توجہ ہٹالی تھی۔ آپ بھی تعویذ

دیتے تھے ۔ مگر صرف اَللّٰہ جل شانہٗ کے نام کا ۔ ان
چیزوں کے اثر کے لئے یقین کا تعلق ہے جو دل سے
ہوتا ہے ۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے "جو دل کرتا ہے تعویذ
نہیں کر سکتا" حقیقت یہ ہے ۔ کہ دل محلِ اسرارِ الٰہی
ہے ۔ اس پر شیطان کو قدرت نہیں ۔ وہ صرف صدور
میں وسوسہ ڈالتا ہے ۔ قلوب میں نہیں ۔ جب دل
کسی طرف متوجہ ہوگا تو اس کا اثر ظاہر ہونا لازمی ہے ۔
انقلابی توجہ } آپؒ کے اکثر متوسلین کو اللہ تعالےٰ نے
عشق و محبت کا حصہ کافی عطا فرمایا، اور
اگر کوئی ابتلائے مجاز میں پھنس بھی گیا ۔ تو بھی خدا تعالیٰ
نے اُسے پاک باز رکھا یہ صرف حضور ہی کی توجہ مبارک
جذبۂ قلب اور اتباع شریعت کا اثر تھا ۔ منشی[1] محمدؐ فاضل
صاحب جو اس امتحان میں کسیقدر ڈالے گئے تھے ۔ انہیں
ایک خط کے جواب میں آپ لکھتے ہیں کہ "خدائے عزوجل
محبت صوری و معنوی عطا فرمائے" یہ دعا قبول ہوئی

---

[1] منشی محمدؐ فاضل سیالکوٹ کے رہنے والے تھے ۔ اور مشن سکول میں ملک
تھے ۔ وہیں ان کے ساتھ عشق مجازی کا واقعہ پیش آیا ۔ لیکن حضرت قاضی صاحب
کی توجہ سے پاکباز رہے ۔ آخر یہ عشق مجازی عشق حقیقی سے بدل گیا ۔ نہایت
وجیہہ جوان تھے اور آپ کے قدیمی ارادتمندوں میں سے تھے ۔ اور آپ
سے بہت بے تکلف تھے ۔ اور اخلاص کا پیکر تھے (رشید)

ایک اور خط کے جواب میں لکھا کہ ہر ایک کو خدائے واحد وکریم کے باغ کا پھول سمجھ کر خندہ پیشانی اور شیریں زبان سے برتاؤ کرنا چاہئیے حدیث شریف میں آیا ہے۔ من کرمك ان تلقی اخاك بوجہ طلق

جس ارادتمند میں آپ جتنا ظرف پاتے۔ یہ نعمت اسی قدر عطا فرماتے۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰی منیریؒ شیخ عمر کو مکتوب میں لکھتے ہیں کہ جس طرح ظاہر نماز روزہ فرض ہے۔ اسی طرح باطن میں عشق ومحبت فرض ہے۔ عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ اس لئے فرضِ راہ ہُوا۔ اسی سے حیات حیات ہے اور اس کے بغیر ممات ہے۔ جو جتنا دل سوختہ ہوگا اتنا ہی زیادہ عزیز ہوگا۔

ضلع میانوالی کے ایک سنگی احمد خاں صاحب جب مرید ہونے آئے۔ تو آپ نے پوچھا۔ کس لیئے آئے ہو؟ عرض کیا۔ عشق الہٰی کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا۔ "عشق آئیگا تو مکھیاں کون اڑائے گا؟" یعنی یہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔ ایک بلائے عظیم ہے۔ اس منزل میں بہت سنبھل کر چلنے کی ضرورت ہے۔ پاک وناپاک کی ظاہری صورت ایک ہوتی ہے۔ اس لیئے لوگ دھوکے میں آجاتے ہیں اور شیطان کہیں سے کہیں بہکا کر لے جاتا ہے مگر جس نے غریب نواز کا دامن پکڑا۔ وہ بفضلہٖ تعالےٰ

ان سب آفتوں سے معفوظ رہا۔ حضرت قاضی صاحبؒ کا روحانی تصرف بہت قوی تھا۔ آپ کے مرید پر اگر جذبۂ حق کی بجائے جذبۂ نفس غالب آتا۔ تو آپ کا روحانی تصرف اُسے اس کام سے باز رکھتا اور دستگیری فرماتا۔

عالم آئینۂ راز است نہ بازیچۂ کفر
عارف آں ہر کہ باندیشہ زغوغا ماند
قدمِ یوسفؑ اگر در رہِ ایمان لغزد
بتے از دور نماید کہ بر جا ماند

ہر کام للّٰہ ہونا چاہیئے } آپؒ کا ارشاد تھا کہ ہر کام اللہ کے لئے ہونا چاہیئے۔ اگر نوکری اللہ کے لئے ہے تو وہ بھی عبادت ہے۔ جملہ عالم ملک خدا ہے۔ اور جملہ مخلوق بندگان خدا۔ پس مخلوق کی خدمت خالق ہی کی خدمت ہے۔ اگر کسی کے پاس زمین ہے، اور وہ کاہلی کی وجہ سے کاشت نہیں کرتا۔ تو خدا کے سامنے جواب دہ ہوگا۔ اسی طرح کوئی پیشہ ہو مگر کاہلی کی وجہ سے آدمی کافی سعی نہ کرے۔ تو وہ کاہل جواب دہ ہوگا۔

ترکِ ترک } آپ احمد خاں صاحب سے جو پلٹن میں ایک سپاہی تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ انسان خدا کے راستہ پہ چلتا ہے، تو دنیا ترک ہو جاتی ہے۔ پھر یہ

ہوتا ہے کہ آخرت اور بہشت کی پرواہ نہیں رہتی - اس کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت پیدا ہوتی ہے - جب اس میں بندہ پختہ ہو جاتا ہے تو ترک کا خیال ہی ترک کر دینا پڑتا ہے - اور ذات رب العزت میں استغراق تام ہو جاتا ہے - لیکن صحو کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا اور دنیا میں معمولی آدمی کی طرح کام کرتا رہتا ہے - مگر اس کا قلب ہر وقت اللہ جل شانہٗ کے پاس رہتا ہے +

مشغولی اوقات حضرت غریب نواز کی بڑی تعلیم یہ تھی کہ وقت ضائع نہ کیا جائے - حکیم احمد دین صاحب کو آپ لکھتے ہیں کہ خبردار اور ہوشیار رہو - تمہارا ایک لحظہ بھی بیکار نہ جائے ایسے

لہ محبت الٰہی اور مشاہدہ حق میں اس قدر محو ہو جانا - کہ اپنے آپ کی خبر نہ رہے اس میں سوائے ذات وصفات الٰہی کے ہر چیز کی نفی ہو جاتی ہے اس حالت میں آدمی کا ہر فعل خدا کا فعل سمجھا جائیگا ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ❁ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود (رومی)

لہ حصول مراد تک پہنچ کر بھی ہوشیار رہنا - یہ بھی حال ہے اور اس کا کمال یہ ہے - کہ سُکر کی حالت میں بھی آدمی صاحبِ صحو رہے - یہ ظرفِ معرفت کے بڑا ہونے پر منحصر ہے -

(برکت علی شاہد)

کاموں میں جو معتبر ہوں، مصروف رہو ورنہ جواب دہی
میں دشواری واقع ہو گی۔ ایک ایک ساعت گرانبہا
ہے جو پھر ہاتھ نہ آئے گی۔

حکیم فیروز دین صاحب کو آپ لکھتے ہیں کہ دنیا کے
وقت کو بہت ہی قلیل سمجھو۔ ہر کام میں خواہ وہ
ظاہر کا ہو یا باطن کا، ذات باری تعالیٰ کا خیال رہے
وہی ایک آفتاب نور بار ہے۔ تمام نفس (یعنی اپنے
اندر) و آفاق (یعنی اپنے باہر) میں اسی کا جلوہ دیکھو۔ جو
اس کا پیارا ہو وہی تمہارا پیارا ہو۔ جسے وہ پسند کرے
اُسے تم بھی پسند کرو۔

توکل و رضا

مولوی خلیل الرحمٰن کو آپ ہدایت فرماتے ہیں۔
کہ اصل درویشی دو چیزیں ہیں ایک رضائے الٰہی
دوسرا توکل[1] دل کا دھیان ہر آن اپنے رب کی طرف
لگا رہے۔ ہر کسب و کار میں خدائے وحدہٗ لاشریک کا
خیال رہے۔ وہ جس طرح تمہیں پیدا کرنے والا ہے۔ اسی
طرح تمہارے اعمال کا پیدا کرنے والا بھی ہے۔ "واللہ
خلقکم وما تعملون"۔ سب اسی کی ملک ہے۔

---

[1] جناب بڑے پیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں
کہ جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ "الاکتساب
من سنتی و توکل حالتی" کسب کرنا میری ظاہری سنت ہے اور

باقی ص۲۲۸ پر

یہ نصیحت سب کو تھی۔ خواہ ان کی طبیعتوں کا میلان مختلف و متضاد کیوں نہ ہو "من لہ المولیٰ فلہ الکل" جسے مولیٰ مل گیا۔ اُسے سب کچھ مل گیا۔ توکل مانعِ کسب نہیں۔ بشرطیکہ کسب سے مقصود امدادِ مساکین، معاونتِ خلق اور توجہ الی اللہ ہو۔

ہر امر میں اللہ کی مرضی کے موافق راضی رہنا چاہیئے

حکیم احمد دین بیان کرتے ہیں کہ موضع اگو کی ضلع سیالکوٹ سے ایک پٹواری کا تبادلہ علاقہ بجواتھ میں ہو گیا۔ اس نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا اور تنسیخ تبادلہ کے لئے دعا کا طالب ہُوا۔ آپ نے جواب میں لکھا "راضی بہ رضائے قاضی الحاجات چہ دراگو کی وچہ در بجوات" یعنی اگو کی اور بجوات برابر ہیں۔ خدا تعالیٰ

(بقیہ ۲۲۷ حاشیہ) توکل کرنا میری باطنی حالت ہے۔ پس اے طالب تو آپ کی سنت و حالت دونوں کے درمیان میں قائم ہے اگر تیرا ایمان سست ہے تو تیرے لئے کسب کرنا ضروری ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اگر تیرا ایمان یقین قوی ہے تو توکل جو آپ کا حال تھا تیرے لئے بہتر ہے حضرت قاضی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جب توکل کی ہدایت فرماتے ہیں تو اسی تعلیم و تربیت کے مطابق فرماتے ہیں

(برکت علی شہید)

کی جو مرضی ہے۔ اُس پر راضی رہو۔ بندہ کی یہ شان ہے
کہ وہ بندہ بنا رہے۔ اور اس کا آقا جو حکم دے۔ اس
پر راضی رہے۔ اور یاد رکھے کہ اس کا آقا بڑا بندہ نواز
ہے۔ جب یہ بندہ بننے کی کوشش کرے گا۔ تو
وہ بھی بندہ نوازی فرمائے گا

رضائے الٰہی کا ثمرہ محبت ہے۔ جس سے محبت
ہوتی ہے۔ اس کی ہر ادا پسندیدہ ہوتی ہے۔ اور دوسروں
کی وفا سے اس کی وفا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کتاب و
سنت اس پر ناطق ہیں۔ اور تمام امت اس پر متفق ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بندہ کے حق میں اس پر رحمت فرمانا
اور اس کی بھلائی کا ارادہ فرمانا ہے وہ باطن کو غیر اللہ
کے دخیل ہونے سے روکتا اور بندہ کو ازلی نعمت سے
سرفراز فرماتا ہے۔

نفی و اثبات } مولوی محمدؐ سعید صاحب ساکن پنڈ دادن خاں
کو آپ لکھتے ہیں۔ کہ ذکر جہر[1] سہ ضربی
ہے اور حضرت غوثِ زمان اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے طریقہ انیقہ میں عام و خاص سب یہ ذکر کرتے ہیں۔ کم
از کم ہزار مرتبہ تو ہو۔ ورنہ جتنی طاقت ہو۔ لیکن اس حال
میں حضوریٔ دل ضروری ہے۔

---

[1] جو ذکر بآواز بلند کیا جائے۔ اُسے ذکر جہر اور جو اپنے دل میں کیا جائے اُسے خفی کہتے ہیں
(شہید)

مولف ہذا کو آپ نے اس کے حسب حال یہ ہدایت فرمائی تھی۔ کہ دس دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر گیارہویں مرتبہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو۔

خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ سے مراد نفیِ اِلٰہِ طبیعت ہے (آلِہَہ اِلٰہ کی جمع ہے۔ اور اس سے خواہشاتِ نفسانی مراد ہیں) اور اِلَّا اللّٰہ سے مراد یہ ثابت کرنا ہے کہ صرف حق جل شانہٗ معبودِ حقیقی ہے اور محمد رسول اللہ کہنا اپنے تئیں مقام "فَاتَّبِعُوْنِیْ" (پس میری پیروی کرو) میں لانا ہے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ کلمۂ توحید کی حقیقت تک بندہ پہنچ جائے۔ اور نفس کلمہ کی حقیقت یہ ہے کہ کلمہ ماسوی اللہ کے کہنے کی پوری پوری نفی ہو جائے۔ بہت کہنا شرط نہیں۔

ایک دفعہ مولف ہذا سے حضرت قاضی صاحبؒ نے فرمایا تھا۔ کہ توحید میں ایک وقت ایسا آتا ہے۔ کہ اسمِ "اللہ" تک بھی باقی نہیں رہتا۔ صرف مسمّٰی باقی رہ جاتا ہے۔ یعنی اسم جو صفت ہے۔ وہ بھی ذات کے مقابلہ میں ایک حجاب[1] ہے۔ یہ حجاب بھی آخرکار اٹھ جاتا ہے

---

[1] ہر وہ چیز جو بندہ اور خدا کے مابین حائل ہو۔ مثلاً انسان کی اپنی ذات، اس کی صفاتِ ذمیمہ وغیرہ سب حجاب میں داخل ہیں۔
(شہید)

حضرت ابوالعباس[1] دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ذکر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مذکور کے سوا ذاکر سب کو بھول جائے اور آخر درجہ یہ ہے، کہ ذکر کے وقت ذاکر ذکر تک سے غافل ہو جائے اور مذکور میں اس طرح مستغرق ہو، کہ مقام ذکر کی طرف بھی اپنے استغراق کی وجہ سے رجوع نہ کر سکے۔ اور یہی حالت فنا قائم رہے۔ یہ حال فنا در فنا کہلاتا ہے اس میں عجز کا شعور تک بھی باقی نہیں رہتا۔ سب ساقط ہو جاتا ہے۔

پاس انفاس آپ پاسِ انفاس کی بھی ہدایت فرمایا کرتے تھے پاسِ انفاس سے مراد صرف سانس کے آنے جانے پر دھیان رکھنا ہے اسی کے متعلق حضرت خواجہ عبید اللہ احرار[2] تحریر فرماتے ہیں کہ سانس کے دخول و خروج پر دھیان رہنا چاہیئے۔ "تاکہ نسبتِ حضور مع اللہ میں فتور نہ پڑے۔ اس عمل کی مزاولت سے یہ نگہداشت بلا تکلف ہر وقت رہتی ہے اور کسی طرح دل سے دور نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ بعض اوقات شاغل خود اپنی حالت

---

[1] ابوالعباس دینوری کا اصل نام احمد بن محمد تھا کئی صاحبِ حال بزرگوں کی صحبت میں رہے تھے۔ راہِ طریقت پر مستقیم تھے اور پند وعظ کہتے تھے۔ آپ نے ۳۴۰ھ میں وفات پائی (نفحات الانس)
(برکت علی شہید)

میں گم ہو جاتا ہے۔ نہ اسے اپنی خبر رہتی ہے۔ اور نہ اس وقوف قلبی کی +

رجاء و حُسنِ ظن } آپ رح فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیئے۔ حکیم احمد دین صاحب کو آپ رح نے یہی لکھا تھا۔ کہ جو کچھ پیش آتا ہے۔ مبدءِ فیض کی طرف سے پیش آتا ہے۔ "ضرب الحبیب زبیب" (خدا کی ضرب ایسی میٹھی ہے۔ جیسے انگور و منقیٰ)
خدائے عزوجل سے حسنِ ظن رکھنا چاہیئے۔ سب کام اسی کے سپرد کر دو۔ اور اسی پر توکل کرو۔ یہی لازمۂ راہ ہے۔ جس طرح بدگمانی عداوت کا پیش خیمہ ہے۔ اسی طرح حسن ظن محبت کا پیش خیمہ ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ کہ آرزو اور شئے ہے۔ اور گمانِ نیک و رجا ایک اور شئے، آرزو میں عمل نہیں۔ اس لئے اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ اور رجا و گمان نیک عمل کے ساتھ ساتھ ہیں عمل بغیر ان کے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ آلِ فرعون میں ایک

(۵۲ حاشیہ ط۲۳) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رح خواجگانِ نقشبندیہ میں سے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی سے مزین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے اور اسی متابعت میں منازلِ سلوک طے کرنے والے۔ آپ حقائق و دقائق عرفان کے بحر لامتناہی تھے۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رح کے پیرو مرشد تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ (شہید)

صاحبِ ایمان شخص تھا ۔ اس نے کہا کہ "افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیرٌ بالعباد۔ (میں اللہ تعالیٰ کو اپنے کام سونپتا ہوں اس کی نگاہ سب بندوں پر ہے) (سورہ مومن ع) پس اُس نے اپنے تمام کام اور اعمال کے نتائج اللہ کے سپرد کر دیئے ۔ اور اُس سے نیک گمان رکھا۔ کہ اس کی نظر سب بندوں پر ہے اس کا ثمرہ یہ ملا۔ کہ "وقاہ اللہ سیّاتِ ما مکروا!" یعنی مخالفین جو اس کے خلاف مکر و فریب کر رہے تھے ۔ ان سب سے اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا ۔ اس کی امیدیں بر آئیں۔ اور دشمن خوار و ذلیل ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ کے سپرد تمام کام کر دینا ایک دوا ہے ۔ جس سے ہر کام سدھر جاتا ہے اور بندے کی حالت بھی سدھر جاتی ہے ۔ حضرت قاضی صاحبؒ اسی لئے فرمایا کرتے تھے ۔ کہ "کارِ خدا را بخدا درسپار" اللہ تعالیٰ کے کام اسی کے سپرد کرو۔" امیدواری از فضلِ باری قطع نہ باید کرد" اللہ کے فضل سے بھلائی کی امید ہمیشہ رکھنی چاہیئے اور کسی حال میں اس سے قطع نظر نہ کرنا چاہیئے ۔

تہذیبِ نفس } حضرت ابو عبداللہ رودباری فرماتے ہیں کہ حدیث کے لکھنے سے جہل دور ہوتا ہے اور درویشی سے کبر دور ہوتا ہے اور نفس میں شائستگی اور تہذیب آتی ہے ۔ اب اگر کسی کو علم نصیب ہو۔ اور

نفس میں شائستگی آجائے یعنی طمع[۱]، منع، جمع وکبر ان چاروں صفات ذمیمہ سے بیگانگی حاصل ہو جائے تو وہ شخص درویش ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تہذیبِ نفس ریاضتِ شاقہ برداشت کرنے سے آتی ہے۔ اور واقعی ریاضت کے سوا نفس کا کوئی علاج نہیں۔ جو مذکورہ بالا چاروں صفات ذمیمہ کو دور کر سکے تہذیب نفس کے ساتھ اگر علم بھی جمع ہو جائے۔ تو سبحان اللہ! نیز یہ تہذیبِ نفس اور صفاتِ ذمیمہ سے نجات صرف کسی مردِ خدا کی صحبت میں رہنے سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ منشی نواب خاں صاحب کو لکھتے ہیں کہ "پیر کی خدمت میں حاضری دینا ضروری ہے۔ اگر مسلسل

---

[۱] طمع (لالچ) مال و منال کی حرص و ہوا جس میں قناعت کا نام ونشان نہ ہو
جمع و منع۔ اموال دنیوی کو جمع کرکے انہیں صحیح مصرف پر خرچ نہ کرنا بلکہ اگر کوئی دوسرا آدمی مال کو نیک مقاصد کے حصول میں خرچ کرنا چاہے تو اُسے بھی روکنا، کبر (عظمت) علوّ اور کبر خدا کی ان صفات میں سے ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات سے مختص ہیں۔ ہمیں نہ صرف دن میں کئی بار اپنی نمازوں میں بلکہ تمام اہم کاموں میں اُس کی کبریائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ یہ انسان کی صفت نہیں اس لیے اگر کوئی انسان اسے اختیار کرے تو خدا تعالیٰ اُسے سخت ناپسند فرماتا ہے۔ (شہید)

ممکن نہ ہو۔ تو آمد و رفت ہی رہے۔ یہ بھی غنیمت ہے"
حکیم فیروز دین صاحب کو آپ لکھتے ہیں کہ تھوڑی تھوڑی مدت کے لئے آنے اور جانے سے بہتر یہ ہے کہ پیر کی صحبت میں حاضری گو دیر دیر میں ہو۔ مگر زیادہ مدت کے لئے ہو۔ یہ آپ نے دونوں میں سے جو بہتر طریقہ تھا۔ اُس کی طرف رہنمائی فرمائی تھی۔ اس کا ثمرہ وہ اخلاق حسنہ ہیں۔ جو طائفہ عالیہ صوفیہ سے منسوب ہیں۔ اور یہ بغیر بزرگوں کی صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتے اس کو تہذیب نفس کہتے ہیں اور یہی ولادتِ ثانیہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہے۔ کہ "کونوا مع الصادقین" راست باز لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔ یہ راست باز کون ہیں؟ وہ لوگ جنہوں نے ہر بات میں اپنے مولیٰ سے سچائی اور راستبازی برتی ہے ان کی نظر میں دوا اور سخن میں شفا ہے۔ یہ نفس کی غلامی سے آزاد اور نیابت جناب سلطان الانبیاء کی دولت سے سرفراز ہیں۔ حضرت صاحبؒ حکیم فیروز دین صاحب کو لکھتے ہیں کہ اس راہ میں جس کی کوئی انتہا نہیں۔ تمام تر خلوص و نیک نیتی اور قدم کی مضبوطی یعنی ارادہ کی پختگی اور عزم کی استواری مطلوب ہے۔ ہمیں بہت بہادری سے کام لینا چاہیئے۔ اس راہ کی کشاد و ترقی سب آمد و رفت پر موقوف ہے جس قدر زیادہ آؤ گے۔ اور یہاں صحبت

میں رہو گے ۔ اسی قدر راستہ کھلتا جائیگا ۔ اس ارشاد مبارک میں آپ صحبت کے علاوہ خلوصِ تام اور ثباتِ اقدام پر بہت زور دیتے ہیں ۔ ثباتِ قدم سے یہ مراد ہے کہ جو قدم آگے بڑھے ۔ پختگی سے بڑھے ۔ اور پختگی سے قائم رہے اس میں کوئی لغزش نہ ہو ۔ جو لغزش شک وشبہ اور عدمِ یقین کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ۔ یقین[1] کا اول مرتبہ یہ ہے ۔ کہ دل میں شبہات کا میل اور شکوک کی تاریکی جگہ نہ پا سکے اسی میں ایمان کی پختگی اور اس کی قوت ہے ۔ اس ثباتِ قدم سے استقامت نصیب ہوتی ہے ۔ جو اصل کار ہے ۔ یہ سب نعمتیں پیر کی صحبت سے آتی ہیں ۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ کوئی ماں نہ ایسی ہے نہ ایسی ہوگی کہ اپنے بچہ کی طرف سے جسکی پرورش اس کے دودھ پر موقوف ہے ۔ غفلت سے کام لے ۔ پیر کا بھی یہی حال ہے وہ اسی طرح اپنے روحانی بچہ کی پرورش وتربیت کرتا ہے +

قلب و زبان کی موافقت } حضرت قاضی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جو وظائف پڑھنے کے لئے فرماتے

---

[1] یقین ۔ کسی بات کا پختگی کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا ۔ اس کے تین مدارج ہیں ۔ ۱ ۔ علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین ۔ علم الیقین علم و استدلال سے تعلق رکھتا ہے ۔ عین الیقین مشاہدے کے ساتھ اور حق الیقین دونوں کے ساتھ ۔ (شہید)

تھے۔ ان میں سے کچھ عروۃ الوثقیٰ میں مذکور ہیں۔ اور مؤلف ہٰذا نے مناقب محمودی میں انہیں بیان کیا ہے۔ ان میں یہ ہدایت جس کی آپ اکثر تاکید فرمایا کرتے تھے۔ مشترک ہے کہ دل و زبان دونوں میں موافقت رہے۔ یعنی اگر زبان کچھ ادا کرے، تو دل بھی حاضر رہے۔

وضو } اسی طرح ایک دفعہ حضور اقدس رحمت اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ وضو دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ ظاہری وضو معروفِ عوام ہے۔ باطنی وضو سے مراد اپنی ہستی سے ہاتھ دھونا ہے۔ ؎

پس وضو چیست؟ پاک کردنِ دل
دلِ صافی چہ؟ شستن از اغیار

یعنی وضو سے مراد ہے۔ دل کو ماسویٰ اللہ کے اندیشہ سے پاک کرنا۔ اپنی ہستی سے ہاتھ دھونا اور نفیِ وجود کرنا ہے۔ دل اس وقت پاک و صاف کہا جائے گا جب وہ غیر اللہ سے دھل کر پاک و صاف ہو گیا ہو۔

نماز توحیدی } آپؒ نے فرمایا۔ کہ نماز دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نماز ظاہری۔ اور ایک نماز توحیدی۔ نماز توحیدی خدمت خلق ہے یعنی تمام مخلوق کو عیال اللہ سمجھ کر اس کی خدمت کرنا عین خدائے عزوجل کی

خدمت کرنا ہے۔ مخلوق میں جب عارف نے خالق کا جلوہ دیکھا۔ اور اس کی نظر ہر منظر میں اس ایک واحدِ قہار ہی پر پڑی۔ اور اس عالمِ کثرت کو عالمِ وحدت کی فرع خیال کیا۔ تو سب کی خدمت اسی ایک واحد لاشریک لہٗ کی خدمت ہوئی۔ اس خدمت کو حضور نے نمازِ توحیدی فرمایا ہے۔

توحید کی راہ } ایک دن اس ناچیز مؤلف نے عرض کیا کہ حضور مجھے مثنوی مولانا روم رح پڑھائیں۔ آپ نے یہ استدعا قبول فرمائی۔ اور یہ شعر پڑھایا ؎

ما نہ مرغانِ ہوا نے خانگی
دانۂ ما دانۂ بیگانگی!

یعنی مرغِ ہوا سے طالبِ آخرت مراد ہے۔ اور مرغِ خانگی سے طالبِ دنیا۔ یعنی ہم نہ دنیا کے طلبگار ہیں۔ اور نہ آخرت کے۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے طلبگار ہیں۔ اور ہماری روزی اور روح کی خوراک بیدانگی یعنی دنیا کی بے عیشی اور بے لذتی میں ہے۔

ایک بار یہ فرمایا۔ کہ یہ راہ یکہ و تنہا و آزادانہ چلنے کی ہے۔ اس کا مطلب میں یہ سمجھا کہ طالبِ راہ کو تمام خلقت سے بے تعلق ہو کر رہنا چاہیئے۔ "السلامۃ فی الوحدۃ" تنہا اور اکیلے رہنے ہی میں سلامتی

ہے لیکن یہ بے تعلقی محبت الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ یہ راہ اسی وقت طے ہو سکتی ہے۔ جب ماسوی اللہ کا تعلق باقی نہ رہے اور بندہ دنیا و آخرت دونوں سے بے نیاز ہو کر صرف حق سبحانہٗ وتعالےٰ کا ہو کر رہ جائے۔ ایک بار حضورؒ نے فرمایا کہ توحید[1] میں ایک وقت ایسا آتا ہے۔ کہ اسم بھی باقی نہیں رہتا۔ صرف مسمیٰ باقی رہ جاتا ہے +

غور و فکر } موجوداتِ عالم پر غور و فکر کرنے سے عالم و عالمیان کے خالق و پروردگار کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر پتے اور ہر بوٹے سے بندہ آواز حق سننے لگتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو کس طرح یاد کر رہے ہیں۔" وان من شیئ الا یسبح بحمدہٖ ولٰکن لا تفقھون تسبیحھم" کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے اسمأ حسنیٰ کی تسبیح نہ پڑھتی ہو۔ لیکن تم اس کا پڑھنا نہیں سمجھتے۔ یہ سمجھ اس وقت آتی ہے۔ جب مجاز میں ہر جگہ

---

[1] التوحید ان لا یخطر بقلبک ما دون التوحید یعنی توحید یہ ہے کہ ماسویٰ کی تیرے دل میں کوئی جگہ نہ ہو اور ماسویٰ میں سے کسی چیز کا تیرے دل میں گزر نہ ہو۔ التوحید الاعراض عن الطبیعتِ۔ طبیعت ایک بہت بڑا حجاب ہے اس لئے اس سے روگردانی کرنا توحید میں داخل ہے المنتصر۔ خدا کی ذات، صفات اور افعال میں کسی کو مستقل طور پر شریک نہ گردانا توحید ہے (شہیدؔ)

ربِّ حقیقی ہی کا جلوہ نظر آنے لگے اور حضرت عزّ اسمہ' کے سوا کسی غیر پہ نظر نہ پڑے اس وقت اس کی کرمت و رحمت کا دروازہ کھلیگا اور اس کی معرفت و محبت کا حصہ جو نصیب میں ہو گا ملیگا +

ایک صوبیدار صاحب جو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انہیں آپ یہ نصیحت فرماتے ہیں ؎

کہ بہ چشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

یہ سب نفی ماسویٰ اللہ کے ثمرات ہیں۔ منشی صاحب رکلا نوری کو آپ لکھتے ہیں کہ اس عالمِ کثرت[1] کو عالمِ وحدت[2] کی فروعات سمجھو۔ یہ اصل ہے اور وہ شاخیں۔ ہر کاروبار سے منہ موڑ کر ایک دلدار کی طرف رخ کر لینا چاہیئے اور ہر فتہ کو اس سمت کا ایک روزن سمجھنا چاہیئے تاکہ اس راہ سے تم عالمِ وحدت کا مطالعہ کر سکو۔ غایتِ حقیقی نفی ماسویٰ اللہ اور اثبات حضرت کبریا ہے۔

---

[1] تشخصات و تعیّنات کے لحاظ سے اس دنیا کو عالمِ کثرت کہتے ہیں کیونکہ اس میں انواع و اقسام کی مخلوق موجود ہے جس کا احاطہ کرنا محال ہے۔

[2] تعینات خواہ کسی قدر بھی ہوں ان میں ایک ہی قادر کی قدرت جلوہ فرما ہے اور ہر چیز ہستی باری تعالیٰ کی غمازی کر رہی ہے۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اس لحاظ سے کائنات کو عالمِ وحدت کہہ سکتے ہیں (شہید)

باطن پر نظر } یہ موجودات انفسی ہوں یا آفاقی، اپنے اندر ہوں یا باہر یعنی خود اپنے اندر سے متعلق ہوں یا خارج سے۔ ہر جگہ ان میں خدا تعالےٰ کا جلوہ دیکھو۔ اس لئے ضرور ہے کہ لوحِ دل ماسویٰ اللہ سے پاک رہے اور غیر اللہ کا اس پر عکس نہ پڑے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد تھا۔ کہ لوح دل کو ماسویٰ اللہ کے نقش سے پاک رکھو اور ہر وقت دیکھتے رہو کہ اس میں غیر اللہ کے لئے تو کہیں جگہ نہیں بن رہی ہے آپ فرماتے تھے کہ ظاہر کو مت دیکھو۔ باطن پر نظر رکھو لفظ پر نہ جاؤ۔ معنی کو سمجھو اور اپنی ہستی کی نفی کرتے رہو۔ یعنی جو بھلائی تم سے کسی کے حق میں ہو۔ اُسے اپنی طرف منسوب نہ کرو۔ اور کسی پر احسان نہ دھرو۔ اور جو شر و ایذا تمہیں کسی سے پہنچے اس کا بدلہ نہ لو۔ کوئی شخص بغیر توفیق الٰہی کے نیکی نہیں کر سکتا۔ اس لئے سوائے رب العزت کے اور کسی طرف اس کی نسبت درست کرنا کیسے صحیح ہو گا۔ اور جب ہر شے کی نسبت اسی کی طرف ہو گئی اور "کُلٌّ مِنَ اللہ" کا رمز سمجھ میں آ گیا۔ تو انتقام اور بدلہ کیسا۔ کیوں کہ اپنی ہستی ہی درمیان سے اٹھ گئی ہے۔ لوحِ دل کو غیر اللہ سے پاک کرنے کی ہدایت اس لئے تھی کہ باقتضائے "للہ الاسماء الحسنیٰ"

اخلاق سیئہ اخلاق حسنہ سے بدل جائیں۔ اور "تخلقوا باخلاق اللہ" کی حقیقت رونما ہو۔

عبادت کا ثمرہ } عبادت کا ثمرہ عرفانِ نفس ہے اور یہ سب نفس کو مہذب کرنے اور اس کی شوکت و غلبہ کو توڑنے پر منحصر ہے بندہ بننے اور بندہ بن کر رہنے پر آپ بہت زور دیتے تھے۔ اس سے نفس میں اعتدال اور تہذیب آتی ہے۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں کہ نفس میں جب اعتدال پیدا ہو جاتا ہے تو عبادت اپنا پھل لاتی ہے پھر عرفانِ نفس نصیب ہوتا ہے۔ یہ مقام حاصل کرنے کے لئے کسی کامل اور مکمل شیخ سے بیعت کرنا اور اس کا دامن پکڑنا ضرور ہے ؎

ہیچ نہ کُشد نفس را جز ظلِ پیر
دامنِ آں نفس کُش را سخت گیر

یہی طریقہ عام طور پر رائج ہے بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ تمام مشائخ کا اجماع ہے کہ مبتدی کو صحت توبہ کے بعد کسی پیر کامل کے سامنے (جو پختہ کار اور طریقت کے نشیب و فراز سے گزر کر مستقیم الحال ہو۔ قہر و جلال اور لطف و جمال کی منزلیں طے کر چکا ہو اور باطن کی بیماریوں سے واقف ہو اور ان کا علاج کر سکتا ہو) زانوئے ارادت تہ اطاعت تہ کرنا چاہیئے اور اس کی صحبت میں کافی وقت

گزارنا چاہیئے۔

اس معتاد طریقہ کے علاوہ فیضانِ الٰہی کے لئے اویسی طریقہ بھی ہے۔ پیرانِ طریقت ان سب کے مطابق تعلیم دیتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ پیر کی ذات فیضانِ الٰہی کے لئے مرید کے حق میں ایک دروازے کی مانند ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مرید کے لئے کھول دیا ہے۔ حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحبِ فہم کے سامنے اِس بات کی اہمیت روشن ہے کہ ایک دانائے کار پیر طریقت مرید کا ہاتھ پکڑ کر سیدھے راستہ پر چلائے تاکہ مرید راستہ نہ بھولے۔ واہبِ حقیقی اس نعمتِ عظیم کے عطا فرمانے کے وقت مرید کے دل پر ایک دہشت و ہیبت طاری کر دیتا ہے جو معمولی دہشت نہیں ہوتی۔ جو طریقے رائج الوقت ہیں ان پر اضافہ کرنا غیر ضروری ہے بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی شخص راہِ بدعت اختیار کر کے اپنی نادانی سے کہیں گمراہی میں نہ جا پڑے۔

صبر و استقامت } مولوی عبدالقادر صاحب کو آپ لکھتے ہیں کہ "ان اللّٰہ مع الصابرین" (اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے) اللہ تعالیٰ تکلیفوں پر صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور نیک کام کرنے والوں کا اجر وہ ضائع نہیں کرتا۔ ایک اور خط میں انہیں

آپؒ لکھتے ہیں کہ تمام عالم، اللہ جل شانہ کی ملک ہے اور تمام مخلوق بھائی بھائی ہیں ان سے برادرانہ سلوک کرنا چاہیئے اگر تم نوکری اللہ کے لئے یعنی خلق خدا کی اللہ خدمت کرنے کے لیے کرتے ہو اور اس میں دنیا کی حرص کار فرما نہیں - تو یہ سب عبادت ہے - ذات باری تعالیٰ ماں باپ سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے پس ہر حال میں خوش وخرم رہنا چاہیئے بعض امور جو ظاہر میں تلخ ہوتے ہیں - باطن میں شیریں ہوا کرتے ہیں جو کچھ بارگاہِ معلّی سے پہنچے - خواہ تلخ ہو خواہ شیریں - سب دوا ہے ؎

بخور ہرچہ آید زدستِ حبیب
نہ بیمار دانا تر است از طبیب

حکیم مطلق اپنے ہاتھ میں سب کچھ رکھتا ہے اور ہر شخص کو اس کے مناسب حال دوا دیتا ہے اسی کے ہاتھ میں ہر شے کی باگ ہے اور اسی کی طرف سب کو اس دنیا سے لوٹ کر جانا ہے پس احکام الٰہی پہ صبر ہی نہیں بلکہ خوشی خوشی عمل کرنا چاہیئے ایک صاحب کو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ آخری دوا یہ ہے - کہ اللہ کے حکم پر صبر و استقامت سے رہو - یعنی ہر گرم و سرد کو خوشی خوشی برداشت کرو مولوی خلیل الرحمٰن ڈھوک شمسی کو آپ لکھتے ہیں کہ حلال کام ہول فرض و

سنت یا مباح ہر ایک میں رضائے مولیٰ کا طالب رہنا چاہیئے
یہی رضا و توکل اصل درویشی ہے۔

اتباع سنتؐ } آپؒ سمجھاتے تھے کہ بغیر اتباع نبویؐ نہ کوئی ظاہر کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ نہ باطن کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرماتا ہے "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" یعنی اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہہ دو۔ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنا چاہتے ہو۔ تو میرے قدم بہ قدم چلو۔ اللہ عزاسمہٗ تمہیں دوست رکھیگا۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جس نے ظاہری شریعت کو پکڑا وہ لازمًا نعمت باطنی سے بھی سرفراز ہُوا اس لئے کہ عبادت کا ثمرہ اخلاص و صدق نیت پر ہے اور یہ دونو باطنی شے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا ہیں۔ یہ نعمت کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے۔ یاد رکھو کہ مواہب و عطایا بھی گو بالعموم کسب اور کمائی کے نتیجے ہیں۔ مگر کسب کی توفیق بھی عطا و بخشش میں داخل ہے

طاعت } یاد رکھو کہ رضائے الٰہی طاعت میں پنہاں ہے اور عمل نیک بڑی طاعت ہے اور اس کی ناخوشی معصیت میں نہاں ہے اور عمل بد بُری معصیت ہے پس نہ کسی طاعت کو چھوڑنا اور نہ کسی معصیت کے پاس پھٹکنا چاہیئے اور ہر مومن کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیئے۔

معرفتِ الٰہی} خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سیّد محمدؒ گیسو گو ی حر فرماتے ہیں کہ وہ شئے جس کی طلب سب سے زیادہ کرنی چاہیئے اور وہ مقصد و مراد جو سب سے زیادہ اہم ہے۔ معرفت الٰہی ہے۔ یہ نعمت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی۔ جب تک محبت نہ ہو جو چیز قبر میں تمہارے ساتھ رہے گی۔ اور قیامت میں بھی تمہارے ساتھ ہوگی۔ وہ محبت و معرفتِ خدائے عزوجل ہے مولف ہذا سے حضرت پیرو مرشد رحمتہ اللہ علیہ نے رجب ۱۳۷۳ھ میں یہی فرمایا تھا کہ قند میں جو شیرینی تم پاؤ۔ بیوی بچوں کے ساتھ جو محبت تم کو ہو اور انسان و نباتات بلکہ ہر موجودات میں جو جمال تمہیں نظر آئے۔ سمجھو کہ وہ سب اسی کا جلوہ ہے یہ نردبانِ مجازی ہے۔ جس سے آدمی مقصودِ حقیقی تک پہنچتا ہے۔ مجاز[1] کے بغیر حقیقت[2] کا راز اسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جس طرح جوہر کا وجود بغیر عرض کے۔ حضورؒ فرماتے تھے۔ کہ صوفی کو موجودات میں فکر کرنا چاہیئے۔

---

[1] جس محبت سے مقصود خدا کے علاوہ کوئی اور چیز ہو اُسے مجاز کہتے ہیں۔

[2] جب محبت سے مقصود خدا تک رسائی ہو اُسے حقیقت کہتے ہیں اتباعِ نبویؐ مجاہدات اور ہر وہ عمل و اقدام جو حقیقت سے قریب تر کرے وہ بھی حقیقت کے ضمن میں ہی آتا ہے ——— (شہید)

فیضان ربانی } حضرت قاضی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مقدس و مطہر سے عشق الٰہی کا ایک فیضان عظیم جاری تھا۔ جس کسی کو اللہ جل شانہ' نے آپ کے قدموں تک پہنچایا وہ ضرور کچھ نہ کچھ اس نعمت ازلی و ابدی سے سرفراز ہوا۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مولف ہذا کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ موضع مل کے حافظ صاحب سے ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح کنوار، کاتک۔ مگھر پوس میں کسان موقعہ بموقعہ جو بوتے ہیں لیکن وہ قبل از وقت خوشے نہیں لاتے۔ جب موسم آتا ہے تو سب کے سب خوشے نکال لاتے ہیں اور تقدم و تاخر کا کوئی اثر نہیں ہوتا اسی طرح میرے ارادتمند بھی موسم آنے پرتم دیکھنا جہاں جہاں ہوں گے خوشے نکالیں گے یہ آپ نے اس لئے فرمایا ہے۔ کہ ان کی تربیت آپ کی روحانیت سے ہمیشہ ہوتی رہے گی اور آپ کی ظاہری حیات و ممات سے ان پودوں کی آبیاری میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ "المرء مع من احب" آدمی جس سے محبت کریگا اسی کے ساتھ رہے گا اس کے لئے حیات و ممات دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں۔ جب رحمت الٰہی کی بارش ہے۔ تو پھر فیض ربانی و تربیت روحانی سے ان پودوں کی بہار میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ شیخ محمد ابو المواہب شاذلی

فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء اپنے سچے مرید کو مرنے کے بعد زندگی کی حالت سے زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں (طبقات الکبریٰ امام شعرانیؒ) خود حضرت صاحبؒ کو تمام عمر اہلِ قبور ہی سے استفادہ رہا۔ اور آپ کے سچے مریدوں کو بھی آپ کے وصال کے بعد اسی طرح آپ سے فائدہ پہنچتا رہا اور پہنچتا رہے گا۔

احمد خاں صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحبؒ سے سیالکوٹ میں ملا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا دنیا سے بے تعلقی، آپ نے فرمایا کہ یہ دنیا بس ایک پل ہے پل پر گھر نہیں بناتے۔ وہاں سے گزر جایا کرتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے ؎

سر برہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک
ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولیٰ ترکِ ترک

یعنی جب انسان خدائے عزّوجل کے راستے پر چلتا ہے تو دنیا ترک ہو جاتی ہے پھر آخرت و بہشت کی بھی پروا نہیں رہتی۔ نیز اوراد و وظائف کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت آتی ہے جس میں آپ کی پیروی نصیب ہوتی ہے اور ماسوائے اللہ سے تعلق بالکل قطع ہو جاتا ہے۔ اور آخرکار ترک کا خیال بھی جو ماسویٰ اللہ میں داخل ہے ترک کر دینا پڑتا ہے اور بندہ اس دنیا میں معمولی آدمی کی طرح کام کاج

کرتا رہتا ہے مگر قلب ہردم اللہ جل شانہ کے ساتھ رہتا ہے اِنہی احمد خاں صاحب سے آپ نے فرمایا تھا۔ کہ نان و حلوہ پڑھا کرو اور اسی کتاب کا یہ شعر پڑھا ؎

رنج، راحت بایدت گر بایدت مطلب بزرگ
گرد گلہ توتیا گردد برائے چشم گرگ

یعنی اگر تم کوئی بڑا کام کرنا چاہتے ہو۔ یا کوئی بڑا مقصد تمہارے سامنے ہے تو اس کے حصول میں جو رنج و تکلیف پہنچے اس کو راحت سمجھو اور خوشی خوشی برداشت کرو۔ تم نہیں دیکھتے۔ کہ بھیڑیا جب بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کا قصد کرتا ہے تو گلہ کے گرد و غبار کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ بلکہ اُسے اپنے لئے سرمۂ چشم سمجھتا ہے۔

شیخ غلام جیلانی صاحب کو حضرت صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جب کوئی خلوصِ دل اور صدقِ نیّت سے اللہ جلشانہ اور اس کے راستے کا طالب ہوتا ہے تو اس کی نیت کے مطابق دریائے فیض مبداءِ فیاض سے اٹھ کر موج اور ٹھاٹھ مارتا ہے یہ اس کی رحمت ہے اس رحمت کی جب قلب مصفٰی پر جوش کے ساتھ بارش ہوتی ہے اور قالب عنصری ناطاقتی کی وجہ سے اس کی تاب نہیں لا سکتا تو ظاہری امراض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایمانِ خالص ایسی علتوں، بیماریوں اور بے آرامیوں سے خالی نہیں رہتا۔ اس رمز سے آگاہ رہو۔ اس کا علاج

ذکر و شغل اور بار بار وضو کرنا ہے۔

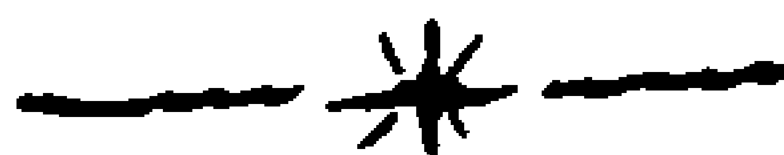
دریائے فیض ربانی کا یہ جوش جب قلب پر ہجوم کرتا ہے تو اس رحمتِ بے غایت کی بارش قلب کو سیراب کرتی اور کبھی جسمِ انسانی پر بھی اپنے اثرات نمایاں کرتی ہے۔ حکیم صاحب موصوف کو ایک دفعہ آپ نے لکھا تھا کہ میرے مجربات میں سے ہے کہ جب میں دورہ سے واپس آتا ہوں تو چند روز نہایت تکلیف سے گزرتے ہیں اس کے بعد کسی قدر آرام نصیب ہوتا ہے۔ غرضیکہ اس راہ کا خاصہ بے آرامی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح ظاہری سفر میں مسافر کو مرغوب و فرحت بخش منزلیں ملتی ہیں۔ اسی طرح باطنی سفر میں بھی ہے۔ ان منازل کی دو قسمیں ہیں ایک اعلیٰ کی طرف اور دوسری پستی کی طرف کبھی مسافر طارمِ اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے اور کبھی پشتِ پا تک بھی نظر نہیں پڑتی۔ کبھی وہ خندان و فرحاں ہوتا ہے یعنی حالتِ بسط میں ہوتا ہے اور کبھی حالتِ قبض میں۔ قبض و بسط دراصل دو حالتیں ہیں جن سے سالکِ راہ کو اپنی سیر میں سابقہ پڑتا ہے ان کا آنا جانا اسی طرح لگا رہتا ہے جیسے دن رات کا۔ دن اور رات دونوں کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دو پھر نہ دن رہیگا نہ رات رہے گی۔ یہ بات تسلیم و رضا میں ہے۔

مفتی صاحب بٹالوی کو آپ لکھتے ہیں کہ مرد کو رضا و تسلیم

کے میدان میں سابقون کی طرح کمر ہمت باندھنا چاہیئے
بندہ کو چاہیئے کہ خواہ قضائے منع ہو خواہ قضائے عطا،
دونوں حال میں ثابت قدم رہے اور اس کا دل احوالِ باطن
کے نظارہ پر خواہ جمالی ہوں یا جلالی ہر طرح جما رہے۔
اللہ تعالیٰ ہر حال میں بندہ پر نظر رکھتا ہے اور کسی کو دینا
یا نہ دینا اسی کے علم و قدرت میں ہے۔ بندہ کیلئے
صرف اس قدر جان لینا کافی ہے پس لازم ہے کہ جس
حال میں وہ ہے اس پر قانع رہے۔ جس بیکاری و
خستگی کا حضرت قاضی صاحبؒ نے مفتی صاحب موصوف
کے خط میں ذکر کیا ہے کہ :- ؎

ندانم کہ چوں دوست دارد ترا
کہ بیکار و خستہ گزارد ترا

اس کے بارے میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ زاری و
نزاری و خستگی ہمیشہ اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لئے
ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے جیسا کہ حضور قاضی غریب نواز
صاحبؒ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم کو تحریر فرماتے
ہیں کہ " اصل و عمدہ بات یہی ہے کہ غیر اللہ سے دل کا
تعلق نہ رہے رضائے الٰہی اور توکل کا خیال رکھنا نہایت
ضروری و لابدی ہے۔



(۹)
نواں باب
فیوض و کرامات

"تا کرامت را بر کردیم آشکار
کہ وہیمت دست اندر وقت کار (رومی)

کرامت کسے کہتے ہیں } کسی شے کا عادت جاریہ کے خلاف وقوع میں آنا خرق عادت کہلاتا ہے مثلاً ایک شے کو وجود میں لانے کے لئے مسبب کی طرف سے ایک سلسلۂ اسباب و علل مقرر ہے اگر وہ چیز اس طریق کے بغیر ظہور میں آئی تو اسے خرقِ عادت کہیں گے۔ یعنی اس عالمِ اسباب میں عادتِ جاریہ اسباب و علل کو باطل کر کے وہ شے ظہور میں آئی۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اگر خرق عادت کے ساتھ ایک دعویٰ بھی ہے تو اس دعویٰ کو جانچنا ہوگا اگر وہ دعویٰ الوہیت ہے تو وہ اسی طرح قطعی طور پر باطل ہے۔ جیسے نمرود و فرعون کا دعویٔ الوہیت باطل تھا اور اگر دعویٰ نبوت ہے تو مدعی کے افعال و کلمات سے اسکی صداقت

کو پر کھیں گے اگر وہ جھوٹا ثابت ہوا تو اس کا دعویٰ بھی جھوٹا سمجھا جائے گا اگر سچا ہے تو اس کی خرق عادت کو معجزہ کہیں گے معجزہ کا نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہونا لازمی ہے اس لئے کہ معجزہ کو نبی کی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے اور اگر دعویٰ ولایت ہے۔ تو مدعی کی زندگی کو دیکھنا ہوگا اگر وہ گندی اور ناپاک ہے تو دعویٰ بھی غلط اور باطل ہے اگر زندگی پاکیزہ اور مطہر ہے تو دعویٰ بھی قابل اعتبار ہے اہلسنت و الجماعت کراماتِ اولیاء کے قائل ہیں اور ولی کی کرامت کو اس کے نبی کا معجزہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اسی کے اتباع سے حاصل ہوئی ہے یہ شئے اس کو سعادت سے اسی طرح قریب کرتی ہے جیسا کہ جھوٹے مدعی ولایت سے خرقِ عادت کا ظہور نہیں آنا اس کو شقاوت سے قریب تر کرتا ہے۔

معجزہ اور کرامت میں فرق اگر نبی سے خرقِ عادت ظہور میں آئی ہے تو اصطلاح میں اُسے معجزہ کہیں گے اور اگر ولی سے ظاہر ہو تو اُسے کرامت کہیں گے اس کرامت کے ذریعہ ولی دراصل اپنے نبی کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ اسی پر ایمان لاتے اور اس کا اتباع کرنے سے اُسے یہ شرف حاصل ہُوا ہے۔ اور اگر خرقِ عادت کسی ساحر یا کسی گندے اور ناپاک آدمی سے ظہور

میں آئے تو اسے استدراج کہیں گے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے معجزے اب بھی آپ کی امت کے برگزیدہ اور خدا کے فرمانبردار لوگوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں یاد رکھو کہ خرق عادت کا فعل اگر کسی مدعی الوہیت ساحر، کافر یا جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ سے ظاہر ہو۔ تو کرامت و معجزہ کے مقابلہ میں اس کی مثال گندے پانی کی سی ہے اس لئے کہ جس شخص سے یہ خرق عادت ظاہر ہوئی ہے۔ اس کی زندگی گندی اور کلمات سرتا سر کذب ہوتے ہیں، صاف اور گندہ پانی اگرچہ دونوں پانی ہی ہوتے ہیں مگر ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے

مولوی عبدالباری فرنگی محلیؒ فرماتے ہیں کہ معجزہ میں نبی کا فعل علانیہ اللہ جلشانہٗ کا فعل معلوم ہوتا ہے مگر ولی کے فعل میں اس کے نفس کا بھی تعلق ہوتا ہے خود نبی کے فعل میں دو جز ہوتے ہیں ایک وہ جو وہ بہ حیثیت نبی کرتا ہے ایک وہ جس میں اس کی قوت ولایت کارفرما ہوتی ہے مگر دونو کو معجزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح ولی کے فعل میں جو کچھ اس کی ہمت سے تعلق رکھتا ہے وہ کرامت ہے اور جو بغیر ہمت صرف کئے صادر ہو۔ وہ اس کے نبی کا معجزہ ہے جس کا وہ ولی متبع ہے۔ مگر دونوں کو کرامت کہتے ہیں۔ نبی کے لیے معجزہ

کا اظہار کرنا ضروری ہے لیکن ولی کے لئے کرامت کا اظہار کرنا نقص میں داخل ہے لیکن ولی اگر ارشادِ خلائق کے لئے مامور ہے تو اسے حکم دیا جاتا ہے کہ کرامت ظاہر کرو اس حکم کی تعمیل کرنی ہوتی ہے جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں کا یہی حال تھا آپ ان کے اظہار پر مامور تھے اور امرِ رب کے خلاف نہیں کر سکتے تھے۔

سکر و صحو میں کرامت بعض کہتے ہیں کہ ولی کے ہاتھ پر کرامت صرف حالتِ سُکر[1] میں ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ اس حالت میں تمام تر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور اپنے سے غائب ہونا ہے بعض کہتے ہیں کہ حالت صحو[2] میں بھی کرامت صادر ہوتی ہے یہ اختلاف لفظی و اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔ حالتِ سکر ہو یا حالتِ صحو ہر حال میں ولی کا تصرف صرف خدائے عزوجل ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

فاعل حقیقی و مجازی مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی (لکھنوی) اپنی کتاب "فیوض باری" میں فرماتے ہیں کہ واقعاتِ عالم گو علل و اسباب کے تابع ہیں

---

[1] صوفی پر جب حال غالب آجائے اور ترتیب افعال کی سدھ بدھ نہ رہے اور وہ متوجہ الی اللہ ہو اور اسے اپنی خبر نہ ہو۔ یہ اس کی حالت سکر ہے

[2] صحو سکر کے بالعکس وہ حالت ہے جب کہ آدمی اپنے افعال سے باخبر ہوتا ہے (تسہیل)

مگر یہ علل و اسباب بھی تو ایک قادرِ مطلق کے بنائے ہوئے ہیں آگ کو اگر جلانے والی کہو تو یہ اسکی صفت کی نسبت سے ہوگا۔ اور اگر خدائے عزوجل کو جلانے والا کہو۔ تو یہ حقیقت کے لحاظ سے ہوگا زبانِ حقیقت ہو یا زبانِ مجاز دونو کا مرجع ایک ہے یعنی خدائے عزوجلّ۔ پس جس زبان سے چاہو۔ اپنا مطلب ادا کرو۔ اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات میں اللہ تعالیٰ نے خود اعمالِ صالحہ کو اہلِ ایمان کی طرف منسوب کیا ہے۔ درانحالیکہ یہ سب توفیق الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں اور حقیقت کے لحاظ سے سب اللہ تعالیٰ کے فعل ہیں +

اتباعِ سنت بڑی کرامت ہے } حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ[۱] سے کسی نے کرامت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا کم کرامت ہے۔ کہ ہم اتنے گناہ کرتے ہیں پھر بھی زمین میں دھنس نہیں جاتے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب رہے مگر کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ جب جانے لگے۔ تو آپ نے آنے اور جانے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا

---

[۱] حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد سماسی کے منظورِ نظر تھے بظاہر سید امیر کلال سے آدابِ طریقت سیکھے مگر حضرت خواجہ عبدالخالق

باقی ص۲۵۷ پر

کہ میں مرید ہونے آیا تھا مگر میں نے کوئی آپ کی کرامت نہیں دیکھی اس لئے واپس جا رہا ہوں - آپ نے پوچھا کہ میرا کوئی فعل خلافِ سنت دیکھا ہو تو بتاؤ۔ اس نے کہا یہ تو نہیں دیکھا - آپؒ نے فرمایا کہ جنید کے لئے یہی کرامت کافی ہے۔

کرامت دلیلِ ولایت نہیں } حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میں حضرت صاحبؒ کو صرف ایک مردِ صالح اور عالمِ باعمل سمجھتا تھا اس سے زیادہ نہیں - نہ کوئی کرامت دیکھی تھی - اور نہ اولیاء اللہ کی سی بات جیسی کہ میں سمجھتا تھا آپ میں نظر آئی ایک دن آپ باہر سے گھر تشریف لائے میں نے خیر مقدم کیا - گھوڑے کی باگ تھامی - اور

(حاشیہ بقیہ ص۲۵۶) غجدوانی سے اویسی طریقہ پر فیضیاب ہوئے طریقہ نقشبندیہ انہیں کی طرف منسوب ہے جس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی سنت کی متابعت بہ عزیمت کرنی پڑتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ لا الٰہ سے خدایانِ طبیعت (خواہشاتِ نفسانی) کی نفی مراد ہے اور الا اللہ سے حق کا بہ حیثیت معبود کے اثبات ہے اور محمد رسول اللہؐ کہنے سے اپنے آپ کو مقامِ تابعونی پر لانا ہے۔ ان کے طریقہ میں تھوڑی سی محنت کرنے سے درجات و مراتب بلند ہونے شروع ہو جاتے ہیں آپ کی وفات ۱۹۷۵ھ میں ہوئی

(برکت علی شہید)

رکاب پکڑ کر نیچے اتارا اور ایک پلنگ پر بٹھایا آپ نے
میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ صندوق میں سے نفحات الانس
نکال لاؤ اور مجھے سنایا کرو۔ جب میں نے صندوق کھولا
تو کتاب اوپر ہی رکھی ہوئی تھی یہ دیکھ کر مجھے کچھ تعجب
سا ہوا جب کتاب لا کر پیش کی۔ تو فرمایا کہ فلاں صفحہ کھولو
اور مجھے سناؤ اس صفحہ پر صاحب کشف المحجوب سے یہ
ایک روایت درج تھی۔ کہ ایک دفعہ حضرت حصری رحمۃ اللہ
علیہ (داتا صاحب کے دادا پیر) اُن کے شیخ (داتا صاحب
کے پیر) کو ایک جنگل میں لے گئے جہاں اولیاء اللہ کا ایک
مجمع ہونے والا تھا انہوں نے دیکھا کہ بعض لوگ تختوں
پر سوار آ رہے ہیں اور بعض دیگر مختلف سواریوں پر آ کر
وہاں جمع ہو رہے ہیں مگر حضرت شیخ نے کسی کی طرف
التفات نہیں کیا آخر ایک جوان آتا نظر پڑا جس کے پاؤں
میں ٹوٹی ہوئی جوتی اور ہاتھ میں ایک شکستہ لکڑی تھی اور
پاؤں از کار رفتہ تھے۔ ننگے سر سوکھا سا بدن۔ دبلا پتلا
کمزور جسم، لنگڑاتا ہوا آ رہا ہے حضرت حصری علیہ الرحمۃ
اسکی طرف جھپٹے۔ اور اُسے لے جا کر ایک بلند مقام پر
بٹھایا حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر نے بعد
میں اپنے شیخ حضرت حصریؒ سے پوچھا کہ یہ کون صاحب
تھے انہوں نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے
یہ ایک شخص تھا۔ جو ولایت کے پیچھے پیچھے نہیں پھرتا ہے

بلکہ ولایت اس کے پیچھے پھرتی ہے اور وہ کرامتوں کی طرف بالکل ملتفت نہیں ہوتا۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں یہ حکایت سنا چکا۔ تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ کتاب بند کر دو۔ میں نے کتاب بند کر دی اور رکھ دی دوسرے دن یا اس کے بعد پھر نہیں بلایا حالانکہ میں منتظر تھا۔ آخر چوتھے پانچویں دن میں سمجھ گیا۔ کہ یہ سب میرے خیال کے ازالہ کے لئے اور رفع قلق کے لئے تھا کہ میں نے حضرت صاحب کی کوئی کرامت نہیں دیکھی تھی۔ اس لئے میں انہیں اولیاء اللہ میں سے نہیں سمجھتا تھا اور صرف ایک عالمِ باعمل جانتا تھا آپ نے میرے خطرات قلبی کے ازالہ کے لئے ایسا طریق اختیار فرمایا جسے ایک کرامت ہی کہا جا سکتا ہے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کرامت ولایت کے ثبوت کیلئے کوئی لابدی چیز نہیں ہے۔ جس طرح معجزہ دلیل و لازمہ نبوت نہیں۔ اسی طرح کرامت دلیل و لازمہ ولایت نہیں اور حضرت صاحبؒ ان بزرگوں میں سے ہیں جو مشتاقِ کرامات نہیں تھے۔ شیخ الاسلام ابواسماعیل[1] انصاری الہروی فرماتے ہیں کہ کرامت فرض اگر لوگوں میں مقبول ہونے کے لئے کرامت دکھلائے تو وہ مغرور کہا جائیگا

---

[1] حضرت ابواسمٰعیل خواجہ عبداللہ بن ابی منصور محمدؒ الانصاری الہرویؒ کا لقب

(باقی صفحہ ۲۶۰ پر)

اور کرامت خر جو طلبگارِ کرامت ہے اگرچہ گدھے کی سی آواز نہ نکالے پھر بھی اُسے گدھا ہی کہا جائیگا۔ صوفی عارف کرامت سے بالاتر بلکہ خود کرامتِ کرامات ہوتا ہے صحتِ ولایت اس میں ہے کہ غیر دوست سے تعلق نہ رہے عارف و کامل کرامات کو مکر و بلا سمجھتے ہیں اور اس طرف توجہ نہیں کرتے +

کرامت و حکمت } حضرت قاضی غریبؒ نواز کا بھی یہی حال تھا حقیقت یہ ہے کہ آپ از سر تا پا حکمت تھے اور آپ کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا تھا ان حکیمانہ اقوال و افعال کو کرامت کہیں یا کچھ اور، ان کی قدر و قیمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت قاضی غریب نوازؒ سے بے ساختہ یا باتباعِ

(سلسلہ حاشیہ بقیہ ص۲۵۹) شیخ الاسلام تھا۔ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے ان کے دادا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں خراسان تشریف لائے اور ہرات میں مقیم ہوئے۔ شیخ الاسلام ایک صاحب کمال ہستی تھے فرماتے ہیں۔ کہ "حدیث لکھنے کے دوران میں مجھے روٹی کھانے کی فراغت نہ ملتی تھی اور میری والدہ میرے منہ میں لقمے ڈالتی جاتی تھیں جو چیز میرے قلم سے نکلتی مجھے یاد ہو جاتی" سبحان اللہ اس سلسلے میں ان کے مجاہدات و ریاضات قابلِ رشک ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ (شہید)

امرِ الٰہی بہت سی کرامات ظہور میں آئی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں

قبلہ غریب نوازؒ کی کرامات

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتیں تین عنوانوں کے تحت آتی ہیں:-

(۱) اجابتِ دعا۔ (۲) تصرفاتِ نفسی جن میں ہمت صرف فرمائی گئی (۳) وہ خرقِ عادات جو بلا علم و قصد من جانب اللہ آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئیں۔ ذیل میں ان سب کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

بیماری سے شفا } ایک ہندو جے پور (راجپوتانہ) سے اپنے بھائی کو لایا جسے مرگی کی شکایت تھی اور آپؒ سے عرضِ حال کیا اور کہا کہ ہم ہر سال آتے رہیں گے آپؒ نے فرمایا۔ یہ شرط مت لگاؤ۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے آپ نے فرمایا۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ۔ سب نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے مریض کو شفا بخشی۔ مگر وہ لوگ حسب وعدہ ہر سال نہ آئے۔ اور بیماری پھر عود کر آئی۔ اب یہ لوگ حاضر ہوئے اور آپؒ سے عرض کی۔ آپؒ نے فرمایا، ہر سال آنے کی شرط مت لگاؤ، انہوں نے کہا۔ بہت اچھا۔ آپ نے پھر دعا

فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اور مریض اچھا ہوگیا اور پھر نہیں آیا۔

فراخیٔ رزق } اسی طرح جب ایک مرتبہ آپ بدلوٹ (ضلع جہلم میں کھاری کوٹلی کے پاس ایک گاؤں ہے) سے گزرے تو ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا۔ کہ اس گاؤں کے لوگ بہت بھوکے ہیں خدائے عزوجل سے ان کے رزق کے لئے دعا کیجئے۔ آپ یہ سن کر کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ آپ کا گاؤں کبھی رزق کا محتاج نہ ہوگا۔ اب اس گاؤں میں ہر شخص خوشحال ہے اور وہاں دولت کی ریل پیل ہے۔

توجہ کا اثر } جناب صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ مجھے ابتداءً شکار کا بہت شوق تھا اور میں نے اس غرض کے لئے ایک بندوق بھی رکھی تھی حضرت قاضی صاحبؒ نے شکار میں میرا یہ انہماک دیکھ کر فرمایا کہ شکار کو اپنا پیشہ نہ بنانا بلکہ خاص ضرورت اور موقعہ پر شکار کر لیا کرو۔ مگر یہ بات میرے دل میں نہ بیٹھی۔ اور عرض کیا۔ کہ شریعت میں شکار منع تو نہیں۔ اور یہ آیت پڑھی "اذا حللتم فاصطادوا" حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ آیت اباحت کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں۔ پھر حضرت صاحبؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ کہ آوان شریف کے

وارہ (چوپال) میں جو بڑ کا درخت ہے اس پر جانوروں کا ایک جوڑا رہا کرتا تھا کسی شکاری نے ایک جانور کو گولی مار کر مار ڈالا دوسرا جانور جو بچ گیا وہ برابر ایک سال تک اس بڑ پر آتا رہا اور نہایت بیتابی اور دلسوزی سے چیخ پکار کرتا رہا کیا اس چیخ پکار کی ذمہ داری کسی پر نہیں؟

صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میں شکار سے باز تو نہ آیا لیکن باوجود اچھا نشانہ باز ہونے کے میرا نشانہ ٹھیک نہ بیٹھتا حتیٰ کہ جانوروں کے جھنڈ میں سے کسی جانور کا میں شکار نہ کر سکتا حالانکہ اس سے پیشتر میں ایک جھنڈ میں سے آٹھ دس جانور مار لیا کرتا تھا جب میرا نشانہ ہی کام کا نہ رہا تو پھر میں نے بھی مجبوراً شکار کرنا چھوڑ دیا

ایک صاحب جو اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے، فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کی طبیعت کا میلان کسی عورت کی طرف بہت زیادہ ہوگیا میں نے بہلا پھسلا کر اُسے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اصل واقعہ بھی آپ کے گوشگزار کر دیا آپ نے فرمایا کہ اچھا! اس کے لیئے دعا کرو۔ میں متامل تھا کہ میں دعا کرانے آیا ہوں۔ دعا کرنے کے لیئے تو نہیں آیا۔ آپ کے ایک ارادتمند نے جو آپ کو سہارا دے کر بیٹھا ہوا تھا۔ اشارہ کیا کہ فوراً دعا کے لیئے ہاتھ اٹھاؤ۔ چنانچہ حضورؒ نے، میں نے اور ان آدمیوں نے جو وہاں بیٹھے تھے۔ سب نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ دعا کے

بعد آپ نے ہمیں رخصت کر دیا اس کے بعد جب وہ آدمی اس عورت کے سامنے جاتا تو دونوں کو متلی شروع ہو جاتی یہ کام اس وقت تک جاری رہا۔ جب تک انہوں نے ایک دوسرے کا خیال نہ چھوڑ دیا۔

کنویں کی تعمیر آہی کے ذی وجاہت و معتبر آدمی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں پانی بالکل نہ تھا اور نصف میل سے عورتیں گھڑے بھر بھر کر پانی لاتی تھیں۔ ایک دفعہ جب قاضی صاحبؒ کا اس گاؤں میں سے گزر ہوا تو گاؤں والوں نے آپ سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے وہیں کھڑے کھڑے دعا فرمائی اور پاؤں سے نشان کرکے فرمایا۔ کہ یہاں کھودو۔ گاؤں والوں نے کنواں کھودنا شروع کیا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت میٹھا اور ٹھنڈا پانی نکل آیا کنوئیں کی تعمیر میں حضرت صاحبؒ نے بھی اپنے پاس سے چار سو روپے بطور امداد بھیجے اب اس میں اتنا پانی ہے کہ آدمی اور مویشی سب پیتے اور آرام سے وقت گزارتے ہیں +

رومال کی برکت مستری احمد بخش پہلے وہابی تھے اور اولیاء اللہ کی کرامات کے قائل نہ تھے ایک دفعہ لالہ موسیٰ میں انہیں حضرت صاحبؒ کی قدمبوسی نصیب ہوئی اور حضورؒ جب باہر تشریف لے جانے لگے

تو وہ بھی ساتھ ہو لئے راستہ میں انگریزوں کا ایک قبرستان آتا تھا وہاں آپ نے ایک قبر کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ایک شہید کی قبر ہے مستری صاحب نے یہ خیال نہ فرمایا کہ جنگ میں دوست و دشمن سب ایک ہی جگہ گرتے اور دفن ہوتے ہیں اور اعتراض کر دیا کہ یہ انگریزوں کا قبرستان ہے اور ایک عیسائی کیسے شہید کہلا سکتا ہے۔ جب آپ کے سمع مبارک تک یہ بات پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ایک آدمی اگر کچھ کہے تو اُسے بے سوچے سمجھے غلط مت کہو جب حضور اور سب ہمراہی کچھ دور آگے گئے تو آپ نے ایک رومال مستری صاحب کے سر پر رکھا مستری صاحب نے کہنا شروع کیا کہ کشمیر میں اس وقت یہ ہو رہا ہے اور دو تین باتیں انہوں نے اور بھی کہیں۔ کہ آپ نے ان کے سر پر سے رومال اٹھا لیا اور فرمایا کہ مستری جی کیا کہہ رہے ہو۔ انہوں نے قسم کھا کر کہا۔ کہ جس نے آپ کو یہ رتبہ بخشا ہے اسی کی قسم ہے کہ اس وقت میں کشمیر میں تھا اور جو کچھ میں کہہ رہا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

یہی راوی نقل فرماتے ہیں کہ خوشاب سے ایک جذامی عورت حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اُس نے بہت علاج کرایا تھا مگر کہیں سے فائدہ نہیں ہوا تھا کسی نے آپ کا پتہ دیا اس لئے وہ آپ کے پاس حاضر ہوئی اور

گاؤں کے باہر ٹھہری اور اپنا حال کہلا بھیجا۔ آپ خود اس کے پاس گئے اور اُسے اپنے ساتھ گھر لے آئے اور وہیں ٹھہرایا خدائے عزّوجل نے آپ کی توجہ مبارک کی برکت سے اُسے صحت عطا فرمائی +

منشی محمدؐ فاضل صاحب سیالکوٹی (مرحوم) ایک دفعہ دورہ پر حضور کے ہمراہ تھے۔ کھڑی شریف واپسی پر دریائے جہلم کے کنارے موضع گھسیٹ پور میں قیام ہُوا وہاں بعد عصر منشی صاحب موصوف کو اختلاجِ قلب کا سخت دورہ ہُوا اور اتنی شدت ہوئی کہ زندگی کی امید جاتی رہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لے گئے تھے جب واپس آئے تو یہ حال معلوم ہُوا۔ ہمراہیوں نے عرض کیا کہ منشی صاحب کی حالت نازک ہے اور ان کا لڑکا رو رہا ہے حضور نے لڑکے کی تسلی فرمائی اور دستِ مبارک مریض کے سینے پر پھیرا اور اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ مریض سو گیا۔ صبح جب اٹھا تو بالکل تندرست تھا گویا کہ کوئی بیماری نہیں تھی +

•

ملازمت کی بحالی } مولوی عبد الرحمٰن (مرحوم) ساکن پنڈی سرہال فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ملتان میں ایک شخص سے ان کی ملاقات ہوئی اس نے اپنا حال کہا۔ کہ وہ بہاولپور میں تھانیدار تھا اور اس کا افسر ایک سخت متعصب آدمی تھا جس نے اسے نہ صرف معطل

کر دیا تھا۔ بلکہ اس کی اپیل کے کاغذ بھی کہیں لاپتہ کرا دئیے گئے تھے۔ جو کہیں دستیاب نہ ہوئے اس کی گزر اوقات ملازمت ہی پر تھی۔ معطلی نے طول کھینچا۔ تو بال بچے بھوکے مرنے لگے۔ کسی نے حضرت صاحبؒ کا نام مبارک بتایا کہ وہاں جاؤ اور دعا کراؤ۔ وہ گجرات آیا۔ اتفاقاً گجرات ہی میں اُسے نیاز حاصل ہو گیا اس نے اپنی مجبوری اور غریبی کا سب حال کہا کہ بال بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ اور کاغذات مفقود ہیں آپ نے اس کی تسلی فرمائی۔ کھانا کھلایا اور چند روز ٹھہرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ وہ آپ کے پاس ٹھہر گیا اور زوال کے وقت کچھ دن تک آپ کو وضو کراتا رہا ایک دن حضورؒ نے اُسے گھر جانے کا حکم دیا جب وہ گھر پہنچا تو اس کی بیوی نے خوشخبری سنائی۔ کہ تمہارے کاغذات مل گئے اور تم اپنی ملازمت پر بحال ہو گئے۔

دستِ پیر کے حاجی غلام حیدر ساول ساکن ملاہی ٹولہ ضلع اٹک فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۵ء میں ایک دفعہ حضرت صاحبؒ صوات شریف تشریف لا رہے تھے اور صاحبزادہ عبدالقدیر صاحب ٹورڈیر شریف کی درگاہ کے صاحب سجادہ بھی ہمراہ تھے۔ ہم لوگ مالاکنڈ پہنچ کر ایک ارادتمند الموسوم سربلند خاں کے پاس ٹھہرے دوسرے روز حضرت غریب نوازؒ تڑکے ہی روانہ ہو گئے اور ہم لوگ دوپہر

کا کھانا کھا کر چلے۔ آپ کے ایک معتقد مرید مولا بخش
بھی ساتھ تھے اور چلہ کشی کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے
تھے اس لئے انہیں ہم نے ایک بیل پر بٹھا دیا اور اپنے
پیچھے رکھا۔ صاحبزادہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ کچھ
دور چل کر ہم نے دیکھا۔ کہ مولا بخش مذکور بیل پر سے
گر پڑے۔ ہم نے انہیں اٹھا کر پھر بیل پر بٹھا دیا آگے
علاقہ بہت خطرناک تھا۔ ہم نے دیکھا کہ مولا بخش صاحب
غائب ہیں۔ ہم نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔ ہم
لوگ مایوس ہو کر آگے بڑھے اور کوئی پندرہ میل چل
کر ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام تھانہ تھا۔ جب گاؤں
کی مسجد میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ غریبؒ نواز کیساتھ
مولا بخش صاحب نماز کی پہلی صف میں کھڑے ہیں۔ ہم
بہت حیران ہوئے کہ یہ حضرت یہاں کیسے پہنچے۔ ساول
صاحب کے ماموں بھی حضرت صاحبؒ کے ہمراہ تھے
انہوں نے ہم سے کہا کہ آج ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ راستے
میں حضورؒ نے مولا بخش کو آواز دی۔ میں نے کہا کہ وہ پیچھے
آنے والوں کے ساتھ ہیں۔ مگر حضورؒ نے توجہ نہیں فرمائی پھر
کچھ آگے چلے تھے۔ کہ حضور نے فرمایا۔ "مولا بخش" میں نے مڑ کر
دیکھا۔ تو حضور کے ہمراہ مولا بخش ہیں اور کہہ رہے ہیں
کہ "حضور حاضر۔ حضور حاضر" یہ ایک عجیب واقعہ
عارف رومیؒ فرما گئے ہیں کہ

دستِ پیراز غائباں کوتاہ نیست

کھانے میں برکت چوہدری الہ دین (مرحوم) ساکن طاہر ضلع گجرات کا کہنا ہے کہ حضرت صاحبؒ کی مجھ پر نگاہِ نوازش تھی ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے میں نے اپنی مشکلات بیان کیں آپ نے فرمایا۔ تم جوان ہو۔ شادی کر لو میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں شادی کا انتظام شروع کیا اور عرض کیا کہ حضورؒ بھی تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میری باگ دوسرے کے ہاتھ میں ہے مگر جہاں کہیں میں ہوں گا۔ تمہارا خیال رکھوں گا۔ مجھے وہ مقام دکھا دو۔ جہاں کھانا پکا کر رکھو گے اور چاول، آٹا وغیرہ جو تم نے جمع کیا ہے وہ بھی دیکھ لونگا غرضیکہ جہاں سب چیزیں رکھی تھیں میں وہاں آپؒ کو لے گیا اور وہ مقام بھی دکھا دیا۔ جہاں تیار شدہ کھانا رکھنا تھا۔ آپ نے آٹے اور چاول میں برکت کا ہاتھ ڈالا۔ اور جاتے ہوئے فرمایا۔ امیر و غریب سب کو ایک جیسا کھلانا غرضیکہ شادی ہوئی۔ مہمان اور براتی بہت آگئے اور بن بلائے لوگ بھی بہت آ گئے۔ مگر کھانا سب کو خوب کھلایا گیا۔ اور کسی چیز کی کمی نہ ہوئی۔ فقیروں بھکاریوں اور بن بلائے مہمانوں کو کھانا کھلایا بھی گیا۔ اور دیا بھی گیا۔ مگر کھانا ختم نہ ہوا بلکہ بہت سا بچ رہا اور جب تک اُس مقام پر رہا۔ اس میں کمی نہ ہوئی۔ ہاں جب دوسری جگہ اٹھا کر

ے گئے تو ختم ہوگیا۔ نیز تنبول اور سلامی کی رقم اتنی آگئی کہ میرا تمام قرضہ ادا ہوگیا

مرید زیر تحویل } چوہدری الہ دین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دورے کے اثناء میں آپ سے کئی عجیب وغریب واقعات ظاہر ہوتے تھے۔ جنہیں لوگ یاد بھی رکھ لیتے تھے۔ لیکن آپ انہیں چھپانے کی بہت کوشش کرتے تھے اور ہم سے فرماتے تھے کہ اگر کسی وجہ سے تمہیں ان باتوں کا علم ہوجائے۔ تو ظاہر نہ کرنا۔ یہ واقعات جو اوپر بیان کئے گئے بلیشمار واقعات میں سے صرف چند ہیں۔ ان سے زیادہ کی یہ کتاب متحمل نہیں ہوسکتی۔

چوہدری صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے بھتیجوں پر ایک مقدمہ دائر ہوگیا جس سے میں بہت پریشان تھا۔ فریق ثانی دولت مند اور صاحب اثر تھا۔ میں فکر مند تھا کہ میرے بھتیجوں کا نہ معلوم کیا حال ہوگا۔ مگر آپ کے سامنے کوئی بات زبان سے نکال نہیں سکتا تھا اور نہ ہی یہ چاہتا تھا کہ اس معاملہ کے متعلق کوئی اور اُن سے کوئی بات کرے۔ اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے سامنے ہمارے دنیا کے ایسے جھگڑے آئیں جو آپ کی پریشانیٔ خاطر کا موجب ہوں ایک شب آپ نماز تہجد کے لئے بیدار ہوئے

میں سامنے وضو کے لئے پانی لئے بیٹھا تھا۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ "یہ تعلق کیوں ہے؟ میرے متعلقین کے ساتھ جو ہونے والا ہوتا ہے اس پر میرے دستخط لے لئے جاتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو۔ ان کی حمایت کرتا ہوں۔ لیکن جہاں یہ امکان نہیں ہوتا مجبوراً دستخط کر دیتا ہوں کیا تم نے خواجہ سلیمان صاحب تونسوی کا حال نہیں سنا ایک بار دہلی کے بادشاہ کی معزولی کے حکم پر انہوں نے بھی چپ چاپ دستخط کر دئے تھے اسی طرح مجھ سے بھی دستخط لے لئے جاتے ہیں۔ اور مجھ سے جس قدر ہوتا ہے اپنے عقیدتمندوں کی بھلائی کی کوشش کرتا ہوں تم بے چین نہ ہو" خدا کی قدرت کہ فیصلہ میرے بھتیجوں کے حق میں ہوا۔ اور فریق ثانی کی اپیل بھی خارج ہو گئی۔

علم غیب و تصرف آپ کے مشہور سنگی مولوی نیاز محمد خانصاحب وکیل جالندھر بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے غریبنواز سے حسب معمول کل کی واپسی کی اجازت طلب کی۔ جو نہ ملی۔ عرض کیا کہ کئی مؤکل منتظر ہوں گے جن کے مقدمات کی پیروی ضروری ہے۔ پوچھا کہ کتنے مقدمے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں تعداد گن کر عرض کی اس دن بہرحال اجازت نہ ملی۔ اس سے اگلے دن کی منظوری ہوئی۔ میں جب

جالندھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ جس گاڑی میں میں پہلے جانا چاہتا تھا امرتسر کے قریب دوسری ٹرین سے ٹکرا گئی۔ عدالتوں میں جا کر پتہ لگا کہ جن مقدمات کی تعداد میں نے ہفتہ بنواز کی خدمت میں عرض کی تھی ان سب کی تاریخ ملتوی ہو گئی۔ لیکن ایک مقدمہ جو میری یاد سے رہ گیا تھا اور جو تھا بھی چھوٹا وہ خارج ہو گیا۔

کشف الصدور } میرے دوست سید ہاشمی صاحب (فرید آبادی) سیکرٹری بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب راوی ہیں کہ مولانا وحید الدین سلیم (ایڈیٹر علی گڑھ گزٹ) پانی پتی نے مجھ سے کہا کہ ایک دفعہ میں سخت مریض پڑ گیا مقامی علاج سے مایوس ہو کر پشاور گیا جہاں ایک طبیب کی مسیحائی مشہور تھی علاج کارگر ہوا واپسی پر دیونہ اسٹیشن (گجرات کے قریب) پر بہت سے لوگ اتر رہے تھے تجسساً میں بھی اتر گیا کہ دیکھوں چھوٹے سے اسٹیشن پر لوگ کہاں جا رہے ہیں معلوم ہوا کہ قریب ہی ایک بزرگ ہیں ان کے اردگرد کچھ لوگ جمع ہیں گاڑی سے اترنے والے بھی وہیں جا بیٹھے گاڑی چلی گئی میں پریشان ہوا کہ کھانا کہاں سے ملے گا اتنے میں بزرگ نے قریب بلا کر حال احوال پوچھا اور فرمایا۔ کھانا میرے ساتھ کھانا جب اُن کے سامنے کھانا آیا وہ معمولی دال اور خشک سی روٹی تھی میں گھبرایا کہ یہ کھانا میرے حلق سے کیسے

اترے گا اور یہ بھی یاد تھا کہ حکیم صاحب نے تو مجھے پراٹھا اور مرغ مسلم کھانے کی ہدایت کی تھی اتنے میں میرے سامنے مٹی کا ایک ڈونگا لایا گیا جس کے نیچے ایک گہرا سا طباق اور اوپر ڈھکنا تھا۔ ڈھکنا جو اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں؟ پراٹھا اور مرغ مسلم! یہ دیکھ کر میں جھجکا اور حیرت میں "ہیں" کا لفظ منہ سے نکل گیا۔ اس پر بزرگ نے فرمایا۔ کھائیے! یہ درویشی نہیں۔ شعبدہ بازی ہے

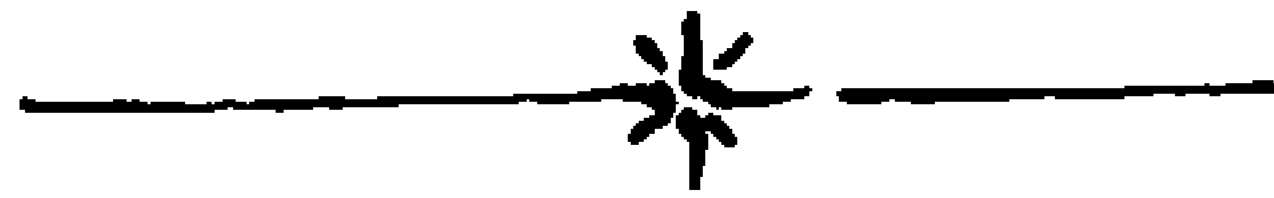
صاحبِ زماں } حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ آدمیوں میں جن کی روحیں بہت بزرگ ہیں وہ فرشتوں میں جا ملتے ہیں۔ نیز نفوس انسانی میں ایک نوع ہے جسے ملاءِ اعلیٰ سے قرب ہوتا ہے بلکہ وہ بھی انہیں کے منجملہ شمار ہوتے ہیں۔ حظیرۃ القدس کے فرشتے بھی کبھی کبھی اس کے پاس آکر گفتگو کیا کرتے ہیں یہ شخص اپنے احباب کی مدد کرتا ہے اور صاحب زمان ہوتا ہے۔ یہ تصرف باطنی جس طرح ایک ولی کی زندگی میں ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اس کے وصال کے بعد بھی اس سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ کیونکہ بعد وفات علائق دنیوی سے مجرد ہونے کے باعث بارگاہِ رب العزت سے اس کا قرب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے اس لئے تصرف

کی طاقت بھی بدرجہا بڑھ جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
"لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عہدا"
(سورۂ مریم رکوع ۶) نیز فرماتا ہے "لا یملکون الذین یدعون من
دونہ الشفاعۃ الا من شہد بالحق وھم یعلمون"
(سورۂ زخرف رکوع ۷) کل اولیا اسی (الا) کے تحت ہوتے ہیں اور
حضرت قاضی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ انہیں میں سے تھے۔

آپ کی زندگی تمام ترکرامت تھی

آپ کی تمام زندگی کرامت تھی (حلیۃ الاولیا
مطبوعہ مصر جلد ا ص۹) میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے مروی ہے کہ حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "لکل قرن من امتی سابقون"
یعنی ہر زمانہ میں میری امت میں ایسے لوگ ملیں گے جو
پہلے لوگوں کی طرح ہوں گے۔ جنہیں قرآن پاک میں سابقون
لکھا گیا ہے آپ بھی ایسے ہی پہلے لوگوں کی طرح سابقون
میں سے تھے اور قیامت تک ایسے لوگ اس امت میں
پیدا ہوتے رہیں گے آپ نے نسبتِ سلسلہ قادریہ اپنے
شیخ حضرت اخوند عبد الغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل
کی تھی تمام اسباق پورے کئے خلوتیں اور چلے بھی
تمام کئے پھر حضرت سید کبیر الدین المعروف شاہ دولہ
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی طور پر سپرد ہوئے انہوں
نے بھی اپنے طریقہ پر تکمیل کرائی اور ایسے سخت مجاہدے

کرائے کہ پتھر بھی پانی ہو جاتا - اسی طرح آپ کو دوسرے اہلِ قبور سے بھی تربیت ملی جن میں حضرت پیر لنگر صاحبؒ مل والے اور غازی عبداللہ پیرے شاہ صاحبؒ کھڑ ی شریف والے کا خاص طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے - یہ سب نعمتیں کراماتاً نصیب ہوئی تھیں اسی طرح آپ صرف سلسلۂ قادریہ غفوریہ ہی کے وارث نہ تھے بلکہ ان تمام بزرگوں کے بھی وارث تھے جن سے یہ اویسی نعمتیں آپ کو پہنچیں - ان نعمائے الٰہی نے آپ کی ذات مبارک کو ایسے کمالات ظاہری و باطنی سے منور و ممتاز فرما دیا تھا کہ آپ اولیائے کرام میں وحید العصر بن گئے پس اس شخص کی کراماتوں کو کیا تلاش کیا جائے اور بیان کیا جائے جس کا وجود مقدس اس عالم کیلئے خود کرامت تھا اور جو متبعِ ولایت نہ تھا بلکہ ولایت اس کی متبع تھی - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۰



دسواں باب

وصال

صورت از بے صورتی آمد بروں
باز شد انا الیہ راجعون

• قلم نے ترتیب کتاب کے لحاظ سے اس باب کا نام "وصال" لکھا ہے یہ عنوان حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ اور رب تعالیٰ کے تعلق سے صحیح بھی ہے مگر ہمارے اور آنحضرتؒ کے تعلق کو مدنظر رکھا جائے تو یہ باب وصال نہیں باب فراق ہے سانحۂ ارتحال کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ سالوں کی مدت، گھڑی پل میں گذر گئی۔ حافظ شیرازی کیسا اچھا فرما گئے۔

مضت فرص الوصال و ماشعرنا
بگو حافظ غزلہائے فراق

حضرت کے وصال کے کئی سال بعد ہمارے ایک مقرب سنگی ملا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے حال پوچھا۔ ملا صاحبؒ مجذوبی خیال میں تھے۔ چشم پرنم ہو کر بول اٹھے کہ غریب نوازؒ کی زندگی میں ہم سمجھا کرتے تھے کہ خدا ہمارا ہے جو کچھ مانگتے

نغمے مل جاتا تھا۔ اب کیا بتلائیں کہ کیا حال ہے! پھر اپنے مخصوص پر سوز لہجہ میں نغمہ سرا ہوئے۔

سلیمٰی منذ حلّت بالعراق

الاقی فی ھواھا ما الاقی

• یہ مسئلہ مسلّم سہی کہ اولیاء کرام کا دریائے فیض انکی موت کے بعد تیز تر اور وسیع تر ہو جاتا ہے کیونکہ حیاتِ دنیا کی پابندیوں سے، روح آزاد ہو چکی ہے عباداللہ سے شفقت اور اللہ تعالیٰ سے بے حجابی بڑھ جاتی ہے لیکن نظارۂ عام کی وہ سہولتیں کہاں جو زندگی میں میسّر تھیں؟ مِنکُم بن کر، لباسِ بشری میں، سامنے بیٹھے گنہگار آنکھوں کا بھی دوچار ہوتے رہنا۔ نیاز مندوں کا کبھی غلامانہ ناز، کبھی والہانہ انداز، ذاتی شناسائی کا شوق اور طلبِ قرب کا جذبہ؟ ان کو دیکھتا بھی جائے اور دل فضا میں پول نغمہ بکھیرتا بھی رہے، تو رکاوٹ کہاں بنتی؟ :—

کیستی ای نور بیکر کیستی؟ | در لباسِ ابنِ آدم چیستی
اے رخِ تو نور گستر نور زا | تجلۂ چشمِ تو برقِ طور زا
طبعِ نازک نکہت از گلزارِ حسن | میکند غمّازی از اسرارِ حسن
بلبلی؟ یا گلِ زلستانِ ازل | تازہ کردی یادِ پیمانِ ازل
دلنوازا! پیکِ ملکِ دلبری؟ | یا نسیمِ خلد؟ موجِ کوثری؟
چشمِ دل را وا گشاید بوی تو | شرحِ والشمس وضحٰھا روی تو
از فسونِ چشمِ تو، دل درفغاں | ہر نظر تیغ و سناں تیر و کماں

موسیٰ یا سامری؟ افسوں گرا!
خضرِ وقتی؟ یا ورائے الورا

(ماخوذ مثنوی صمدآنی)

• جس دن غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی ایک قیامت کا کہرام تھا۔۔۔۔ آخر باعثِ کون و مکاں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی تو اپنے جان نثاروں کو سوگوار چھوڑ گئے تھے آیئے لحظہ بھر اُس سانحہ کا ذکر کرکے دل کو سمجھائیں - کیونکہ ان کے دربار کی ہر کیفیت ہماری زندگی کے لئے سبق ہے عشق سب کو تھا لیکن اظہار کا طریقہ اپنا اپنا تھا کیونکہ عشق کسی کام کے لئے کسی ایک طریقہ کا پابند نہیں ع

کہ عشق پابند خرد نیست

• امام غزالیؒ احیاء العلوم میں اس موقع کا حال یوں لکھتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر باہر نکل آئے اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ جو ایسا کہے گا اسی تلوار سے دو ٹکڑے کر دونگا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گنگے ہو گئے۔ لوگ ان کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتے تھے اور لے آتے تھے۔ گویا فرقتِ یار میں راہ بھی معلوم نہ رہا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے

گویا حیرت میں گم ہو کر زبانِ حال سے اپنے رب سے پوچھتے تھے ؎

کجا شد سرورِ من یا رب کہ در بستان نمی بینم؟

• چاروں خلیفہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل ٹھکانے رہی۔ ان کا عشق حالت صحو میں رہا۔ جسد مطہر پر اشکوں کے موتی نچھاور کرنے کے بعد، باہر آئے۔ ایسے نازک موقع پر رسالت کے پیغام کی حفاظت اور سیاست قائم رکھنے کا فریضہ بھی انجام دینا تھا۔ لوگوں کے پاس گئے خطبہ دیا اور موقع کے مطابق قرآن مجید کی آیات سمجھائیں (احیاء العلوم)

• ابھی عشقِ سوگوار کی روئیداد ختم نہیں ہوئی، کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جو اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ پکارتے وقت انگشت شہادت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے مسرور ہوا کرتے تھے اب اپنے مشارٌ الیہ کو سامنے نہ پا کر اذان دینا چھوڑ دیا بلکہ مدینہ عالیہ سے ہجرت کر کے دمشق کو چلے گئے جلیل القدر صحابہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ! سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کہہ کہہ کر موڑتے موڑتے مایوس ہو کر رہ گئے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت مدینہ عالیہ کی گلیوں میں دیوانہ وار پھرتے، سر پر خاک ڈالتے اور مرثیہ پڑھتے۔

کُنْتَ السَّوَادُ لِنَاظِرِیْ ۔۔۔ عَمِیَتْ عَلَیْکَ النَّاظِرُ

من شاء بعدك فليمت فعليك كنت احاذر

• امی فداہا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حجرۂ سعادت کی مجاوری میں معتکف ہو بیٹھیں سیدۃ النساء خاتونِ محشر حضرت فاطمہ الزہرا اندر سے کنڈی لگا کر گھر میں بند ہو گئیں اور خاوند کے بار بار دستک دینے پہ نہایت دھیمی آواز میں بولیں، تو یہ فقط بولیں۔

وَمَنْ يَّدُقُّ بَابَ الْيَتِيمِ؟

• الفراق الفراق الفراق!

فطرت کا تقاضا فراق ہی ہے ذرا سا غور کرنے سے اس قانونِ قدرت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ؛

جان و تن با یکد گر ہمجنس نیست ٭ ایں تعلق در بشر ناقص بسی ست

عارضی ست ایں وصال جسم و جان ٭ افتراق ایں دو را لازم بدان

• بابی و امی اس رؤف رحیم حکیم کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھڑے ہوؤں کی تسکین کے لئے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّهٗ گویا موت کے بعد متوفی کی معیت کا اصول سمجھا گئے۔ فراق کو وصل میں بدلنے کے دستور العمل کی تعلیم دے گئے

• محبت بڑھانے اور چمکانے کا وظیفہ اتباعِ محبوب میں ہے قرآن شریف میں اس مضمون کی طرف یوں ارشاد ہوا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

فَاتَّبِعُونِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ (آلِ عمران)[1]

لفظِ نِی میں ایک لطیف رمز ہے یعنی اتباعِ محبوب میں اس کے قول و فعل کے ساتھ اس کا وہ جذبہ بھی شامل ہے جس کے تحت محبوب نے وہ اعمال کیے ؎

ما التصوف؟ اتباعِ مصطفٰیؐ — در اصول و کار و حالِ ول معاً
اتباعِ حال پس لازم بود — طبقِ کیفِ دل ہمہ فتوی رود
نیست سنت محض در سجدہ سجود — سنتِ او ہست ہم ترکِ وجود
ورنہ یکسان بود آن کارِ ثواب
سجدۂ ابن ابیؒ و بوترابؓ

(ماخوذ مثنوی صمدانی صفحہ ۱۳۴)

• اولیاء اللہ کے سوانح حیات پڑھنے اور سننے سے ان کے اقوال و اعمال کا کچھ علم تو ہو جاتا ہے اور اس رحمت میں بھی شمولیت ہو جاتی ہے جو بفحوائے عِندَ ذکرِ الصالحین یتنزل الرحمۃ اہلِ محفل پر ارزانی فرمائی جاتی ہے لیکن ان کے باطنی فیوض اور کیوف کتاب سے نہیں۔ صحبت سے حاصل ہوتے ہیں حضرت عطارؒ سمجھا گئے ہیں ؎

---

[1] فاتبعونی اشارہ۔ کلیتِ شخصیت خود فرمود کہ تمام احوالِ وی را شامل است۔ (مثنوی صمدانی صد ۱۳۴)

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

• خدایا! پیر کے باطنی رنگ سے کوئی مرید بے نصیب نہ رہے۔ قرآن میں خدائی رنگ کا ذکر ہے۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عٰبِدُونَ (البقرہ ۱۳۸) (اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں) اس رنگ کے حصول کے لئے بہترین عمل صحبت و محبتِ پیر ہے۔ تاہم اہل اللہ کے مختلف سلسلوں میں مختلف طریقے بھی رائج ہیں۔ مگر سب کی تہ میں یہی ہے کہ ؎

کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانہ کا

چنانچہ چشتیہ حضرات سماع میں اس طلب کا وظیفہ کرتے ہیں اور "رنگ" ہی کی قرآنی اصطلاح استعمال کر لیتے ہیں اور اپنے حسب حال مراقبہ رقص و وجد میں بے خود ہو کر یہ نعمت یوں مانگتے ہیں ؎

پیا کی نگریا میری چنریا ایک ہی رنگ میں رنگدے للریا

• زندگی کے دو حصے ہیں مادی اور روحانی، ذیل میں اس کا خاکہ ہے

جان پاک و آب و نار و خاک و باد
می شتابد ہر یکے سوے معاد

اربعہ عناصر کا معاد مٹی ہے۔ منہا خلقنٰکم و فیہا

نُعِیْدُکُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی۔ طٰہٰ ۵۵

زندگی میں قانون فطرت کے مطابق حیاتِ مادی کا تحفظ بھی ضروری وظیفہ ہے اور جانِ پاک کا معاد انّا الیہ راجعون ہے۔ رومی اس کی شرح کرتے ہیں ؎

تو مباش اصلاً کمال این ست وبس
تو درو گم شو کہ حال این ست وبس

• سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کی دونوں شقوں میں اسوہ حسنہ دکھایا ہے۔ وَمن شَاءَ اتَّخَذَ الٰی رَبِّہٖ سَبِیْلاً ط (جو چاہے اپنے رب کی طرف رستہ پالے) غریب نواز ایک ایسے ہی واصل باللہ بزرگ تھے۔ جن کی ادنیٰ منقبت ہے۔

ہر کہ پیوند د بہ آں مطلق وجود
او رہد فی الجملہ از بند و قیود
در رکابش این جہان و آن جہاں
مرگ او باشد حیاتِ جاوداں
گلشن انسانیت را برگ و بار
ہمچو ابرے بر شگاے در کنار (مثنوی ہمدانی)

اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ان کی معیت نصیب کرے۔ آمین یا رب العالمین!

بیماریاں } جب سن مبارک ساٹھ سال سے متجاوز ہوا۔ اور دوروں اور مجاہدوں سے طبیعت میں اضمحلال اور جسم میں لاغری و کمزوری پیدا ہوئی۔ تو بیماریوں نے آگھیرا اور آپ اکثر بیمار رہنے لگے۔ حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ نزلہ و زکام سے طبیعت کی دائمی ناسازی، ریاضتوں اور مجاہدوں کی صعوبتیں آخرکار اپنا اثر ظاہر کرنے لگیں۔ ۱۹۰۰ء کے قبل کا ایک دفعہ کا حال خود حضرت صاحب قدس سرہٗ مولوی عبدالقادر صاحبؒ لاہوری کو لکھتے ہیں کہ عرق شیر روزانہ ایک دفعہ پیتا ہوں اور پاپیادہ دورہ کرتا ہوں۔ لوگ جلاب لینے اور ماء الجبن پینے کی رائے دیتے ہیں۔

حکیم محمد سعید صاحب ساکن روڑس ضلع سیالکوٹ بھی اکثر آپ کے علاج میں شریک رہا کرتے تھے۔ جب بیماریوں کا دورہ جلد جلد شروع ہونے لگا تو بعض ارادت مندوں کے اصرار سے آپ نے حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی کا بھی علاج کرایا۔ آپ خود دہلی تشریف نہیں لے گئے حکیم احمد دین صاحب گئے اور سب حال بیان کیا۔ حکیم صاحب ممدوح نے دوا دی، اور خود بھی آپ کو دیکھنے کے لئے دو چار دن گجرات آکر رہے اور علاج کیا یہ بھی کچھ دن تک رہا۔ پھر ترک ہوگیا۔ حکیم اجمل خاں صاحب کی رائے تھی۔ کہ سخت ریاضتوں اور بھوک پیاس کی

شدتیں برداشت کرنے سے قوائے جسمانی کمزور و مضمحل ہو گئے حضرت قاضی عزیب نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب موصوف کو بہت پسند کرتے تھے اور خطوں میں مخدوم المخادیم کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور کبھی ابر رحمت لکھ کر خطاب کرتے۔ اور خاتمہ پر مسکین سلا محمود لکھا کرتے تھے۔ اور حکیم صاحب جو خط آپ کو لکھتے اس کے آخر میں "الارذل اجہل" لکھا کرتے تھے۔ یہ بیماریاں بھی آپ کے مجاہدوں کا ایک جزو اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا پیش خیمہ تھیں۔ آپ کبھی ان سے ملول نہ ہوئے اور نہ کوئی بے صبری یا شکایت کا کلمہ زبان مبارک سے کسی نے سنا۔ اس راہ کے چلنے والے ان کو سرمایۂ غیب سمجھتے ہیں اور نہایت خوشی سے ان کے تلخ جرعوں کو پیتے اور مزا لے لے کر چکھتے ہیں۔

امام غزالی[1] رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ کہ بیماریوں کا حال طبیب سے کہنا کوئی شکایت نہیں ہے۔ لوگ

---

[1] حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ۔ آپ کی کنیت ابوحامد ہے۔ بہ لحاظ تصوف شیخ ابوعلی فارمدی سے منسوب ہیں۔ چھوٹی عمر ہی میں عالم متبحر ہوئے اور مدرسہ نظامیہ بغداد میں شیخ الجامعہ (پرنسپل) مقرر ہوئے۔ جو اس زمانہ میں بہت بڑا اعزاز تھا آپ منطق و فلسفہ میں باکمال ہونیکی وجہ سے فن مناظرہ کے بھی امام تھے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں اکثر ضخیم ہیں آپ نہایت بلند پایہ فلسفی، صوفی و صاحب تصنیف تھے۔ آپ کی وفات ۵۰۵ھ میں ہوئی۔ (شیدا)

مزاج پرسی کے لئے آتے ہیں تو ان کو کچھ جواب دینا ضرور ہوتا ہے۔ ان سے اپنا حال بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ اس سے ایک گونہ اپنی عاجزی کا اظہار ہے اور اس میں بھی بندگی کی ایک شان ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ دعا تلقین فرمائی "اللّٰھم انی اسئلک العفو والعافیۃ" اے اللہ میں تجھ سے عفو اور عافیت چاہتا ہوں۔

حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کی بیماریوں میں ۱۹۱۵ء سے بہت زیادتی ہوئی اسی سال آپ کے چھوٹے بھائی محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد ہی سے ہاتھوں میں رعشہ شروع ہوا اور ضعف بڑھتا گیا۔ جناب صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میاں محمد مسعود صاحب کا جنازہ حضور اقدسؒ کے سامنے لایا گیا تو میّت کے پاس آپ تشریف لے گئے اور پیشانی پر ہاتھ رکھا پھر ہاتھ جو اٹھایا تو اس میں رعشہ تھا۔

کاتب الحروف جب ۱۴ نومبر ۱۹۱۶ء (۱۷ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ) کو برنالہ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ ہاتھوں میں رعشہ ہے اور بدقت بستر سے سر اٹھا سکتے ہیں۔ ضعف بہت غالب تھا پیدل نہیں چل سکتے تھے۔ گھوڑے پر برنالہ سے

آوان شریف تشریف لائے رعشہ کے ساتھ ساتھ اختلاج قلب کا سلسلہ برابر رہا۔ حتیٰ کہ عصبی فالج ہو گیا۔ جو تبدریج بڑھتا رہا۔ آخری زمانہ میں کھانسی کی سخت تکلیف تھی۔ جب اس کا دورہ اٹھتا تو نہایت شدت سے اٹھتا اور جب کسی قدر افاقہ ہوتا تو سکون معلوم ہوتا اور آپ مطمئن نظر آتے۔ رفتہ رفتہ دل و دماغ بھی ماؤف ہونے لگے۔ حکیم مفتی سلیم اللہ خاں صاحب لاہوری نے جب آپ کو دیکھا تو یہی آثار موجود پائے اور انہیں کے علاج کی طرف توجہ کی۔

اسی زمانہ میں آپ کی بینائی پر بھی اثر پڑا۔ صاحب زادہ صاحب موصوف نے امراض چشم کے ایک ماہر مشن ہسپتال جلالپور جٹاں کے ڈاکٹر نیوٹن (Newton) کو بلا کر دکھایا تو اس نے کہا میں اپریشن کی رائے نہیں دوں گا۔ آپ نے یہ سن کر اُسے دعا دی۔ پھر اپریشن کا خیال چھوڑ دیا گیا۔ بینائی پورے طور پر معدوم نہیں ہوئی تھی۔ مگر بہت ہی کم رہ گئی تھی۔ لیکن ملنے جلنے والے جو سلام کو آتے انہیں یہ کبھی احساس نہ ہوا

تمام سال ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) انہی بیماریوں میں گزرا حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ بیان فرماتے ہیں کہ وفات سے ایک سال پہلے اوائل شعبان میں جمعہ کے روز حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلا کر

ارشاد فرمایا۔ کہ آج جمعہ کا دن ہے افغانستان کی رسم[1] کے مطابق میری قبر کا نشان لگا دو تاکہ جمعہ کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ نے عرض کی، مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا، کہ میں ابھی جا تو نہیں رہا ہوں۔ اور مجھے رخصت فرما دیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ بیماریاں اور آلام بندے کو آزار پہنچانے کے لئے نہیں ہوتے۔ بلکہ ربِ قدیر کی قدرت کے مقابلہ میں بندہ کا عجز و افتقار ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اگر بندے کو کچھ قدرت ہوتی تو ان میں سے کبھی کسی کو اپنے پاس آنے نہ دیتا۔ چونکہ اس پر وہ قادر نہیں ہے۔ اس لئے اس کا عجز ظاہر ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے علم قدیم میں سب کچھ ہے۔ کسی کو بیماری دے کر صبر کی توفیق بخشتا اور کسی کو ہر حال میں صابر و شاکر رکھتا ہے۔ اولیاء اللہ کے یہ امتحانات و ابتلا دوسروں کو یہ سبق دیتے ہیں کہ بڑا سے بڑا بندہ بھی رب تعالیٰ کے سامنے عاجز و

---

[1] افغانستان کی رسم یہ تھی کہ زندگی سے مایوس مریض کے قد کے ناپ کے برابر جمعہ کے دن قبر کا نشان لگا دیتے۔ مطلب یہ ہوتا۔ کہ جمعہ کی فضیلت کا ثواب حاصل ہو۔ (شہید)

بیکس ہے اور کس طرح ہر حال میں راضی بہ رضا اور متوکل بر خدا رہنا چاہیئے۔ یہ بہت بڑا سبق تھا۔ جو حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثال سے دوسروں کو دیا۔ یہاں آپ کا حال و قال دونو باہم مطابق نظر آتے ہیں۔

کسی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بلاؤ امتحان کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ کا طریقہ سرتا سر محبت تھا جس میں یہی غذا ملتی ہے۔ اس میں آرام کہاں؟ راحت کہاں؟ تمام دن سلگتے رہنا، اور تمام رات کروٹیں بدلتے رہنا ہوتا ہے "تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفاً وطمعاً (سورہ سجدہ رکوع۲) ان کی کروٹیں سونے کی جگہ سے جدا رہتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو ڈر اور لالچ سے پکارتے ہیں۔

فیض کا دریا ان ایام میں گو بیماریوں کا ہجوم تھا مگر آپ کا دریائے فیضان بھی طغیانی پر تھا۔ جو آتا وہ فیضیاب ہوتا۔ امراض و آلام کے باوجود آپ کے قلب مبارک کے سکون میں فرق نہیں آیا۔ مؤلف ہذا ان آخری چند سالوں میں پانچ مرتبہ حیدرآباد دکن سے حاضر خدمت ہوا ہے مگر چہرہ مبارک پر ایک سکون

قرار ہمیشہ دیکھا۔ ہاں اکثر اوقات محویت و استغراق کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ ہمیشہ مشغول[1] بحق رہتے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ سوائے ضروری بات چیت کے آپ ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔

مولوی عبدالرحمٰن (مرحوم) ساکن پنڈی سرہال بھی فرماتے تھے کہ آپ اپنا ایک لمحہ بھی بیکار نہیں جانے دیتے تھے ۔ ضروری بات چیت کے درمیان تھوڑا سا وقفہ بھی مل جاتا تو آپ ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے ۔ اور اگر کچھ اور نہ ہوتا تو پاسِ انفاس میں ہی لگ جاتے تھے۔

ہر ایک کے ساتھ رہونگا اس زمانہ میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض بہت زیادہ نظر آتا ہے ۔ نصیب والے دُور دُور سے آتے ، اور اس آفتاب کے نور سے کسبِ ضیا کرتے

---

[1] حکیم احمد دین صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپ چارپائی پر آرام فرماتھے اور پاؤں کا انگوٹھا حرکت میں تھا۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ شاید آپ کچھ انگوٹھے سے لکھ رہے ہیں۔ میں نے انگوٹھے کی حرکت کا سبب دریافت کیا ۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا وظیفہ ہوتا ہے اور اسے استکتاب کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ محویت و استغراق کا یہ بھی ایک خاصہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب (شہید)

تھے۔ جب تک یہ آفتاب عالمتاب مطلع انوار قدسی پر درخشاں رہا۔ لوگ ہدایت پاتے رہے۔ جب غروب ہو گیا۔ تو بھی اُس کی ضیا پاشیوں میں کمی نہ آئی۔ کیونکہ اپنے ارادتمندوں سے آپ کی گو جسمانی معیت نہ رہی۔ مگر روحانی معیت میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ اور بھی زیادہ قوی ہو گئی۔ جس طرح آپ نے پیر لنگر، حضرت بہاءالدین ذکریا ملتانی۔ حضرت شاہ دولہ صاحب، حضرت پیرے شاہ غازی اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کی ارواح متبرکہ سے فیض اٹھایا تھا اسی طرح آپ کا روحانی فیض رسانی جاری ہے اور جاری رہے گا۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین چنانچہ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم میں سے ہر ایک کے ساتھ رہوں گا۔ اُس سے یہی روحانی معیت مراد تھی۔ اور ہر ایک ارادتمند اپنی استعداد کے مطابق مستفید ہُوا اور جو آیا وہ اپنی صلاحیت کے مطابق مالا مال ہوا۔ بعض ایسے بھی تھے جو صرف اسی ایک در کے ہو رہے اور دنیا و مافیہا کو آپ کی محبت پر قربان[1] کر ڈالا۔

وصیت } سنگیوں کو رضائے الٰہی اور توکل بخدا کی ہمیشہ وصیت فرماتے تھے۔ مولوی فضیل الرحمٰن صاحب ۱۳۳۸ھ

---

[1] ایسی کئی مثالیں تھیں۔ کہ اہلِ محبت اپنے گھر بار چھوڑ کر آپ کی ملازمت مد

(باقی ص۲۹۲)

کے ایک خط میں مؤلف ہذا کو لکھتے ہیں کہ ۲۰ صفر ۱۳۳۷ھ کو جب وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ کے وصیت فرمائی کہ رضائے الٰہی اور توکل بخدا نہایت ضروری ہے اس میں فرق نہ آئے +

ایمان و توکل کا ہمیشہ ساتھ رہتا ہے ایمان بغیر تصدیق کے کامل نہیں ہوتا اور تصدیق کا تعلق قلب سے ہے۔ جب ایمان قوت پاکر قلب میں اتر جاتا ہے تو اسے یقین کہتے ہیں اور یقین و توکل کا باہمی ساتھ ہے ایک کا دوسرے سے جدا ہونا ممکن نہیں۔ آپ نے مولوی صاحب موصوف سے فرمایا کہ درویشی میں رضا لابدی ہے۔ اور چونکہ اس سے ملا ہوا توکل ہے اسلئے دونوں کا اکٹھا ذکر فرمایا۔

خدمت سے شرف اندوز ہوئے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ صرف مثال کے طور پر سرحدی ملا صاحب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ملا صاحب آپ کے آخری ایام میں آوان شریف آئے۔ ان کا نام کسی کو معلوم نہیں۔ صاحبِ تجرید و تفرید اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ جب ملا صاحب کی بینائی جاتی رہی۔ تو کوئی علاج نہیں کرایا۔ کہتے تھے کہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نہایت روشن ضمیر اور صاحب باطن بزرگ اور مستجاب الدعوات تھے۔ اور لوگوں کو دم درود کے ذریعہ فائدہ پہنچاتے تھے۔ آوان شریف ہی میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔ (شہید)

رحلت } وفات سے تقریباً تین سال پہلے آپ اپنے مکان سے گاؤں کے دائرہ (چوپال) میں منتقل ہو گئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔ وہیں آپ کے آباؤ اجداد کی قبریں تھیں۔ جن سے آپ نے روحانی فیض بھی حاصل کیا تھا[۵۱] اس لئے ان کے قریب ہی اپنی زندگی کے آخری ایام گزارنا پسند کیا۔ نیز گھر بار سے بے تعلقی کو بھی کمال تک پہنچا دیا۔

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہٗ العالی فرماتے ہیں کہ وصال کے چار پانچ ماہ قبل ایک روز میں نے دیکھا کہ آپ پلنگ پر آرام فرما ہیں۔ چہرہ مبارک پر بشاشت کے آثار نمایاں ہیں۔ میں حاضر ہوا۔ تو مجھے دیکھ کر اٹھنے لگے۔ میں نے دوڑ کر پیچھے سے سہارا دیا اور بٹھا دیا۔ آپ نے میری طرف منہ کر کے مسکرا کر فرمایا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت جلد اچھا وقت آنے والا ہے میں نے سمجھا کہ انشاء اللہ اب صحت ہو جائیگی۔ مگر چار پانچ ماہ بعد آپ کا وصال ہو گیا اس وقت میں سمجھا کہ "اچھا وقت" آنے سے آپ کی مراد یہ تھی۔

مؤلف ہذا ریاست حیدر آباد دکن ہی میں تھا کہ ۱۶ / مارچ ۱۹۱۹ء

---

۵۱ احتمال یہ ہے کہ ان ایام میں آپ کا تعلق عالم آب و گل سے قریباً منقطع ہو چکا تھا اور آپ کی وابستگی بہت زیادہ روحانیوں سے ہو گئی تھی اس لئے ان کا قرب زیادہ پسند آیا۔ (رشید)

کوراوان شریف سے ایک خط موصول ہوا کہ زکام اور کھانسی کی وجہ سے حضور پر نور رحمۃ اللہ علیہ بہت کمزور ہو گئے ہیں یہ کمزوری بڑھتی گئی حتیٰ کہ وقت آ پہنچا۔ جو ہر شخص کو پیش آنے والا ہے۔ یعنی شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ کی پہلی تاریخ (مطابق ۲ر مئی ۱۹۱۹ء) اور جمعہ کا دن تھا۔ کہ روح مبارک نے قفس عنصری سے جدائی اختیار کی۔ اور اپنے اصلی وطن عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

یہ ایک دولت تھی جو ہم سے چھن گئی اور خدائے عزوجل کی ایک نعمت و رحمت تھی۔ جو اٹھائی گئی۔ علاقہ کے لوگ یہ خبر سن کر جو دم زدن میں چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ گریاں و تاسف کناں آوان شریف کی طرف دوڑے آتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چاروں طرف سے آدمیوں کا ایک سیلاب امڈا چلا آتا ہے۔

تاریخ وصال

بروز جمعہ بتاریخ یکم شعبان ۱۳۳۷ھ مطابق ۲ر مئی ۱۹۱۹ء

قبلہ ما قاضی سلطان محمود — ۱۳۳۷ھ

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ — ۱۹۱۹ء

رباعی

چوں مرشد ما و عاشق رب ودود ✦ شد واصل حق زدہر فانی بدرود
بہ لوح مزار بہر سال تاریخ ✦ کافی است "قبرگاہ قاضی محمود"

تجہیز و تکفین } پہلے حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا خیال تھا۔ انہیں اُن کے بھائی میاں محمد مسعودؒ کی قبر کے پاس دفن کیا جائے۔ بعد ازاں آپ نے کسی سے کہا کہ مجھے دارہ والا مقبرہ میں اپنے آبائی بزرگوں کے پاس مدفون کیا جائے۔ لیکن بعد میں آپ نے یہ رائے بھی تبدیل کر لی اور تدفین کا معاملہ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہٗ کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ موجودہ جگہ مزار کے لئے تجویز کی گئی اور وہاں قبر کھودی جانے لگی۔

تجہیز تکفین کا جلد جلد اہتمام کیا گیا۔ مُلّا نیاز الدین صاحب (المعروف ملا تیراہی) عین وقت پر پہنچ گئے تھے انہوں نے غسل دیا اور جنازے کی نماز پڑھائی جنازے کی اتنی بڑی جماعت اس علاقہ میں پیشتر کہیں نہیں دیکھی گئی۔ آخری دیدار کے لئے زائرین اس طرح ٹوٹے پڑتے تھے۔ جس طرح شمع پر پروانے۔ بالآخر شام کے قریب آپ کے جسد مبارک کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر سپردِ خاک کیا گیا۔ محسوسات کی یہ دنیا آفتاب ارشاد و ہدایت کی روشنی سے محروم ہو گئی۔ سب ایک سناٹے کے عالم میں تھے۔ ایک نور تھا جو چلا گیا۔ اور تاریکی چھا گئی۔ دن تھا جو ختم ہو گیا اور رات آ گئی۔ یہ عالمِ کون و فساد دراصل اسی قسم کے تغیرات کا نام ہے۔ ہر زمان و ہر ساعت اس میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور اسی حرکت میں عالم کی حیات ہے لیکن آپ کا اٹھ جانا ایک

تعزیۂ عظیم تھا اور ایسا آفتابِ عالمتاب غروب ہوگیا جس کی روشنی نصف صدی سے زیادہ اس عالم کو اپنے نور سے منور کرتی رہی تھی۔

اہل اللہ کا اٹھ جانا ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ عوام کا اٹھ جانا ہے۔ یہ لوگ اہلِ زمین کے لئے امان ہوتے ہیں اور ان کے وجود باجود سے دنیا میں امن وامان رہتا ہے۔ جب یہ اٹھ جاتے ہیں تو عالم میں گویا زلزلہ سا آجاتا ہے۔ اور سارا انتظام درہم وبرہم ہوجاتا ہے پھر قضائے الٰہی ظہور میں آتی ہے اور نظامِ عالم ایک نئے نسق پر آتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ایک عالِم کا مرنا تمام عالَم کا مرنا ہے خاص کر ایسے عالم کا جو ظاہری و باطنی دونوں علوم میں کامل ہو وہ اس عالم کون وفساد سے منتقل ہوکر منزلِ قرب میں اپنے اصلی مقام پر قرار حاصل کرتا ہے

جامع کمالات } حضورِ پرنور قدس سرہٗ نے اپنے شیخ حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی تعمیل میں لوگوں کو خدا کا راستہ بتایا اور اس کے رسول علیہ الف الف تحیۃ وسلام کی سنت مبارک کی پیروی کرائی اور نسبتِ قادریہ کی ترویج میں پوری کوشش کی۔ صوفیہ کے تمام خاندانوں میں ترویج نسبت کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے اگر کبھی اس میں ضعف رونما ہوتا ہے تو رحمتِ کاملۂ باری تعالیٰ ایک کامل ہستی کو پیدا کرکے اسے نسبت

کو) از سرِ نو تقویت بخشتی ہے اور سلاسل کی تعلیم کو جو
سراسر اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مبنی ہوتی
ہے۔ ترقی و وسعت عطا کرتی ہے اس زمانۂ مادیّت
میں جب کہ یورپ و امریکہ کی مادیّت و ملمع کاری نے بنی آدم
کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے اور دنیائے اسلام کی مالی و
عملی حالت زبوں ہے۔ ایسے رہنماؤں کی سخت ضرورت ہے
جو اقتضائے وقت کو نظر میں رکھ کر مسلمانوں کو صراطِ مستقیم
پر لے چلیں۔ اللہ تعالےٰ کی محبت دلوں میں پیدا کریں۔ حرص و
آز و ہوا اور نفسی نفسی کے شکنجوں کو جن میں پڑ کر بندہ خدا
عز و جل کو بھول جاتا ہے ، دور کریں۔ یہ ناممکن ہے۔ کہ
مادیّت بغیر روحانیت کے اس دنیا میں صلح و آشتی قائم کر
سکے۔ کیونکہ مادیتِ محض کے نتائج تباہی و بربادی ہوتے
ہیں۔ روحانیت اس میں اعتدال پیدا کر کے اس کے نتائج
کو مبارک و خوشگوار بنا دیتی ہے اسلام میں دونوں کو
اس طرح سمو دیا گیا ہے کہ ان دونوں کا باہمی رشتہ
نہیں ٹوٹتا۔ اور اعتدال کے باریک و نازک تر راستہ پر
ایک مسلمان بے تکلف گامزن ہو سکتا ہے۔ دنیا کو اسی
گُر کی تعلیم مطلوب ہے اور یہ وہ گُر ہے۔ جسے
ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس زمانہ میں متلاشی کی زبان
سے مایوسانہ لہجہ میں بے اختیار یہ کلمہ نکل جاتا ہے کہ
مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب " اسی گُر کو اسلام

سکھاتا ہے اور دین کے رہنماؤں کو اس کی ضرورت ہے کہ ایک ایسی جماعت بنائیں جو علم و عمل میں اسلام کی اصل رہنما شخصیتوں کا نمونہ ہو۔ اس زمانہ میں جو دنیا کو مقدم اور خدا کو مؤخر سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ تعلیم دینا ضروری ہے کہ خدائے عزوجل ہر حال اور ہر زمانہ میں مقدم رہا ہے اور اس زمانہ میں بھی وہی مقدم ہے اور دنیا موخر۔ اس بات کو مدنظر رکھا جائے گا۔ تو دونوں جہاں میں کامیابی ہو گی اور آج کل کی پریشان حالی سے دنیا میں امن و امان نصیب ہو گا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم ایسی ہی تھی +

اخلاقی خوبیاں کم و بیش ہر قوم میں ہوتی ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ یہ صفتیں ہمارے افراد میں آج کل بہت کم ہیں۔ صبح سے شام تک ہم اپنی نمازوں میں "اھدنا الصراط المستقیم" کہتے ہیں مگر کتنے ہیں۔ جنہیں صراط مستقیم نصیب ہوتی ہے۔ یہ شاید اس لئے کہ ہم منہ سے تو لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ مگر دل و دماغ میں بیکراں[1] جھوٹے معبود بنا رکھے ہیں۔ ایسے کم لوگ ہیں۔ جو ان جھوٹے معبودوں کو توڑیں اور اک اسلوبِ مرغوب کے ساتھ راہِ حق دکھائیں +

---

[1] دل کے جھوٹے معبودوں سے خواہشات و جذبات نفسانی اور خوف و طمع

باقی صفحہ ۲۹۹

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان نادر ہستیوں میں سے تھے جو غریبوں میں رہتے انہیں کو پسند کرتے اور ان سے محبت کرتے تھے اگرچہ آپ امیر و غریب دونوں کو یکساں راہِ حق پر لاتے تھے لیکن غربا کی اصلاح کو زیادہ اہمیت دیتے کیونکہ یہ غریب اگر اصلاح پذیر ہو گئے تو سمجھو، کہ قوم بن گئی یعنی طمع کے دیوتا خود بخود نیچے گر جائیں گے اور جو آج حقیر سمجھے جاتے ہیں وہ کل بر سرِ بام آئیں گے اور ایسا قوی پشتہ ثابت ہوں گے جو زمانہ کے آنے والے طوفانوں کا مقابلہ کر سکیں گے +

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حصولِ علم کے لئے بہت تاکید فرماتے تھے جہالت میں پڑے رہنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ وقت کی قدر کرنا سکھاتے، عمل کی طرف لوگوں کو مائل کرتے۔ ظاہری طمطراق کو ناپسند کرتے۔ بھائی چارے اور اخوت اسلامی کی ہدایت کرتے۔ قرآن پاک پڑھنے اور تعلیم قرآنی حاصل کرنے پر اصرار کرتے سادہ زندگی بسر کرنے کی نصیحت فرماتے۔ ظلم سے نفرت اور

بقیہ حاشیہ ص ۲۹۸

لـه مراد ہیں اور دماغ کے جھوٹے معبود وہ فلسفیانہ افکار ہیں۔ جو نکتۂ توحید کو سمجھ میں آنے نہیں دیتے ان دلی اور دماغی بت خانوں کو توڑنا بہت مشکل کام ہے اس لئے اس کام کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے اور یہ کام کسی کامل کی تعلیم و توجہ کے بغیر انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ (شہید)

حمایتِ مظلوم کی ہدایت فرماتے۔

آپ دل سے چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے بندے اس کی رضا پر راضی رہیں اور اُس پر توکل کرنا سیکھیں۔ نیز آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ اس کی رضا کس میں ہے اور توکل کے اصل معنی کیا ہیں۔ آپ کی طبیعت میں استغنا بھی تھا اور مسکینی بھی، اہل جاہ و اقتدار پر استغنا کے باعث آپ کی ہیبت چھا جاتی تھی۔ اور مسکینی کی بنا پر غربا آپ کے شیدائی تھے۔ الغرض آپ کی ہستی جامع کمالات تھی اور آپ کی زندگی رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی زندہ تصویر تھی آج تک آپ کی خوبیوں کی داستانیں زبان زدِ خاص و عام ہیں اور آئندہ بھی سینہ بہ سینہ یہ روایات زندہ رہیں گی۔ انشاء اللہ الرحمٰن۔

؎
بر فلک محمودی اے خورشید فاش
بر زمین ہم تا ابد محمود باش۔ رومیؒ

گیارہواں باب

خلفاءِ عظام

کدام خرمن گل را کشید در آغوش
کز آب آئینہ بوئے گلاب می آید

خلافت کا مسئلہ } خلافت کے بارے میں حضرت قاضی صاحب غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ میں خود نہ فقیر نہ خلیفہ، میرا خلیفہ کوئی کیسے ہوگا؟ ظاہر ہے کہ یہ آپ نے کمال انکساری سے فرمایا۔ ورنہ حضرت اخوند صاحب قدس سرہٗ کے ارشاد "مولوی راہِ حق بگو" میں کیا کچھ نہیں آگیا۔ اس حکم کی آپ نے پوری تعمیل کی اور بعض بعض کو جن کا ذکر آگے آئے گا۔ خود بھی راہِ حق بتانے کی ہدایت کی۔ اگر خلیفہ سے مراد ایسا اجازت یافتہ خلیفہ ہے تو حضور نے بھی خلفاء چھوڑے اور وہ سب بڑے مرتبہ کے لوگ تھے جن کا ہمیں حال معلوم ہو سکا ہے۔ ان کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

سجادہ نشین صاحب ادام اللہ برکاتہ،

سخن ہدیہ آرم بر محبوب عالم • مگر لطف چشمش بیارد بجالم
جبینِ تو از مہر محمود ما ہے • بیا دوش بود نغمہ ہائے خیالم[1]

مثنوی صمدانی

• خلفاء میں سے حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی کا اسم گرامی سرفہرست ہے ان کے علم و فضل وفقر کے سامنے بڑے بڑے علما اور فقراء کے سر جھکتے ہیں۔ آپ کی طبیعت کا استغنا بہت مشہور ہے۔ سنگیول نے بالاتفاق ان کو سجادہ نشین مقرر کیا۔ مگر وہ عام دستور کے مطابق نہ سجادہ بچھا کر کبھی بیٹھتے ہیں نہ خلیفہ یا سجادہ نشین کہلانا پسند کرتے ہیں کوئی اپنے عقیدہ میں ان کو حضرت قاضی صاحبؒ کا عین سمجھتا ہے تو سمجھتا رہے ان کے نزدیک ایسی مصطلحات قابل التفات ہی نہیں اور اگر کوئی جوارح سے خاص نیاز مندی کی حرکات دکھائے تو ڈانٹ دیتے ہیں وہ یہی پرچار کرتے رہتے ہیں کہ جیسا میں سنگی ویسے اور سب ہیں آنحضرتؐ کے دربار میں میرے تعلقات و

---

[1] خ کی زیر اور زبر دونو درست ہیں خیال کے معنی پیکر کے بھی ہیں جو خیال پیدا کرتا ہے اور امیر خسروؒ کے ایجاد کردہ ایک نغمہ کا بھی نام ہے۔

حقوق کسی سے زیادہ نہیں۔ یہ کمال انکساری ہے ورنہ قرآن مجید میں پیغمبروں تک کی باہمی فضیلت کا ذکر ہے
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

حکیم احمد دین صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ نے فرمایا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے میں نے محبوبؐ[1] کو دے دیا

● ملا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ ضلع ہزارہ کے ایک پرانے اور بہت مقرب سنگی پڑھے لکھے اور واجب الاحترام مُلّا جن میں مجذوبیت غالب تھی اپنی کہانی سنانے لگے۔ کہ میں نے ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ کی علمی اور روحانی پرواز دیکھی اور تقریر سُنی۔ غبطہ میں غصہ نے گھیر لیا۔ چھرا نکال کر غریب نوازؒ کے دربار میں جا دھمکا اور کچھ ایسے طعنے بکنے لگا کہ کیسے فقیر ہو کہ عدل نہیں کرتے ہم اتنی مدت سے ریاضت کرتے اور ماتھا رگڑتے رہے۔ صاحبزادہ کل کا بچہ ہے بیٹا سمجھ کر اس کو اتنا اونچا درجہ بخشا ہے کہ وہ ایسی باتیں کرتا ہے جو ہم کو نہیں سکھائی گئیں۔ بس یہی فرق ہے نا! کہ وہ ناز پروردہ اپنا بیٹا ہے (او کمال) جسم اور دین کا پہلوان، چہرے پر قدرتی سُرخی کے ساتھ حرماں نصیبی کا جوش۔ سرحدی چھرا

---

[1] آنحضرت پیار سے اتنا ہی نام لیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی مختصر۔

ہاتھ میں تانے، شیخ کریم یہ نقشہ دیکھ کر گھبرائے تو ہونگے پھر نہ جانے کتنی اور کیسی کیسی مسکراہٹوں سے اپنے مجذوب غلام کے ناز کو نیاز میں بدلا ہوگا + خیر ہمیں صرف یہ مثال دینی ہے کہ ہمارے ممدوح پر اُنکے عنفوان شباب سے ہی کتنا کرم تھا۔

• ایک سنگی کا خواب سنئے: ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر تنہا کھڑا ہوں۔ سامنے ایک عظیم الشان اور خوبصورت انجن ہے جس کے ماتھے پر چمکدار صیقل شدہ پیتل کے ابھرے ہوئے خدو خال میں غریب نوازؒ کا چہرہ مبارک بنا ہے میں اس کی نورانی آب و تاب دیکھنے میں محو تھا کہ انجن پیچھے کو حرکت میں آنے لگا وہ چہرہ میرے دیکھتے دیکھتے آہستہ آہستہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے چہرے میں بدل گیا۔ تیسرے دن آستانہ عالیہ سے ڈاک ملی۔ لکھا تھا کہ آج وہ آفتاب رشد و ہدایت غروب ہو گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

اس کی تعبیر؛ رحلت کی خبر، خلافت کی سند، ناقص کی سپردگی ؎

نہ نازم چرا بر نوای پیر کامل ؟

نظر جانب ہر گنہگار داری ؟ (شاہ عزیز تعرف)

پیر اور مرید دونوں کی زندگی کے واقعات کو غور سے دیکھا جائے تو صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غریب نوازؒ اپنے

پیر خانہ کے مجاہدِ اعظم اور حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے پیر خانہ کے ناز پروردہ محبوب ہیں چنانچہ سلسلۂ عالیہ قادریہ محمودیہ کے پنجابی شجرہ میں آپ کو "محبوب" ہی کہا ہے ؎

اک محبوب دُھروں بن آئے کیوں نہ پھبے چترائی
امرت عشق گھُلی وچہ رلیا اچیاں ایہہ سرکاراں

• ایک اور کتاب میں بھی انہیں اسی رنگ محبوبی میں ہی دکھایا ہے۔ جذباتی اصطلاحوں کی بجائے "آشنا" کا سادہ عنوان باندھا ہے اور آشنائی کی عام رسم کے مطابق نام نہیں لیا۔ صرف کیفیت سے پہچانا جاتا ہے کہ کون مخاطب ہے۔ خواجہ حافظ شیرازیؒ کی اکثر غزلیں بھی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خطاب ہیں مگر پاسِ ادب سے "نام" نہیں لیا۔ مثلاً یہ دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

دائم بہ لطفِ دایۂ طبع در میانِ جان • می پرورد بہ ناز ترا در کنارِ حسن
حافظ طمع بُرید کہ بیند نظیرِ دوست • دیار نیست غیرِ تو اندر دیارِ حسن

نشان شدہ ساتوں مفہوم سوائے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ کس پہ عاید ہوتے ہیں؟ اور ممتنع النظیر ہونا تو فقہ ہی کا مسئلہ ہے مولانا احمد رضا بریلویؒ کا بھی ایک مصرع سن لیں

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ، مثلِ تو نہ شد پیدا جانا

بات چلی تھی ایک کتاب کے عنوان آشنا سے اسکا کچھ اقتباس پڑھیے

دیدہ را فردوس روئی آشنا | جسم را جان بخش بوئی آشنا
غم ربا باشد ہوای دامنش | کور را بینا کند پیراھنش
گوش را راحت نوای آشنا | قلب را تسکین، ہوای آشنا
ما مِن مضطر بجز محبوب کو؟ | تشنہ را کوثر بجز محبوب کو؟
من ہمی جویم پناہِ آشنا | جنتِ من جلوہ گاہِ آشنا
خُذ مُصلّیٰ مِنْ مَقَامِ ابْرَاہِیْم | شانِ پای دوستان بین ای فہیم!
بوسہ زن بر پشتِ پای آشنا | کورِ نشت باید بہ جای آشنا
ہین برہ لبیک گویان سوی دوست | دوستان را کعبہ باشد کوی دوست

ہر قدم بر رہگذارِ آشنا ؛
ہر نظر در انتظارِ آشنا ؛ مثنوی صافی

• حضرت صاحبزادہ صاحب سے شناسائی، قلم و زبان کا کام نہیں بلکہ ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

آفتاب کو آفتاب کی روشنی ہی سمجھا سکتی ہے۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے یہ کوئی نہ سمجھے کہ حضرت صاحب کو خوش کرنے یا ان کی عظمت سمجھنے یا ذاتی جوہر پہچاننے کے لئے مفید ہو گا۔ حقیقت میں آپ ان بے پرواہ ہستیوں میں سے ہیں جو نہ بزاری نہ بزور و نہ بزر می آید۔ کیونکہ قادری ضبط و جذب اتنا غالب ہے کہ کس کی مجال جو اپنی عرض منوانے کا

یقین لیکر سامنے آ بیٹھے انکی نظر دل پر ہوتی ہے اور دل، قابل التفات ہونے کے لئے خود ان کی دلنوازیوں کا محتاج ہے۔ گویا اسی وظیفہ میں رہتا ہے ع

من از تو ترا خواہم

آیئے اب ان کے سوانح حیات پڑھیں۔

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۳۰۹ھ میں بہ مقام آوان شریف ہوئی۔ آپ ابھی شیر خوار ہی تھے کہ والدہ کا سایہ اٹھ گیا۔ اس لئے آپ کی پرورش غریب نوازؒ کی اہلیہ محترمہ کے سایہ عاطفت میں ہوئی چونکہ میاں صاحب موصوفؒ نے دوسری شادی کر لی تھی اس لئے لازماً حضرت صاحبؒ غریبؒ نواز کی توجہ مبارک آپ کے لئے مخصوص ہو گئی اور حضرت صاحبؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت اپنا ہی بیٹا بنا کر کی۔ حضرت صاحبؒ نے آپ کو خود بھی پڑھایا اور آپ کی تعلیم کے لئے بہترین اساتذہ بھی رکھے مثلاً مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبندی۔

مثنوی مولانا رومؒ خاص طور پر اپنے پاس بٹھا کر پڑھائی۔ چنانچہ خان بہادر عبدالقیوم احمد خاں ڈی۔ آئی۔ جی پولیس پنجاب بتاتے تھے کہ میں نے دیکھا ہے آنحضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنی ران پر بٹھا کر

مثنوی پڑھا رہے تھے جب ان کی عمر ۱۱ سال کے قریب تھی۔ اگرچہ آپ نے علوم جدیدہ نہیں پڑھے۔ لیکن ان کے تقاضوں اور نتائج و عواقب سے کما حقہ آگاہ ہیں آپ کے جوابات مختصر ہوتے ہیں اور صرف مسکت ہی نہیں ہوتے بلکہ تشفی بخش بھی ہوتے ہیں۔ آپ ہمیشہ جذبات کے مقابلہ میں معقولات کے پہلو کو پیش نظر رکھتے۔ ضبطِ اسرار و اخفائے دل میں آپ اپنے پیشوا کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور عالم اسرار و معانی کی فضاؤں میں آسمان پرواز شاہباز ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشفِ معانی کی نعمت عطا فرمائی ہے جو بہت بڑی دولت ہے بعض لوگ اس کو علم لدنی بھی کہتے ہیں۔ قرآن پاک کے مشکل مقامات کی آپ اس طرح تفسیر فرماتے کہ گویا زبانِ الہام بول رہی ہے اور معنی سننے والے کے دل میں نازل ہو رہے ہیں ؎

لے حریمِ یار تک پہنچا دیا!
جذبۂ دل بڑھ کے دامن تھام لے (نجم آفندی)

انہیں دیکھنا ہو تو دیدۂ دل سے دیکھئے۔ چشم مجاز سے دیکھا تو کیا دیکھا۔ محض اپنے ذوقِ دید کو دھوکا دیا الغرض آپ کا وجود باجود مغتنمات سے ہے۔ میرے قلم میں یارا نہیں کہ ان کے فضائل کا احصا کرسکے

نمی گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم ◆ حکایت بود بے پایاں بہ خاموشی ادا کردم
(اقبال)

آپ کا پسندیدہ پیشہ اور ذریعہ معاش زراعت ہے جس میں اتنے ماہر ہیں کہ بڑے بڑے زمیندار ان سے رائے لیتے ہیں مزدور کو خوش دل رکھنا انکی معمولی عادت ہے روزانہ حساب خود لکھتے ہیں اور اس باقاعدگی اور صحت کے ساتھ کہ باید و شاید۔

حسنِ تدبّر اور حسنِ معاملہ میں آپ اپنی مثال آپ ہیں آپ کے والد ماجد محمد مسعودؒ صاحب کا انتقال ہوا تو گھر کے انتظام کا بوجھ آپ کے کندھوں پر ہی آ پڑا جسے آپ نے کمال پامردی سے سنبھالا اور پیچیدہ حالات میں اپنی فراست سے کام لے کر اس فرض کو اس طرح نبھایا جیسا نباہنے کا حق ہے۔ حضرت قاضی عزیب نواز صاحبؒ کی کما حقہٗ خدمت کی۔ اور گھر کے انتظام میں بھی خلل نہ آنے دیا۔

جو لوگ دور دور سے آتے ہیں ان سب کی مہمان داری آپ ہی فرماتے ہیں۔ مؤلف ہذا بھی حضرت قاضی صاحبؒ کے وصال کے بعد ہر سال آپ کی خدمت میں سلام کو حاضر ہوتا ہے اور آپ کی شفقت و الطاف سے اپنا کفیب حاصل کرتا ہے آپ کے اکلوتے صاحبزادہ' میاں منظہر الحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ جنہوں نے اخلاق حسنہ اور سعادت مندی میں اپنے والد ماجد سے بہت وافر حصہ پایا ہے۔

خدائے عزوجل ان صاحبوں کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین!

آپ اکلِ حلال، صدقِ مقال اور فرض شناسی کے تمام صفات سے متصف ہیں۔ جو شئے مقدم ہے اُسے مقدم رکھتے ہیں اور جو مؤخر ہے اسے مؤخر۔ آپ اپنی تقریر و استدلال میں بہترین قسم کے مجیب ہیں جب آپ سے تبادلہ خیالات کیا جائے تو آپ معترض بننے کی بجائے مجیب بننا زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی عادت مبارک تھی۔

اب آپ کی صحت عموماً اچھی نہیں رہتی پھر بھی طالبانِ حق کے لئے ایصال فیض میں کمی نہیں فرماتے۔ آپ کا خلق عظیم گنہگاروں کو بھی گلے لگانے سے دریغ نہیں کرتا آپ کی صحبت نہایت مؤثر اور دعا مستجاب ہوتی ہیں۔

فاطرِ ہستی نے آپ کی تخمیر فراست، نفاست، مروت اور حکمت کے چہار گانہ عناصر سے کی ہے اور آپ کو غیر معمولی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں سادگی آپ کا وطیرہ، معقولیت آپ کا خاصہ، باقاعدگی آپ کی سرشت اور خدمتِ خلق آپ کا شعار ہے۔

استغنا و توکل میں بھی آپ اسوۂ حسنہ ہیں۔

اور خوبیوں کی طرح یہ خوبی بھی پیر کی صحبت سے حاصل ہوئی، کچھ تو تحت الشعور پیدا ہوئی کچھ عملی درس بھی ملا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی اپنی زبان سے ایک واقعہ سنیئے۔ کہ والد صاحب کی وفات کے بعد خانگی امور کی بجا آوری کی ذمہ داری مجھ پر آ پڑی۔ میں اس معاملہ میں ناتجربہ کار تھا۔ اس لئے گھبرایا۔ کہ مفوضہ امور سے کس طرح عہدہ برآ ہونگا۔ مجھے کسی سے قرض مانگنے کا ڈھنگ بھی نہ آتا تھا اور حکمت عملی سے کاروبار چلانے کا سلیقہ نہ تھا۔ مگر کاروبار خانگی طوعاً وکرہاً چلائے جا رہا تھا ایک دن معمولاً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے خانگی امور کے متعلق پوچھا۔ اور فرمایا گزارہ کیسے ہو رہا ہے۔ میں نے آپ کی بیماری کمزوری اور دنیاوی امور سے بے رغبتی کے پیش نظر سوچا کہ اگر اپنی مجبوریاں بیان کی گئیں۔ تو آپ کی پریشانی میں اضافہ ہوگا۔ لہذا جواب دیا کہ کام چل رہا ہے۔

اس کے بعد دو تین دن پھر یہی معاملہ پیش آیا۔ اب میں نے سوچا۔ کہ جب پوچھتے بھی ہیں اور فی الواقع میں تکلیف میں بھی ہوں۔ تو پوچھنے پر کیوں نہ اصل حقیقت سے آپ کو آگاہ کر دوں۔ چنانچہ ذہن میں یہ بات رکھ کر حاضر ہوا۔ کہ آج ضرور اس کے متعلق کچھ نہ کچھ عرض کرونگا لیکن حضرت صاحبؒ نے اس دن اس بات کا تذکرہ بھی

نہ کیا۔ میں خاموش رہا اور دل میں کہا۔ کہ چلو آج نہیں تو کل سہی۔ لیکن کل بھی یونہی گذر گیا۔ بلکہ اس کے بعد بھی چند دن اور گزر گئے اور آپ نے کچھ نہ پوچھا۔ نہ کوئی ذکر کیا۔ آخر میں نے خود جرأت کر کے ایک دن اپنی مجبوریاں اور تکالیف پیش کر دیں آپ کمزوری کے باعث آنکھیں بند کئے لیٹے تھے آنکھیں کھول کر معمول سے زیادہ بلند آواز سے فرمایا۔ کہ "دیکھو! میں نے خدا سے اپنے لئے کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔ اور دنیا طلبی سے باز رہا ہوں۔ اور آئندہ بھی ایسا ہی کرنا چاہتا ہوں" میں یہ سن کر بہت مایوس ہوا اور دل میں شرمندہ بلکہ خفا بھی ہُوا۔ کہ خود ہی حضورؒ پوچھتے تھے۔ اور جب میں نے عرض کیا۔ تو مجھے ایسا روکھا جواب ملا چنانچہ میں شرمندگی اور خفگی دل میں لئے ہوئے آپ کے پاس سے چلا آیا۔ فی الفور آپ نے میرے بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ لیکن میں نہ گیا۔ پھر آدمی پہ آدمی آنے لگا۔ لیکن میں آپ کے پاس نہ گیا آخر ایک آدمی نے مجھے بہ منت کہا۔ کہ حضورؒ کی حالت دگرگوں ہو رہی ہے۔ تمہیں چلنا چاہیئے۔ چنانچہ میں آپ کے پاس گیا۔ اور دیکھا۔ کہ واقعی آپ کی حالت بگڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ آگئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں حاضر ہوں آپ فرمانے لگے۔ کہ تم ناراض کیوں ہو گئے ہو۔ خدا جیسے بہت بڑے شہنشاہ کے

سامنے دنیا کے متعلق (جو متاعِ قلیل ہے) سوال کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت! میرا مطلب امیرانہ ٹھاٹھ سے زندگی لبسر کرنا نہیں، بلکہ مقامی حالات خصوصًا اپنے گھرانہ کی پوزیشن کے مطابق ضروریات سے عہدہ برآ ہونے کا خیال ہے تاکہ دوسروں کا دست نگر نہ ہونا پڑے۔ ابھی تو آپ میرے سر پر سایہ فگن ہیں۔ اس پر یہ حال ہے اور جب آپ موجود نہ ہوں گے تو پھر کیا حال ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی حاجت برآری کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ یہ سب امور خدا نے اپنے ذمے رکھے ہوئے ہیں وقت کے مطابق اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو دے دو۔ اور کچھ نہ ہو تو پھر معذوری ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں عزت کا سوال ہے۔ موجودہ حالات کے پیشِ نظر مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا۔ کہ اس میں عزت و بے عزتی کا کیا سوال ہے جب ذمہ دار خود خدا ہے تو تمہیں اتنی فکر کیوں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جس مقام پر آپ ہیں۔ وہاں تو بے شک عزت و بے عزتی کا کوئی سوال نہیں۔ لیکن جس مقام پر میں ہوں۔ وہاں ضرور ہے۔ ذرا آپ اپنے مقام سے نیچے آ کر میرے مقام پر دیکھیں کہ یہ سوال ہے یا نہیں۔ یہ سن کر آپ بے ساختہ ہنس پڑے۔ اور مجھے رخصت فرمایا۔ اس کے بعد بلا تکلف آج تک

گذارہ چل رہا ہے اور کبھی کوئی حاجت رُکی نہیں رہی۔

• اس واقعہ پر ذرا تنقید کیجیے خود داری کا جذبہ فقر کا تو لازمہ ہے ہی، دنیاوی وجاہت کا بھی سنگ بنیاد ہے۔ اس کو بچپن سے تحت الشعور میں ہی پروان چڑھا رکھا تھا۔ گویا اَلسّوالُ ھُرُّ وَلَوکانَ مِنَ الوَالِدین پر پکے ہو چکے تھے۔ غریب نواز نے اس جذبے کو اکسا کر امتحان لینا چاہا۔ ادھر سے صبر و ضبط کا ثبوت ملا۔ مرشد کامل نے پھر چاہا کہ عقلِ خوابیدہ کو فتویٰ دینے کی جرأت ہو، جب عقل بول اٹھی تو ڈانٹ پلائی۔ محبت بھی کمال پر تھی عقل مجروح پر استغنا اور توکل کے پستول سے وہ بھرپور وار کیا کہ زحمت مجاہدہ کے بغیر صاحبزادہ صاحب کو اس جنگ میں مردِ میدان بنا دیا ع

قصہ کوتاہ کرد ورنہ دردِ سر بسیار بود

• مرید اور غیر مرید سائلوں کی دنیاوی ضرورتوں کے لیے بلا تکلف دعا فرماتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا درِ رزق ان پر وا ہوتا لوگ دیکھ رہے ہیں لیکن جس کو سجادہ نشین بنانا تھا اس کی تربیت انوکھی ہونی چاہیے ع

اس قفس کے قیدیوں کا آب و دانہ منع ہے

• اردو کی نسبت ایسے نازک خیال فارسی میں زیادہ

خوبی کے ساتھ ادا ہوتے ہیں چنانچہ خسروؒ کہتے ہیں ؎

یارب چہ عذاب است بریں مرغ گرفتار
بسمل نہ پسندند و پریدن نہ گزارند

• وہ واقعہ یاد کیجئے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان زخموں کی شکایت کر رہی ہے جو چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں پڑ گئے تھے لہذا ایک خدمتگار (جو میسر بھی تھے) دیئے جانے کی درخواست کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کیا فرمایا[1] کیا میں تمہیں اس سے بہتر کی طرف رہنمائی نہ کروں؟ جب بستر میں لیٹو تو ۳۴ دفعہ اللہ اکبر، ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۳ دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرو جو کچھ مانگتے ہو اس سے یہ کہیں بہتر ہے عرض کیا کیا تھا جواب کیا ملا؟ کیونکہ سائلہ کو سیّدۃ النساء خاتونِ محشر بنانا مقصود تھا۔ علامہ اقبالؒ ان کی شان میں کس ادب سے در افشانی کرتے ہیں ان کی کتاب اسرار و رموز سے اقتباس پڑھئے ؎

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق • مادرِ آں کاروان سالارِ عشق

---

[1] وقال الا ادلکما علی خیر مما سألتماہ اذا اخذتما مضاجعکما فکبّرا اللہ اربعًا و ثلثین و حمدا ثلثًا وثلاثین و سبحا ثلث وثلثین فانّ ذلک خیر لکما مما سألتماہُ
رواہ البخاری ص۲۴ مطبوعہ نور محمد دہلی

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول ؓ ٭ مادران را اسوۂ کامل بتول ؓ
آن ادب پروردۂ صبر و رضا ٭ آسیا گردان و لب قرآن سرا
اشکِ او برچید جبریل ؑ از زمیں ٭ ہمچو شبنم ریخت بر عرش بریں
رشتۂ آئین حق زنجیرِ پاست ٭ پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفےٰ است
ورنہ گردِ تربتش گردیدمے ٭ سجدہ ہا بر خاکِ او پاشیدمے

• جس طرح اس حدیث شریف کی کنہہ سمجھ میں آ گئی اسی طرح اس بیان سے پہلے کا مضمون اب بالکل صاف ہو گیا۔ جس شخص کو حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے اس کی تربیت توکل اور استغنا میں اسی طریق سے ہونی چاہیئے تھی۔ جیسی کہ ہوئی ہے

نہ حسنت منتہیٰ دارد نہ سعدی را بیاں پایاں،

۲ - مولوی عبدالرحمٰن صاحبؒ

مولوی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن پنڈی سرال ضلع کیمبلپور (اٹک) حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجازت یافتہ خلیفہ تھے - آپ دیوبند کے فارغ التحصیل بہت بلند پایہ عالم اور شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی کے ہمدرس تھے اور بہترین ادیب تھے، عربی و فارسی پر بہت عبور تھا اور ان دونوں زبانوں میں قلم برداشتہ نظم و نثر لکھنے پر حاوی تھے۔ آپ کے اشعار برجستہ اور پُراثر ہوتے تھے - زہد و تقویٰ میں بھی ممتاز تھے - طبیعت میں سادگی اور خوش اخلاقی کوٹ کوٹ کر بھری تھی - جو کوئی آپ کے پاس چند ساعت بھی بیٹھتا تھا اُسے آپ اپنے خوانِ علم و ہدایت کے نوالوں سے متلذذ کر دیتے - آپ کو حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض صحبت سے کشفِ قبور بھی حاصل تھا۔ مسائل کو حکیمانہ استدلال کے رنگ میں بیان کرتے - جس سے سائل کی تشفی ہو جاتی تھی۔ حضرت قاضی غریب نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مستند حالات آپ کے توسط سے معلوم ہوئے - حق گوئی آپ کا خاص طریقہ تھا اور یہ کام وہ بلا خوف لومۃ لائم کرتے تھے - قرآن شریف خوش الحانی اور دل سوز و گداز

سے پڑھتے تھے۔ رقیق القلب تھے۔ آپ قرآن شریف پڑھنے کے دوران میں رو پڑتے تھے۔ اور اہل درد و سامعین بھی آبدیدہ ہو جاتے تھے آپ سے اکثر مریدوں نے فیض حاصل کیا اور آپ کی تربیت و تلقین کے اثرات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ مولف کتاب ہذا ان میں سے بعض سے ملا ہے اور انہیں صاحب ذکر و شغل پایا ہے۔

آخر عمر میں آپ کی بصارت جاتی رہی تھی۔ اسی برس یا اس سے کچھ زیادہ عمر پائی۔ قویٰ آخر وقت تک اچھے اور مضبوط رہے بلند ہمتی کا یہ عالم تھا کہ فقدانِ بصارت اور شیخوخت کے باوجود اپنے پیر و مرشد کے مزار پر حاضری دیتے رہے آپ کو جناب صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ العالی کی استادی کا بھی شرف حاصل تھا۔ علومِ ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو تحصیل علمِ باطنی کی آرزو نے جگہ بہ جگہ پھرایا آخرکار آپ کا مدعا حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر حاصل ہوا اور آپ سے بیعت کی۔ ذکر و شغل جو حضرت صاحبؒ نے ارشاد فرمائے۔ ان کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو علومِ باطنی میں سرگرم دیکھ کر دوسرے لوگوں کو راہِ حق بتانے کی "تلقین فرمائی آپ کی وفات ۲ رجولائی ۱۹۵۳ء مطابق ۱۹ شوال ۱۳۷۲ھ کو بمقام پنڈی سرہال ہوئی۔ اور

وہیں دفن ہوئے ان کے فرزند لکھتے ہیں کہ مرحوم تین جولائی کو نمازِ عصر پڑھانے کے بعد حسبِ معمول اپنے اوراد و وظائف میں مشغول تھے کہ گرمی کی شدت سے طبیعت گھبرانے لگی اور زود زود سے درود شریف پڑھنے لگے۔ ہاتھ میں تسبیح تھی اور ذکر میں مشغول تھے۔ کہ اسی حال میں بعدِ نمازِ مغرب آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا آپ کے انتقال سے علم و عمل اور زہد و ورع کا ماہِ تابان آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ عام شغل درس و تدریس اور تصنیف و تالیف تھا۔ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کو یہ بھی ارشاد تھا کہ اس مسلک کے سالکوں کے لئے تعلیم و تعلم سے بہتر کوئی اور ظاہری شغل نہیں تاریخ نکالنے میں انہیں خاص ملکہ تھا حضرت صاحب رض کی تاریخ وفات "لقد فاز فوزاً عظیماً" (۱۳۴۳ھ) سے نکالی تھی۔ اپنی تاریخ وفات بھی آپ نے خود ہی کہی بفضل اللہ عبد الرحمن (۱۳۶۲ھ) خدا ان کی قبر کو انوارِ رحمت سے منور و معمور کرے۔ اور اس پر سحابِ مغفرت کا سایہ رہے۔

مستری احمد بخش صاحب رح

مستری احمد بخش صاحب ساکن رتہ امرال مشمولہ راولپنڈی، حضور اقدس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرانے ارادت مندوں اور

خلفاء میں سے تھے آپ کا حال آپ کے قال سے زیادہ ممتاز تھا آپ نے اپنے آپ کو سرکاری ملازمت کے پردے میں مستور رکھا۔ کن کن خوش نصیبوں کو آپ سے فیض پہنچا۔ مؤلف ہذا کو علم نہیں۔ مستری صاحب پہلے اولیاء اللہ اور ان کی کرامتوں کے قائل نہ تھے۔ لالہ موسےٰ میں پہلی مرتبہ حضرت قاضی غریب نواز صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قدم بوسی حاصل ہوئی اور آنکھوں پر سے پردہ اٹھا، تو آپ کے مرید ہوئے اور بڑے مرتبہ پر پہنچے۔ آخر میں نوکری ترک کر کے خانہ نشین ہو گئے تھے اور راولپنڈی میں اپنے لڑکوں کے پاس رہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے بڑی عمر پائی اور ۱۹۳۵ء میں اس عالمِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف رحلت فرمائی، رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

۴ - ماسٹر مولا بخش صاحبؒ

ماسٹر مولا بخش امرتسری مجیٹھی بھی آپ کے خلیفہ تھے مؤلف ہذا کو آپ کی خدمت میں نیاز حاصل تھا۔ بڑے صاحبِ کیف، محنتی اور مجاہد بزرگ تھے درزی کا پیشہ کرتے تھے آخر میں سب ترک کر کے گجرات میں حضرت شاہ دولہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر معتکف ہوئے اور اخیر تک وہیں رہے۔ آپ کی وفات پشاور میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

۵ - مولوی سراج الدین صاحبؒ لاہوری

یہ بھی آپؒ کے خلیفہ تھے اور شاہ عنایت اللہ صاحبؒ کی (جو مشہور صوفی حضرت بلھے شاہؒ صاحب قصوری کے پیر تھے) اولاد میں سے تھے۔ جو اپنے زمانہ کے قادری طریقہ کے ایک کامل درویش اور نہایت درجہ پابند شریعت بزرگ گذرے ہیں لاہور میں آپ کا مزار مرجع انام ہے مولوی سراج الدین صاحبؒ خود ایک عابد و زاہد بزرگ تھے اور محکمہ ڈاک میں پوسٹ ماسٹر جنرل کے پرسنل اسسٹنٹ تھے اور اسی عہدہ سے وظیفہ ملازمت لیا آپؒ ایک خاموش طبع ریاؤ نمائش سے پاک، اپنے کام سے کام رکھنے والے مرنج و مرنجاں بزرگ تھے۔ "دل بہ یار و دست بہ کار" آپ کا مشرب تھا اور آپ کی وضع تھی کہ "درویش صفت باش و کلاہِ تتری دار"

۶- حافظ عبداللہ شاہ صاحبؒ

آپ موضع بوکن ضلع گجرات کے رہنے والے اور حضور اقدس کے خلیفہ تھے۔ اور بہت پہلے ارادتمندوں میں سے تھے ۱۸۵۷ء میں بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے انیس سال علومِ ظاہری کی تکمیل میں بسر کئے۔ اور مولوی علم الدین سیالکوٹی سے علومِ ظاہری حاصل کئے۔ ۱۸۸۴ء

میں اپنے والد ماجد چراغ علی شاہ صاحب (ولد سید محمد شاہ صاحب) کی رہنمائی سے حضرت قطب العالم قاضی سلطان محمود صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرفِ بیعت حاصل کیا اور دو سال بعد نعمتِ خلافت سے سرفراز ہوئے اور پچیس سال طالب علموں کو فیض درس عطا فرما کر چوراسی سال کی عمر میں ۵ دسمبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن بمقام چک ۱۵ شمالی ضلع گجرات داعیٔ اجل کو لبیک کہا - آپ عابد و زاہد اور اپنے پیر و مرشد کے بڑے عقیدت مندوں میں سے تھے - رحمۃ اللہ علیہ

ملا نیاز الدین تیراہی صاحبؒ

ان کا عرف ملا صاحب تیراہی تھا - آپ حضرت قاضی صاحبؒ کے بڑے عقیدت مند اور محب خلیفہ تھے آپ قوم کے آفریدی پٹھان تھے، بڑے عالم و صاحب عمل تھے نہایت نیک طبیعت صاحب صحو و سکر بزرگ تھے ہمیشہ کوئی نہ کوئی طالب علم ساتھ رہتا تھا آخر عمر میں حج بیت اللہ اور زیارت مرقد مبارک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے حج سے واپسی میں بیمار ہوئے اور چند ماہ بیمار رہ کر ہری پور ضلع ہزارہ (صوبہ سرحد) میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے آپ ہی نے حضرت صاحبؒ کو غسل دیا، اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۸ - سائیں چپ صاحبؒ

آپ کا اصل نام فیروز دین تھا اور عرف سائیں چپ تھا آپ کیمبل پور کے رہنے والے تھے اور پٹواری تھے۔ تقدیر ازلی آپ کو حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کھینچ لائی آپ ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔ طبیعت جذب کی طرف زیادہ مائل تھی اور اکثر بےخودی سی آپ پر طاری رہتی تھی حضرت قاضی غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عاشق زار تھے اور بے حد ادب کرنے والے، گرمی بدن میں اتنی تھی کہ بوریہ بھگو کر بدن پر لپیٹ لیا کرتے تھے اور نہروں میں پانی کے اندر بیٹھے رہتے تھے بڑے مقبول اور صاحب تاثیر درویش تھے کھلا بٹ ضلع ہزارہ میں انتقال فرمایا۔ اور ایک پہاڑی کے قریب دریا کے کنارے دفن ہوئے آپ قاضی غریب نواز صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ اور ایک کامل بزرگ تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۹ پیر شیر شاہ صاحبؒ

آپ منڈی میانی تحصیل و ضلع گجرات کے رہنے والے اور قریشی خاندان کے ایک فرد تھے۔ حضرت قاضی غریبؒ نواز کے عزیز شاگرد، بڑے رتبہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت قاضی صاحبؓ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت توجہ

فرمائی تھی۔ مگر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور اکتوبر ۱۹۰۱ء میں انتقال فرمایا حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۰۱ء کو ایک عقیدتمند غلام احمد صاحب رح، جناب مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری کو لکھتے ہیں کہ حضرت غریب نوازؒ اور ہم لوگ گجرات سے روانہ ہو کر شام سے پہلے پنڈی میانی پہنچے۔ نماز مغرب کے بعد حضرت صاحبؒ نے پیر صاحب مرحوم کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور وہیں ان کو دفن کیا۔ ان کی مبارک موت اور عجیب خاتمہ کے حالات تحریر میں نہیں آ سکتے۔ مؤلف ہذا کو نہیں معلوم، کہ جناب پیر صاحب مرحوم سے کن کن صاحبوں کو فیض پہنچا۔ اور کہاں ہیں اور کس کس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اُمید ہے کہ جو بار آور درخت حضرت صاحبؒ نے لگایا تھا۔ لوگ ضرور اس کے پھل سے ذوق و فیض حاصل کر رہے ہوں گے۔

۱۰۔ حضرت سید محمد شاہ صاحبؒ

آپ کوٹ جھران ضلع گجرات کے رہنے والے، ایک کامل درویش اور حضرت صاحب قدس سرہٗ کے بزرگ خلیفہ تھے۔ حکیم احمد دین صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب نصف شب کے بعد ایک کنوئیں پر ذکرِ نفی و اثبات کر رہے تھے کہ ان کے شاگردوں نے دیکھا۔ کہ اِن کے

بدن کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے ہیں اور کنوئیں کی چرخی، لکڑی پتھر سب سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی آواز آ رہی ہے۔ شاگرد یہ دیکھ کر ڈر گئے۔ اخبار الاخیار میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے جبکہ وہ پاک پٹن شریف میں حضرت بابا فریدؒ گنج شکر کے مزار پر معتکف و مشغولِ ذکر تھے یہ سب رب العزت وتعالیٰ کی جلالی تجلیات کے مظاہرے اور کرشمے ہیں ؎

دل و عقل از جلالِ او خیرہ
تن و جاں از کمالِ او خیرہ

دیگر خلفا :۔ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کئی خلفاء تھے۔ ایک بزرگ مدراس کے تھے وہ اور ان کے بھائی آوان شریف آ کر مرید ہوئے۔ وہ ایک عالم باعمل بزرگ تھے۔ اس لئے حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خلافت عطا فرمائی جس سے دکن میں اس سلسلہ کی ترویج ہوئی۔ ان کے بھائی سے مؤلف ہذا حیدر آباد دکن میں ملا تھا اور ان سے اتنی دُور جانے اور مرید ہونے اور ان کے بھائی کے خلافت پانے کا حال معلوم ہوا یہ صاحب خود بھی بڑے عابد و زاہد تھے۔

مؤلف ہذا کو آپ کے اور خلفا میں حسب ذیل بزرگوں کے اسماء بھی معلوم ہو سکے ہیں۔ ان میں اکثر سے ملاقات

بھی ہوئی ہے۔ سائیں فتح دین صاحب ساکن مقصود پور ریاست کپورتھلہ - پیر خادم حسین ساکن منگووال علاقہ کپورتھلہ پیر اشراقی صاحب سیالکوٹی۔ تہکال ملا صاحب - محمد سلیم صاحب الٰہ آبادی - مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ڈھوک خمسی وغیرہم - ان میں سوائے تہکال ملا صاحب اور پیر اشراقی صاحب کے یہ نیاز مند سب سے ملا ہے اور ان کے حالات سے بہت متاثر ہُوا ہے۔ خاص کر مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سے۔ جن سے ان کی وفات کے وقت تک سلسلۂ خط و کتابت قائم رہا۔ بڑے محقق، صاحبدل اور ذی شعور آدمی تھے اگر ان کی عمر وفا کرتی، تو یقیناً بہت سے لوگوں کو ان کی ذات مبارک سے فائدہ پہنچتا۔ غرضیکہ جس کی جو روزی تھی وہ اس نے حضورؒ میں حاضر ہو کر حاصل کی۔ اور اس آفتابِ عالمتاب سے کسب ضیاء کی جب تک کہ یہ مہر منیر تاباں و درخشاں رہا۔ اسی طرح فیض عام کا دروازہ کھلا رہا۔ اور اس وقت غروب ہُوا۔ جب اس کے دنیاوی سفر کا دورہ تمام ہُوا۔ اور خدا تعالیٰ کو مقصود ہوا کہ قطرہ اپنے بحر میں اور ذرّہ اپنے آفتاب میں معدوم و فنا ہو جائے

؎ اے خدا جان را تو بنما آن مقام
کاندروں بے حرف می روید کلام
تاکہ سازد جانِ پاک از سر قدم
سوئے عرصہ دور پہنائے عدم

مولوی نیاز محمدؒ صاحب

ماہرِ قانون و ہم صاحبدلے
عشق و منطق جمع شد در محفلے ؎ غنوی صمدانی

• اب ہم ایک ایسے مقتدر ستی کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے دوآبہ بست جالندھر میں بہ بانگِ دہل اعلائے کلمۃ اللہ کیا اور عشقِ رسولؐ پھیلایا ان کے کردار کا رعب ہی ان کی بڑی کرامت تھی۔ جو جانتے تھے ان کا کہنا ہے کہ دوآبہ میں اتنے بڑے درجہ کا فقیر کوئی نہیں۔ اگر کوئی مرید ہونے کو کہتا تو "کیا پدی کیا پدی کا شوربا" کہدیتے۔

آپ موضع ڈھوگڑی کے رئیس، جالندھر میں چوٹی کے وکیل۔ ایم۔ اے۔ او کالج علیگڑھ کے ٹرسٹی اور سر سید احمد خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اتنے ذاتی دوست کہ ان کے جو خطوط راس مسعود نے چھپوائے تھے ان میں سے ۴۹ خط خانصاحب کے نام ہیں ان کا کشف قبور مشہورِ عام تھا جو ذکر کشف قبور کے مضمون میں آچکا ہے۔ غریب نوازؒ پر قربان تھے جو عشق کو شریعت میں ملبوس دیکھنا چاہتا ہے کاش وہ خاں صاحب کو دیکھتا۔ فرماتے تھے "کہ میں نے غریب نوازؒ کو نہ کبھی تک جھک کر سلام کیا نہ پاؤں چومے مگر اُوان شریف سے آنے والے کے سامنے احتراماً اٹھنے اور گھٹنوں کو ہاتھ لگاتے ہم نے دیکھا ہے خواہ وہ عمر

میں ان کے بیٹوں کے برابر ہو ہے
عشق ہمہ ادب است
کی تفسیر جو سمجھنا چاہتے ہیں ان کو اپنے پیر کے کوچہ میں رہتے دیکھتے سر پر خوبصورت لمبے لمبے گھنگریلے بال تھے۔ ترکی ٹوپی ترکی کوٹ پتلون بوٹ انکا عام لباس تھا۔ آستانہ پر حاضری اور ریاضت کا عالم بھی دیکھئے صرف قمیض پاجامہ اور دیسی جوتا ہے، کاکل کی دلآویزی وہی ہے مگر کلاہ ترکی کی بجائے میلے سے کپڑے کا ایروا (ٹنا) زیب سر ہے اور عدالتوں میں تہلکہ مچا دینے والے قلم کی بجائے، ہاتھ میں ایک مضبوط کلہاڑا ہے۔ آستانہ عالیہ سے ۶ - ۷ میل دور ڈھاکہ سے، لکڑیاں کاٹ کر، بھاری سا گٹھا سر پر اٹھائے لا رہا ہے بوجھ قوت برداشت سے زیادہ ہے راستہ میں سستاتا آرہا ہے کوئی سنگی بوجھ بٹانے کی درخواست کرتا تو جواب صرف شکریہ اور تبسم سے ملتا۔ یہ رئیس کس خیال میں منہمک، بھاری بوجھ کے نیچے دبا دبا، تیز تیز قدم اٹھائے آرہا ہے؟ کسی اہل سخا کے لنگر میں ایندھن پہنچائے گا اور منہ مانگی مزدوری پائیگا اس اکھڑے لنگر والے کو بھی تو دیکھو۔ جو منہ سے کچھ نہیں بولتا لیکن آنکھوں میں وہ کچھ کہہ جاتا ہے کہ لوگوں کو اپنے گھر کی شاہی چھوڑ کر انکے در کی

گدائی میں مزہ ملتا ہے ؎

غلام نرگسِ مستِ تو تاجدار انند حافظ

• پیر سے غلامی دیکھی اب بے تکلفی بھی دیکھئے۔ غریب نوازؒ اہل قبور کی زیارت کے لئے پالکی میں جا رہے ہیں علیگڑھ اور نیچری ماحول کے اس رئیس نے ضد کرکے ایک کہار کی جگہ لے لی غریب نوازؒ کے بار بار ہٹانے کی بھی پرواہ نہ کی۔ خیر چلتے گئے۔ راستہ میں ایک گاؤں پڑا۔ حضرت نے فرمایا، "خانصاحب اب تو پالکی چھوڑ دیں گاؤں کے لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے کہ کہار اتنا سوہنا (خوبصورت) اور بہٹی (دُلہن) اتنی کوہجی (بدصورت) خانصاحب نے جھٹ حاضر جوابی دکھائی "بہٹی جیسی کیسی ہو پر ہے کارے بنّی" (پرکار فتنہ انگیز) صوفی شاعروں کی تو یہ عادت ہی ہے کہ محبوب کو فتنہ انگیزی کا طعنہ بھی دیئے جاتے ہیں اور اس تصوّر سے لطف اندوز بھی ہوتے جاتے ہیں ؎

فتنہ انگیز مشو کاکل مشکیں مکشا

آپ بتانے لگے کہ مجھے مغرب کے بعد مراقبے میں ہر روز سبق ملا کرتا تھا جالندھر سے کوئی پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں ایک درویش کا چرچا سنا۔ میں بھی چلا گیا۔ واپسی پر میری شام کی تعلیم بند تھی کئی دن کی پریشانی کے بعد ایک رات خواب میں کسی کو یہ کہتے سُنا ؎

دہ مرو دہ مرد را دہقان کند

حضرت شیخ سعدیؒ کا تجربہ ہے کہ "پادشاہاں گاہ بہ دشنامے خلعت دہند"۔ اس کی تصدیق میں ایک واقعہ سنیئے۔ حضرت خانصاحب فرمانے لگے۔ ایک دفعہ آوان شریف سے واپسی پر، بڑے برساتی نالے (ڈلی) کی گرم ریت پر پیدل آ رہا تھا، دل میں سخت گلہ گزرا کہ اتنی مدت سے آوان شریف آتا جاتا رہا ہوں حاصل کچھ نہیں ہوا..... گجرات میں حسب معمول پیر حضرت جعفر شاہ صاحب کے ڈیرے پر رات کاٹی۔ پوہ پھٹنے والی تھی۔ ڈیرے کے نوکروں کی کچھ کچھ آواز بھی آ رہی تھی۔ گویا نیم بیداری نیم خوابی کی حالت میں تھا کیا دیکھتا ہوں کہ میرا سینہ دھویا جا رہا ہے۔ گویا اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کا فیض ارزانی فرمایا جا رہا ہے پیر حضرت شاہدولہؒ اور ان کے پیر حضرت شاہ سیدا سیالکوٹی لمبے لمبے سیاہ جبے پہنے میرے بالین پر تشریف فرما ہیں، مجھے ساتھ لیا اور غیر معمولی مؤدب وضع میں چلے اور مجھے شیخ الجن والانس قندیل نورانی غوث صمدانی قطب ربانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے دربار میں لے گئے وہاں سے بارگاہ رسالت میں رسائی ہوئی۔ اٹھا تو فرط عبدیت میں درگاہ باری تعالیٰ میں سجدہ شکر ادا کیا۔ "فصلی اللہ علی نورٍ کزو شد نورہا پیدا"۔

جب دوبارہ حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوا تو اپنے گلہ اور حضور کے کرم

کا سارا ماجرا سنایا اور عرض کیا کہ اس راز کو سینہ میں خوب چھپائے رکھتا ہوں، تو شیخ کریم نے متبسم ہوکر فرمایا کہ میری طرف سے اجازت ہے خواہ چھت پر چڑھ کر اس بات کی دہائی دو۔ واما بنعمۃ ربک فحدث

• اپنی روحانی پرواز کا کبھی چرچا نہ ہونے دیتے مگر بادفا بھی تو تھے :۔ پہلی جنگِ عظیم میں ایک نیاز مند کا بیٹا خود بخود فوج میں بھرتی جا ہُوا اور عرصہ تک خط نہ لکھا۔ باپ نے سمجھا کسی محاذ پر کام آگیا بے قراری میں حضرت خانصاحب کے پیچھے پڑ گئے کہ میرا بیٹا ؟ ؟ ؟ حضرت تشویش میں اپنی خلوت کی کوٹھڑی میں گھس گئے دیر تک مراقبے کے بعد خوش خوش باہر آئے کہ بیٹا بفضلہ زندہ ہے اور فلاں پلٹن مقیم جہلم میں ملازم ہے

• حضرت مجدد الف ثانیؓ سے تعلق دیکھئے۔ بیٹی کی شادی ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ عزیب نواز نے شمولیت کا وعدہ نہیں فرمایا۔ پریشان ہوکر خاص قاصد آستانہ عالیہ بھجوایا کہ برات آگئی ہے جب تک جناب تشریف نہ لائیں گے میری مہمان رہے گی کیونکہ نکاح تو آپ کے سوا کسی سے پڑھوانا ہی نہیں۔ قاصد بے نیل و مرام واپس آیا، حضرت قاضی عزیب نواز صاحب رضی اللہ تعالی عنہ کی بے نیاز ہستی اللہ غنیؓ عن العالمین کی فضا کی پروردہ، کسی اور طرف دورہ کا رُخ ہوگیا۔ یہاں عاشق کے دل پر جو بنی وہ

عاشق ہی جان سکتے ہیں آخر بے بسی میں اپنے خلوت خانہ میں جا مراقبہ کیا، خود فرماتے تھے کہ امام ربانی قیوم زمانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ آپ کے سنگِ در پر بار بار سر پھوڑا ہے ..... اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ میرے پیر کو دیں۔ خدا کا کرنا۔ ایسا ہوا کہ دوسرے دن حضرت غریب نواز صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دھوگڑی آ نکلے محفلِ سماع جاری تھی بطل شریعت کو دیکھ کر تربتر ہونے لگی سراپا رحمت نے فرما دیا جو کرتے تھے کرتے رہو قوال خاندانی اور تربیت یافتہ تھے مزامیر چھپا دیئے اور نعت ہوئی جس کا مطلع ہے۔

اَلصُّبحُ بَدا مِنْ طَلْعَتِہٖ وَاللَّیلُ دُجیٰ من وفرتہٖ

نمحمّدُناھوسیّدُنا فالعزُّ لنا باجابتہٖ

مرید کا نیاز، شکرانہ اور مسرت کا تبسم بن کر، قدموں پر نچھاور ہوا شیخ کریم نے بے نیازی کے انداز میں جواباً فرمایا کہ میں جا تو کسی اور طرف رہا تھا مگر آپ کی سفارش بڑی اونچی جگہ سے پہنچی۔

(حاشیہ صـ۲۳۱) ۱؎ برات کا دولہا عبدالقیوم احمد خاں بی اے (علیگ) تھا جو خان بہادر اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب ہونے کے بعد حضرت غریب نوازؒ کے قدموں میں سو رہے ہیں۔ اپنی زندگی میں ہی حضرت صاحبزادہ صاحب سے لجاجت کے ساتھ قبر کی اجازت مانگی۔ ارشاد ہوا کہ اس معاملہ میں وہ مجھ سے کم حقدار نہیں۔

• سماع کی مجالس بڑے اہتمام سے کراتے اور ہمہ تن گوش ہو کر سنتے۔ "فن" نہیں "پیغام" سنتے تھے، فن کو تو غالبًا وہ سمجھتے بھی نہیں تھے۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ تو سماع نہیں سنتے تھے آپ کیوں سنتے ہیں بولے مجھے پہلے بھی عادت تھی۔ اور ایک دفعہ حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ چرگانی (نوگزی قبر) کے دورے پر آئے ہوئے تھے میں بھی اردل میں تھا کہیں سے کوئی پھیری والا قوال آ سوالی بنا۔ فرمایا مجھے تو اس کام کی سمجھ نہیں (پھر خانصاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) یہ ہیں ہم میں چشتی ..... جاؤ خانصاحب مزار پر جا کر چائے وغیرہ پکا کر اپنے دستور کے مطابق ختم بھی کرائیں ۱

۱؎ تھے تو آپ حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضؓ اور سیدنا حضرت غوث الاعظم رضؓ (جن کو پیر بادشاہ کہا کرتے تھے) کے عاشق زار اور ان کے سبق بھی قادری تھے۔ خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی عرس کیا کرتے تھے۔ طبیعت کے اس میلان کی وجہ سے حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ لفظ فرما دیا ہوگا ویسے تو حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاروں سلسلوں کے رہنما تھے اور جس کو جس وقت جو سیر چاہتے کراتے۔

خانصاحب نے اس ارشاد کو مجلس سماع کا اجازت نامہ سمجھا۔

• ان کے ذوق سماع کا کیا کہنا ؛ عبادت کر کے سنتے تھے جسم پر بت سا سکون ، نگاہ نیچی اور محو فکر ، ریش مبارک پر شریعت کا حسن اور ہیبت ، رخ و جبین حدیث احسان کی تفسیر ، (ایسی حالت والے کو نوازنے والے بھی جہاں گشت ہوتے ہیں) مراقبہ حقیقت بن گیا ، تصور اور محبت کی کشش مہرمیان[1] خدا کو شیشۂ دل میں اتار لائی اور ...... بفضلہ تعالیٰ .... کی زیارت ہوئی حاضرین کیا جانیں کیا ہو رہا ہے۔ مزاج شناس قوال دل و دیدہ نذر سرور کر کے ، نغمۂ تہنیت فضا میں بکھیر رہا ہے

"امروز شاہِ شاہاں مہمان شداست مارا"

پیر کی صحبت اور محبت کے اثر سے شیر پیکر افغانی چہرے پر لطافت سادات آگئی تھی۔ دو دل کا ایک ہو جانا تو سنتے آئے ہیں یہاں انوکھے عشق کو چہرا بدلتے دیکھئے پیر کی عاشقی کا اور کرشمہ دیکھو۔ آخری وقت شکل بھی ویسی بنتی جا رہی تھی۔ حضرت سید محمد سعید المعروف میراں شاہ بھیکھ رح اپنی ترنگ میں اپنے پیر ابو المعالیؒ

---

[1] روحانی اولیاء کرام کو مہرویانِ خدا بھی کہتے ہیں۔ یہاں ارواح مقدسہ مراد ہیں

سے تعلق جتلا رہے ہیں

بھیک بھئے معالی بھئے معالی بھیک بھئے

• مرض الموت سے پیر کی مزار پر جانے کے تذکرے رہتے ہیں، سواری کا خاطر خواہ انتظام نہ ہوا تو فرمایا کہ وہاں مجھے کون مرنے دیتا ہے! ایک نیاز مند جا رہا تھا اسے فرمایا میرا پیام پیش کر دینا ؎

عمر تان باد دراز اے ساقیان بزم جم
گرچہ جام ما نہ شد پر مے بدوران شما (حافظ)

• ماشاء اللہ صاحب حضوری ہیں لیکن ؎

ذوق دیدارش ز دیدن کم نہ شد
دامنش پر، شوق چیدن کم نہ شد (مثنوی ہمدانی)

عرصے کا صاحب فراش مریض آج چراغ سحری لگا ہے لیکن دماغ قائم اور آنکھیں ہوشیار ہیں۔ کبھی کھلتی کبھی بند ہوتی گویا کسی کے انتظار میں کہہ رہی ہیں ع

دم تری دید کو آنکھوں سے لگا رکھا ہے!

• درد اٹھتا تو بے ہوش کر کر جاتا اور کبھی ہوش میں واپس لاتا ایسے لمحوں میں تیمم کی سی حرکت کرتے پھر ہاتھ کانوں تک لا کر نماز کی نیت باندھ لیتے۔ بار بار ایسا کرتے کیونکہ درد بھی تو بار بار اٹھتا تھا + کبھی خادم بالیں سے پوچھتے کہ میرا منہ قبلہ کی طرف صحیح بھی ہے؟ جب وہ عرض کرتا کہ اب تو اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰہ

کا وقت ہے تو فرماتے نماز کہاں پڑھتا ہوں یونہی شرط پوری کر رہا ہوں۔ پیر کامل کا آموختہ سبق نہیں بھولا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری الفاظ الصّلوٰۃ! الصّلوٰۃ!! تھے روح کو فرشتے سبد گل میں سنبھالے بارگاہ رب العزت میں لے چلے.... یہ آواز کہاں سے آئی

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے....!

اللہ تعالیٰ ایسے پیر اور ایسے مُرید پر تا ابد رحمتیں برسائے!

از طفیلِ ختمِ محمودی نیازؒ
پردہ دارِ رازِ شد مثلِ ایاز

سے آپ کے کچھ حال مثنوی صمدانی میں، زیر عنوان "خضر راہ" بھی درج ہیں۔ مثنوی کے مصنف کو آداب شریف کا راستہ خانصاحب سکھ ہی نے بتایا تھا

بارہواں باب

مکتوبات

دلا چو غنچہ شکایت ز بخت بستہ مکن
کہ بادِ صبح، نسیم گرہ کشا آورد
(حافظ)

آپ بالعموم خطوط فارسی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ آپ کے عہد میں اگرچہ اردو بھی مروّج تھی، مگر آپ نے اس کی طرف بہت کم توجہ کی، چند ایک خطوط جو اردو میں آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ انہیں پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ مصنف موضح القرآن کے زمانے کی اردو ہے آپ طبعًا ایجاز و اختصار کو پسند فرماتے تھے اس لئے آپ کے خطوط بہت مختصر ہوتے تھے باوجود عدیم الفرصتی کے آپ خط و کتابت میں باقاعدگی و مستعدی سے کام لیتے تھے آپ کی ڈاک میں قسم قسم کے خطوط ہوتے تھے آپ ان خطوط کا جواب خود لکھتے، یا کبھی کبھی کسی سے لکھواتے تھے۔ آپ کا خطاب، مخاطب کے مرتبہ کے مطابق ہوتا تھا بعض خطوط معمولی نوعیت کے ہیں جن میں آپ نے

کسی سے اس کی خیریت یا کوئی خبر دریافت فرمائی ہے یا کسی نے آپ کی خیریت طلبی میں خط لکھا ہے، تو اس کا جواب دیا ہے ایسے خطوط نہایت ہی مختصر ہیں، بعض خطوط تو ایک دو جملوں پر ہی ختم ہو جاتے ہیں، بعض خطوط ایسے ہیں جن میں آپ سے کسی عزیز یا عقیدت مند نے استدعائے دعا کی ہے ایسے خطوط کے جوابات بھی نہایت مختصر ہیں۔

آپ کے کچھ خطوط افتاء سے تعلق رکھتے ہیں آپ چونکہ علومِ ظاہری کے مستند و مسلّم عالم تھے۔ اس لئے فقہی مسائل یا علوم باطنی کے مسائل کے مستفتیوں کے جواب میں آپ کو خط لکھنے پڑتے تھے، یہ خط بھی مکمل ہونے کے باوجود مجمل ہوتے تھے۔

کچھ خطوط ان ارادت مندوں کے جواب میں ہیں۔ جنہوں نے پڑھنے کے لئے کوئی درود یا وظیفہ طلب کیا، اور خط کے ذریعے اُسے جواب ارشاد فرمایا گیا۔

ایسے خطوط بھی ہیں جن میں آپ نے ارادت مندوں یا متعلقین کو ہدایات و نصائح ارشاد فرمائی ہیں۔ کسی کی مستعدی پر اس کو شاباش دی ہے اور غفلت پر تنبیہ فرمائی ہے۔

جو خطوط مستطیع حضرات یا اہلِ حکومت کے نام ہیں ان میں آپ نے انہیں احکامِ خداوندی اور فرائض منصبی

کی بجا آوری کی طرف توجہ مبذول کرنے کا حکم دیا ہے +
بعض خطوط سفارشی بھی ہیں جن میں آپ نے کسی مستحق یا کسی مجبور کی خیرخواہی فرماتے ہوئے حکام بالا یا کسی شخص متعلقہ کی توجہ کو سائل کے حال کی طرف منعطف کیا ہے۔

آپ کے مکتوب الیہم میں بعض اہل ذوق غیر مسلم بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنے خطوط میں آپ سے کچھ استفسار یا کوئی استدعا کی ہے۔

آپ کا ایک خط مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کے اس خط کے جواب میں ہے جس میں مرزا صاحب نے آپ سے کچھ استفسار کیا ہے۔

مرزا صاحب موصوف کے فرزند مہین مرزا سلطان احمد صاحب کی آمد و رفت آپ کی خدمت میں رہی ہے۔ اور باہمی خط و کتابت بھی رہی ہے کچھ ان کے نام کے بھی خط ملے ہیں۔

ہر خط کے اختتام پر بالالتزام آپ اپنے دستخط ثبت فرما کر تاریخ کا اندراج فرماتے تھے یہ لزوم نہ تھا کہ شہور و سنین ہجری ہی استعمال کریں چنانچہ کہیں ہجری ماہ و سن، کہیں عیسوی مہینے کی تاریخ اور سن استعمال ہوا ہے اور بعض خطوط ایسے بھی ہیں جن پر بکرمی مہینے اور سن درج ہیں۔

بعض فقرات ادبی نقطۂ نظر سے خیر الکلام ماقل ودل کے مصداق ہیں ۔ اندازِ بیان الفاظ و معانی کی ہم آہنگی کا بہترین نمونہ ہے زبان میں فارسیت غالب ہے اردو میں خط لکھتے لکھتے کہیں بے تکلف فارسی کے جملے لکھ جاتے ہیں اور فارسی میں بعض اردو یا پنجابی کے لفظ بے تامل استعمال کر جاتے ہیں یہ ان درسگاہوں کے ماحول کا اثر معلوم ہوتا ہے جہاں جہاں آپ نے تعلیم حاصل کی ۔ کیونکہ ان درسگاہوں میں مختلف علاقوں کے مختلف زبانیں استعمال کرنے والے طالب علم جمع ہوتے تھے اور ایک زبان میں بات چیت کرتے ہوئے دوسری زبان کے الفاظ بے تکلف بول جاتے تھے ۔ مغلیہ عہد کی فارسی کتب میں بھی ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں ۔

مقام افسوس ہے کہ آپ کے بہت سے مکتوبات دستیاب نہیں ہو سکے ۔ بالخصوص آپ نے اپنے خلفاء کے نام جو خط لکھے وہ ضرور دیکھنے کے قابل ہوں گے جن جن حضرات کے متعلق گمان تھا کہ ان کے پاس یہ خط موجود ہوں گے ان سے خط و کتابت کی گئی لیکن انہوں نے اصل خط یا ان کی نقول بھیجنے میں بہت ہی زیادہ بیگانگی سے کام لیا یا پھر ان مکتوبات کے مکتوب الیہم کی وفات کے بعد ان کے وارثین نے خطوط کو بالکل معمولی چیز سمجھ کر ضائع کر دیا یا وہ ان کی اشاعت اور افادی قدروں کا

اندازہ نہیں کر سکے۔ بہر حال جو صورت بھی ہو ہمیں خطوط جمع کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی جو خطوط دستیاب ہو سکے ہیں تبرکاً درج ذیل ہیں :-

خطوط فارسی

کرامت نامہ بہ طرف حضرت میاں محمد بخشؒ مصنف "سیف الملوک" عاکف درگاہ حضرت اسد العساکر پیر عبداللہ شاہؒ غازی کھڑی شریف

الحمد لله [illegible]

فروغ دولتش ظلمت زداید

[illegible]

مبارکباد صد بار [illegible]

[illegible] فقط

بطرف صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہٗ

عزیز از جان بچہ محبوب عالم۔ تسلیم و دعا۔ عزیزما امروز یعنی ۱۴ ر نومبر بوقت پیشین بگجرات رسیدہ و عزیز محمد مسعود نیز ملاقی شد۔ فردا انشاء اللہ روانہ طرفِ شما برستہ ٹھٹہ ارادہ یاراست است واللہ اعلم۔ عزیز مولوی احمد دین را تسلیم و تسلی دارند۔ حافظ نور احمد را سلام معہ جملہ ہمراہیاں۔

راقم آثم سلطان محمود

۲۔ بطرف منصف صاحب اچھو رام ہوشیار پوری

نقطۂ مجاہدات و ریاضات از وجود باجود ایشاں مرکز پذیر باد ادعیہ وافیہ و تسلیمات شوقیہ —— مرحمت نامہ نامی سامی منشرح آمد۔ صاحبم۔ طفلے ام از مکتب ریاضت مرتبۂ تقلید و تابعداری ہم ناحاصل شدہ۔ چہ جائے اجتہاد۔ واز جناب عزتِ زماں قطب دوران شیر صوات شریف شیوہ کج مج طریقۂ قادریہ حاصل نمودہ۔ و باقی عمر بر دروازۂ عرش نشاں شیر گجرات خاکہ روبی نمودہ از وظائف و سلسلۂ طیبہ چشتیہ رضوان اللہ علیہم محروم و کتب ہائے مبارک چہ مرقع شریف وچہ غیر او ندیدہ، چہ گوید از تراکیب ہائے اسم ذات و باقی اسم صفات۔ چیزیکہ از لقمہ ہائے دوشینہ پاشینہ خام و کم ازاں در زنبیلِ نافہمی کہ از

در یوز ہائے ایں مسکین مستند۔ حاضر نمودہ آید۔ خذ ما صفا ودع ما کدر۔ مگر یک دو سخناں بزبان حضرت مولوی جیو سپرد شدہ اند۔ کہ خواہند فرمود۔ جزاکم اللہ و برائے مسکیناں ہم دعا۔ والسلام الاکرام
راقم آثم سلطان محمود ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۱۵ھ

۳۔ بطرف منشی صاحب کلانوری

جناب مکرم و معظم منشی صاحب کلانوری رحمہم اللہ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ پیامِ زبانی جناب مولوی صاحب ٹبالوی مفرح شد بابت خرید نمودن چیزے از مالِ زکوۃ بہتر است یا دادنِ نقد۔ صاحبِ من مسئلۂ فقہ شریف است۔ کہ مقصود از واجب کردنِ زکوٰۃ بر اغنیا رفعِ حاجات مسکیناں است۔ ہر قسم حاجتے کہ باشد۔ از خوراک یا پوشاک نافع تر است از دادنِ نقد، خصوصاً خریدنِ کتب فقہ یا قرآن شریف کہ ہر دو صدقۂ جاریہ اند برائے محتاجاں۔ کتب فقہ و قرآن نہایت بخشندۂ ثواب است، اورا حق تعالیٰ اضعافاً مضاعفۃ فرمودہ است۔ اگر محتاجِ نقد باشد ہم بہتر لاکن از ینہا کمتر۔ کہ ایں صدقۂ باقیہ و ستون دین اند و باقی ماکولات و مشروبات فانیہ و بے باقیہ و اوراد بوساطت مولوی صاحب جیو گفتہ شد۔ از ہمہ اجازت است۔ و خواندنِ ارشاں نصیب شواد۔ والسلام ۱۱ر شعبان و صاحب من عالمِ کثرت مثل فروع عالم وحدت شمردہ اند۔ از ہر

کارے رُو بہ دلدارے باید بُرد۔ و ہر ذرہ روزن آں رُو باید شمرد، بہ خبرداری سبق وحدت در کثرت و اشغالِ او ضبط باید بود

راقم آثم سلطان محمود ۳ر جنوری ۱۸۹۸ء

۵۔ بطرف حکیم فیروز دین صاحب

مشفق اشفق حکیم صاحب فیروز دین دادہ (؟) شہر جموں سلمہم اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ مرحمت نامہٗ نامی سامی مفرح و منشرح۔ جزاکم اللہ۔ صاحبم راہِ طریقت راہے است۔ کہ شہسوارانِ جانباز و سرافرازان سر دہندہ ازیں راہ الامان الاماں خواندہ در کوئے حرماں ماندہ۔ ماچنیں کسان نامرد و ناہمت چہ زبانِ آں داریم۔ کہ نقطے ازیں کتاب للحل و قدمی ازیں مرحلۂ مشکل بیاریم۔ شب و روز سرو چشم درکارِ دنیا محض بزبان مدعی ایں تمنا۔ من مسکینے باوجود گم کردنِ عمر ناقص خود ازیں نصیب بے بہرہ، شما صاحبان نصیب بلفظ زبان امید وار بہرہ لے

فرس گشتہ ازبس کہ شب راندہ اند
سحرگہ خروشاں کہ وا ماندہ اند

خانہ نشین را علاج سیر بیاباں گفتہ آید۔ و خشکی بیں راچہ دوائے منازلِ آبی نمودہ آید۔

راقم آثم سلطان محمود
۱۲ر شعبان

(۶) بطرف قاضی صاحب صوبیدار

مشفق اشفق قاضی صاحب صوبیدار رحمہم اللہ۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ خطِ فرحت نمط مفرح شد از مضمون مشحون مطلع، صاحبا! تکرارِ نکاح از سننِ خاصہ حضرت مبارک نبوتیت علیہم الصلوٰۃ والتحیات اکملہا۔ اما گزارۂ ظاہری را نظر و نیک بینی، و صبر و شکر منکوحہ نیز ضروریست۔ اگر در خیال مبارک ایشاں ہر دو کار یقینی اند مبارک است۔ صد مبارک والسلام الاکرام ؎

کہ بہ چشمان دل مبین جز دوست
ہر چہ بینی بداں کہ مظہر اوست

مشق عمدہ کمال پختہ کردنی است۔

راقم سلطان محمود ۱۷ر شعبان

(۷) بطرف مہاراج صاحب

الٰہا! پروردگارا!! سرسبزیٔ جموں وکشمیر زیرِ قدمین مبارک مہاراج صاحب صاحبِ تخت و تاج مالکِ عزت و راج دائم و ہموارہ باد۔ دعواتِ ترقیٔ دولت و حشمت۔ سائلے مظلومِ نہایت ظلم با وجود نہایت قابلیت واستعداد از ظالماں عاجز آمدہ امیدوار کمتر توجہ آں عالی قدر است اگر اندکے جائے و کمترین پناہے بخشیدہ آید۔ پاک پروردگار پناہِ عالیت باد۔ و مرتبۂ عظمیٰ کرامت کناد و تحریر عرضی سفارش از من چنیں کسے ناچیزے پیش

آں بلند مکان و عزیزے اگرچہ کارِ نالائق و نامناسب بود۔ مگر معذوری نہایت سائل معذور ساختہ دلیر گردانید خواستگارِ قبولیت و معافی، درجہ ات! عالیۃ باد۔ و گلستانِ عشرت و شادمانی خنداں۔ سلطان محمود

۸۔ بجانب پیرزادہ قمرالدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

الٰہی آفتاب اقبال و ماہتابِ اجلال آں سرگروہ بخت بلنداں و شہسوارِ میدان ارجمنداں تا یوم قیامت تاباں باد۔ تسلیم تعظیم گرامی نامہ رسیدہ مسرور ساخت جزاکم اللہ۔ از سر انجامیٔ عہدۂ ملازمت بخیریت و عزت ہزار شکر و حمد فضلِ الٰہی تابندہ ہم یاور باد و ناصر۔ آنچہ بابت تشریف آوری بتقریب خانہ فرمودہ اند۔ بسم اللہ و مرحبا۔ اما بندہ از سلسلۂ بیعت کردن و از سبق ارشاد آموختن معذور۔ اولاً بباعثِ بیماری از گردش بہ درہائے متمولاں کہ موجب گزارۂ خود و ہمراہیاں بود۔ عاجز آمدہ یک جا نشستہ می ماند۔ و ثانیاً صاحبے چوں تو صاحبِ شان و عالی درجہ را پیر معلم ہم صاحبِ شان و عالی مرتبت می باید۔ ع

کہ خاصے را بود شاہی سزاوار

بندہ نادان و ناتواں اگر لیاقتِ ایں کار داشتے۔ صد بار بسم اللہ کردہ حاضر آمدے مگر معذوریٔ سخت و بے فہمی آں طریقہ ازاں سعادت محروم می دارد۔ بفضلِ الٰہی

در ہر کار و معاملہ معاون و ناصر باد - آفتاب بخت تاباں
و گلشنِ اقبال خنداں -

راقم سلطان محمود ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

(۹) بطرف گورنر صاحب بہادر

شیر جوان طالع و بخت یار گورنر صاحب بہادر دام اقبالہٗ
بعد دعوات - از استماعِ حالاتِ جور زمانہ و از خبر گیریِ خلق
اللہ و حمایت و ولیعت اللہ آں جوانمرد آفرین خواندن مناسب
دید - الحمد اللہ - کہ خوش خرام جولان سعادت بر منصب خود سر
گرم و مستعد است - توفیق زیادتی نصیب باد - و پیام راہ
خدا ! عزیزا حال آں از نادان چہ گفتہ آید - عمر در عنا و
بلا گذشت - و حرفے ازاں کتاب مجید ندید - از واقفان باید
پرسید - ترکہ بظاہر صاحب نصیب ہستی - بباطن ہمچنیں
شاید شوی والسلام - گلبن اقبال خنداں - ع

جہاں آفرین بر تو رحمت کناد

سلطان محمود

(۱۰) بطرف حکیم حاذق الملک محمد اجمل دہلوی

بحر مواج فیوض گلزار ساز دہلی دام ظلہم الظلیل تسلیم تعظیم
اگرچہ ذاتِ معدنِ برکات فی ذاتہ لیس کمثلہ فی الفیال
فوائد - مگر سائل مطلب خود مولوی حافظ سید عبد اللہ
شاہ جیو بابت فرزند دلبند خود شاہ ولایت باعث بر تحریر
عرضی اینجانب آمد - گستاخی معاف و بر حالِ زار

او نظرِ مرحمت - گلستانِ اقبال خنداں۔
سلطان محمود از سیالکوٹ ۱۵ ربیع الثانی

خطوط اردو

(۱) بطرف الہ داد

عزیزِ پُر تمیز الہ داد رحمہم اللہ ــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
خط آپ کا مفرح ہوا - عزیزا! علم تو بے شک بڑی افضل نعمت ہے - مگر والدین کا حق اگرچہ کیسے ہوں ذمہ میں ہے - خلاص نہیں ہو سکتا۔ تم اپنے کام اور دین میں محکم رہو - اُن کو اپنے کام میں چھوڑ دو اور زمین جو سبب ظاہری معاش کا اس زمانہ میں ہے - اس کا ہاتھ سے چھوڑنا اچھا نہیں - کسی کو مختار کرکے اور سند مختاری کی دے کر بے شک علم پڑھو اور نکاح جو اک امرِ مسنون بلکہ واجب شرع پاک میں ہے اس کی بابت بھی بندوبست مناسب ہے -
راقم سلطان محمود ۱۷ رمضان المبارک

(۲) بطرف منشی نواب خاں

مشفقِ اشفق نواب خاں صاحب - رحمہم اللہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ
مرحمت نامہ آپ کا مفرح ہوا - جو کچھ آپ نے بابت وظیفہ کے لکھا ہے - صاحب میرے! وظیفہ پڑھنا ایسی چیز نہیں جو زبان کا کام ہے - اصل درویشی کام دل کا ہے - اور

اصل اس میں حاضر رہنا ہے۔ وہ نہ ہو سکے تو آمد و رفت ضرور ہو۔ سوائے اس کے (تو کام نہیں بنتا) کوئی والدہ اور مائی ایسی نہیں ہوتی۔ کہ لڑکا اس کا کابل یا پشاور میں ہو اور وہ لاہور یا کشمیر میں بیٹھ کر اس کی پرورش کرے۔ میں نے آپ کو اوّل (ہی) کہا تھا۔ کہ کار جو میں کرتا ہوں۔ سر دینے کا ہے مال اور دین دینے کا نہیں۔ ایسا وظیفہ (کوئی) اور صاحب بتلاتے ہیں میں نے خود عمر گردش اور سفر میں گزاری۔ پھر تا حال ناقص حال اور نادان عمر ہوں۔ تو باوجود عدم حاضری اور عدم ملاقات کے کس طرح کام کیا جاوے میں تو معذور ہوں۔ اور شاہ صاحب جیو رحمہم اللہ سردار علی شاہ آئے تھے۔ مگر خیال نوکری اور سادات نوکری کے نشہ میں سرمست آئے ہے

پئے چوں خودی خود پرستاں روند
بکوئے خطرناک مستاں روند

صاحبا! یہ کار آشنائی و دوستی [illegible] خط نویسی کا نہیں مشکل کار اور دشوار منزل ہے فقط [illegible] سلام۔ سلطان محمود ، از تھل

۲- بطرف لالہ [illegible] چند [illegible] دریس

مشفق از جان مخدوم [illegible] دل لالہ صاحب بہ نجابت و شرافت رگ مغز پُر اخلاص۔ دائما از ترددات ناپایدار بہ حفاظت حافظ حقیقی باد۔ دعوات کثیر۔ مرحمت نامہ نامی مشفق سامی کا عین انتظار میں سرمۂ چشم ہوا۔ جزاکم اللہ۔ مشفقا تمہارا

آگے ہی دل میں خیال محکم ہے۔ بلکہ یہ بھی ارادہ ہے
جو اللہ فضل کرے۔ تو ظاہر بھی کچھ حیلہ کیا جاوے بکسی
اور کو خبر نہ ہو۔ مگر نہایت ضرورت ہو تو یہ بات کی جاوے
اور دل کا خیال تو ضرور ہے والسلام۔
بقلم سلطان محمود ۷ جون ۱۹۰۷ء

۴۔ بطرف عبدالجبار

مشفق عزیز از جان و دل عبدالجبار سلمہ۔ تسلیم۔ عزیزا
ہر تمنا بندگان خدا جو خالص عشاقوں سے ہوئے ہیں۔
(انہوں نے) رزق کسب حلال سے پیدا کرکے جان اور
... ... ستوں میں خرچ کئے اور تم مخلص خالص اگر ہونا
... ہو تو کچھ وقت جسمانی غذا اور کچھ روحانی غذا
کے لئے رکھو اور خدمت والدہ شریفہ اور منکوحہ عزیزہ
عبادت سے ہے اور نہایت مفید رستہ خدا میں ہے۔
توفیق صراط مستقیم پر چلنے کی نصیب۔
سلطان محمود ۱۷ جولائی ۱۹۰۷ء

۵۔ بطرف مولوی محمد امیر لاہوری

مشفق اشفق مرفق ارفق میاں محمد امیر سلمہ اللہ تعالیٰ
تسلیم شوق کے بعد مدت مدید سے مرحمت نامہ اس
مشفق اشفق کا مفرح ہوا بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اور
قدیمی الفت ان کی یاد آئی۔ جزاکم اللہ۔ مشفقا عدم حاضری
میں اظہار افسوس اور خیر خواہی کا ہے تو یہ خط میں موجود

ہے - جزاکم اللہ خیر الجزاء والسلام

سلطان محمود ۳۰ جولائی ۱۹۵۰ء

تیرہواں باب

فارانِ صوات و طورِ گجرات

حسنِ خود از روی خوبان آشکارا کردہ
پس بہ چشمِ عاشقاں خود را تماشا کردہ

• جو مفہوم دل میں لے کر، اس باب کا عنوان باندھا ہے۔ زبان اس کی ادائیگی سے قاصر ہے اور دماغ اس کو اپنا محکمہ ہی نہیں سمجھتا۔ اتنا تو ظاہر ہے کہ صوات شریف کو، حضرت اخوند صاحبؒ کے ہاں، شریعت کی فرمانروائی کی وجہ سے "فاران" اور گجرات شریف کو حضرت شاہدولہؒ کی تجلیات ذاتی کا مرکز جان کر "طور" کہا گیا ہے ابتدائی طور پر یہ معاملہ عشق اور شرع کے تقابل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے ؎

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
کارِ ہر کس نیست باہم جام و سندان باختن (سعدی)

مگر ہمارے مفہوم پر یہ خیال صادق نہیں آتا۔ کیونکہ یہاں تو دونو مرکز اپنے اپنے عشق کے رنگ میں مکمل ہیں" اپنا اپنا" رنگ اس لئے کہا کہ عشق کا کوئی مقررہ نصاب نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کو قرآن شریف میں کُلَّ یَوْمٍ ھو فی شان لکھا ہے اللہ کے مشتاق بھی اپنی اپنی سرشت

کے مطابق عشق میں مختلف قال حال ومقام رکھتے ہیں۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کُلٌّ یَّعمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ بنی اسرائیل ۸۴

• کسی کا عشق قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کہتا ہے۔ کسی کا عشق اقم الصلوٰۃ لذکری پکارتا ہے ؎

تیری دید میری ہے زندگی
تیری یاد میری نماز ہے

اور کوئی استغراق فی اللہ میں کھو جاتا ہے خواجہ غلام فرید چاچڑانی فرماتے ہیں ؎

اہل قلندر روز وشب اپنی خودی میں خود غرق

کہیں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ جیسے بزرگ جن کو حدیث احسان ہر وقت مد نظر رہتی ہے فرما جاتے ہیں ؎

ہر کس کہ در سجود نہ بیند جمال دوست
نتواں ہمیں وہم کہ نمازش قضا کند

• غریب نوازؒ نے عشق دونو جگہ سے پایا مثلاً جب سیدو شریف کی کسی حاضری سے واپس آئے راستے میں تیز بخار چڑھ گیا راولپنڈی میں ایک مجذوب ان کے پاس آئے اور کھڑے ہو کر کہا یہ تپ بیماری کا نہیں بلکہ افغان صاحب نے تیرے دل کے چراغ کی بتی کو اپنی دلداری میں آ کر اندازہ سے زیادہ سلگا دیا ہے۔ مرید ہونے کے بعد

غریب نواز [illegible] تھے

[illegible] جیہنوں لگنی سی اوہنوں لگ گئی

[illegible] کی تجلیات بڑھنے لگیں تو کپڑے پھاڑ ڈالنے اور دور پھینکنے کے لئے تیار ہوا کرتے، چلتے چلتے یہ فیصلہ کرتے کہ اگلی جھاڑی پر پھینکوں گا وہاں پہنچے تو اس سے آگے کی جھاڑی مقرر کرتے کرتے چلے جاتے گویا ارادہ کی تکمیل نہ ہونے پاتی۔ مگر یہ کیا کیفیت ہو گی کہ دل اتنا محو خیال ہے کہ ستر پوشی بھی تکلف یا ماسوا معلوم ہونے لگی۔ خواجہ غلام فرید صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

حسن رانجھن دیاں دُھماں پیاں — ویکھن آئیاں سینگیاں سیاں
ہیر دا بوچھن دھیاں دھیاں — دیکھو کیا رنگ لایا ہے
رانجھن انگ لگایا ہے

حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے حالات سے ظاہر ہے (ا) صاحب صوات کے حضور پہنچنے سے پہلے ہی آپ "جوان صالح" تھے۔ گویا جن سات شخصیتوں کے متعلق حدیث شریف میں بشارت ہے کہ روز قیامت وہ عرش کے سایہ تلے ہوں گے، ان میں غریب نواز بھی شامل ہیں۔ (ب) بیعت کے بعد مہاجر الی اللہ اور مہاجر فی سبیل اللہ بن گئے۔

لے خواجہ حسنؒ بھی اسی کیفیت میں کہتے ہیں۔ ؎

اے تو بہ حسن پادشاہ بندہ نواز کیستی؟ — پردۂ ماہی دری عمر دراز کیستی

جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سراہا ہے (ج) اخلاق نبیؐ سے مزین ہونے کے تمام لوگ گواہ ہیں ؎

شرحِ اخلاقِ نبی ہر حرفِ او
قلزمِ معنی نگاہِ ژرفِ اوئ (مثنوی جلالی)

(د) حضرت اخوند علیہ الرحمت جیسے جلال و جمالِ رسالت کے پرتوِ کامل کی تلقین میں قادری سلسلہ کے سارے سبق پورے کئے (ہ) آخر حکمِ خلافت بھی کیسے دلآویز الفاظ میں ملا۔ "مولوی! راہِ حق بگو" قرآن و حدیث کی رُو سے اگرچہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت سے پہلے ہی جنت الفردوس کے مستحق تھے۔ مگر قدرت نے ان کو دہ دل دیکر دنیا میں بھیجا تھا جس کی پکار ہوتی ہے ؎

فکرِ بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام است
ہر دم رضائے جاناں رضوان شد است مارا

کس کو نہیں معلوم کہ رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لئے کتنے مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ یہ صرف عشق ہی ہے جو اس منزل کے ہر خار کو پھول بنا دیتا ہے۔ کیونکہ ہر مشکل کو اس کی ادا سمجھتا ہے اور کہتا ہے ؎

مدامم مست می دارد نسیم جعد گیسویت
خرابم می کند ہر دم فریبِ چشمِ جادوات (حافظ)

• یہ باتیں تو قدسی نفس لوگوں کی ہیں۔ عام آدمی کی روزانہ زندگی بھی دوبھر ہونے سے تب ہی بچ سکتی ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ کے قادر و کریم ہونے پر حق الیقین کر لیں اور اپنے معاملات اسی کار ساز کے سپرد کر دیں

السعی منی ولاِ تمام من اللّٰہ

کے تحت کام کرتے چلے جائیں۔ خلافت ملنے پر مرید عموماً خود پیر بن چکتا ہے مگر حضرت اخوند صاحبؒ عمومات نے غریب نوازؒ کا ظرف بہت ہی وسیع پایا ہوگا کہ اپنے بعد حضرت شاہدولہ علیہ الرحمۃ کے سپرد فرما گئے جیسے جسم کے مضبوط تھے جیسے علم کے تنومند تھے جیسے وہ زہرہ گداز مجاہدوں میں لاثانی تھے ویسا ہی ان کا جذبہ عشق بھی اپنی تیزی اور بلندی سے 'یزدان بہ کمند آور' کا ولولہ رکھتا ہوگا۔ حضرت اخوند صاحبؒ جانتے تھے کہ حضرت بابا شاہدولہؒ ان مردانِ خدا میں سے ہیں جن کے متعلق دیوان شمس تبریزی میں لکھا ہے ؎

بہ زیر کنگرۂ کبریاش مردانند
فرشتہ صید پیمبر شکار یزداں گیر

اس لئے غریب نواز رضی اللہ کو تلقین فرمائی ہو گی ؎

تسبیح و خرقہ لذتِ مستی نہ بخشدت
ہمت دریں عمل طلب از مے فروش کن (حافظ)

• عشق اگرچہ مقصود عین نہیں۔ صرف مقصود حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے بلکہ ایک وقت آتا ہے کہ عشق بھی شرک بن جاتا ہے، خواجہ حافظ کا قول ہے ؎

• ز عشق ناتمام ما جمالِ یار مستغنی ست

مگر مقصود حاصل کرنے کے لئے عشق کو کمال تک پہنچانا لازمی ہے کیونکہ اسی کچکول میں وہ گوہر مقصود آن پڑتا ہے عشق کیفیت کا نام ہے اس لئے قلم اور زبان کے ضبط میں نہیں آسکتا ہے

مِنۡ مَا اَوۡحیٰ نہ گنجد در ضمیرِ جبرئیل
کشفِ اسرارِ لَدُنی کی کند ام الکتاب (خواجہ اجمیری)

• جب یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ یہ مضمون سوائے عاشق کے کوئی نہیں سکھا سکتا۔

عشق را خواہی اگر شرح و بیان تو بہ چشمِ عاشقان قرآن بخوان
عشق را بے عشق فہمیدن محال ہر مؤذن نیست ہمراز بلال رضؓ

• سنا ہے کہ شریعت ترقی کرتی کرتی حقیقت بن جاتی ہے اور حقیقت ترقی کرے تو آخر شریعت ہی کی شکل میں ظہور ہوتا ہے۔ عبدیّت کے معراج کے دوران، شریعت کا کوتوال ہمراہ نہ رہے تو منصور کی طرح ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ غریب نواز طورِ گجرات کی سیر سے پہلے ہی اس حال میں پختہ معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا طور کی تجلیات سے بھی خرگہ اور صَعِقاً کی نوبت نہیں آتی۔ شاید جب دیکھا ہوگا۔ کہ "یار آمد بہ سامانِ دگر" تو "فرصت اے تقویٰ" کہے بغیر تحت الشعور نعرہ لگایا ہوگا ہے

بر قعہ ز رویت بر فگن یک جلوہ کن بر بوعلیؒ تا در جہان بازافگند از عشق غوغائے دگر

• جب شریعت کی طرح عشق کے بھی تمام مرحلے طے ہو چکے ہوں گے۔ تو اب ان کو کون پہچانے؟ وہ کیا بن گئے ہیں۔ یا بن کر رہ گئے ہیں۔ اس راستے پر چلنے والوں میں سے بعض کچھ بولے بھی ہیں مثلاً حضرت بُلھے شاہ صاحب قادری بولے ؎

اسیں بن گئے ہور تے ہور ہُن سانوں کون پچھانے؟

رومیؒ بولے ؎

نُور و نورم، نُور و نورم، نور و نور
من چراغ و سینہ و روغن نیم

• مگر یہاں تو بولنا قسم تھا۔ معراج والی عبدیت ہمیشہ پرتو فگن رہی۔ نجانے عبدہٗ عبدہٗ کہتے کہتے کہاں تک ہو آئے۔ آنکھوں کی مستی تو کن فیکون سے پہلے کے اسرار کی غمازی کر رہی ہے۔ ہمارے قلم اور زبان کا سارا سرمایہ بے مایہ ہے مگر جو آپ کو جان سکتے ہیں وہ بھی مَنْ سَکَتَ سَلِمَ کی چپ سادھے بیٹھے ہیں اور کوئی تقاضوں کی گستاخی کرے تو اُن کی خاموشی زبانِ حال سے ایسا کرتی ہے ؎

آں راز کہ در سینہ نہان است نہ وعظ است
بردار تواں گفت و بہ منبر نتواں گفت

تاہم جس نے جیسا پایا ویسا بتا دیا۔ مثلاً جس نے صرف ان کی عام دینی شان دیکھی وہ کہنے لگا ؎

• تاجِ او تاجِ اخوند عبدالغفور — دامنم کوتاه و گنجش در وفور
با ہمہ، از ہر یکے ہم بی نیاز — بی ہمہ ہم ہر کسے را کارساز
یافت از وی شرحِ تو مضمونِ عشق — ہم امام شرع ہم قانونِ عشق
مصحفے رخسار و ابرو خنجرے — آتشے در سینہ، بر لب کوثرے

درد مند و درد مندان را علاج
بندہ و گیرندہ از شاہان خراج (مثنوی صمدی)

کسی نے ان کو اس رنگ میں دیکھا:-

منم محوِ جمالِ او نمی دانم کجا رفتم!
شدم غرقِ وصالِ او نمی دانم کجا رفتم!

کسی کو یوں نظر آئے:

کلاہِ قلندری پر دستارِ فضیلت مضبوط باندھے، بیگانگی کی خندق کھودے، کونے کونے پر العشق نارٌ بھڑکائے، الفقر فخری کا جھنڈا گاڑے۔ زبانِ بے صدا سے اَللّٰہُ اَحَدٌ کی جوت جگائے ع

درگلیمے زیب بخش کائنات

بنے بیٹھے ہیں۔ ان کی حقیقت یا وہ خود جانیں یا کیفیتیں بخشنے والا جانے۔

حضرت غوث زمان، قطب دوراں شیخ عبدالغفور صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام مبارک عبدالغفورؒ تھا۔ "اخوند صاحب" کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو "صاحب صوات علیہ الرحمت" اور کبھی اختصار کے طور پر "صاحب علیہ الرحمت" کہا کرتے تھے۔ اخوند صاحبؒ اپنے زمانہ میں قادری طریقے کے پیشوا و مقتدیٰ تھے۔ آپ ریاست صوات کے حقیقی بانیوں میں سے تھے اور سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی حیثیت سے آپ ہی وہاں کے سردار تھے۔ آپ ۱۷۹۴ء میں بنیرہ کے ایک گاؤں جاچری میں پیدا ہوئے۔ اور صفی محمدؐ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب بڑے ہوئے تو ایک گاؤں الموسوم "رنگوی" میں تشریف لے گئے۔ اور ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی اعلیٰ تعلیم مردان، پشاور، خشک علاقوں میں حاصل کی۔ کچھ دنوں کاکا صاحب علیہ الرحمت کی درگاہ میں بھی رہے۔ وہاں سے ٹورڈیر شریف جا کر شیخ محمدؐ شعیبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جو شیخ زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ آپ نے ٹورڈیر شریف سے چار میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بیکی میں رہ کر بارہ برس چلہ کشی کی۔ حتیٰ کہ آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا شہرہ تمام علاقوں میں ہوا اور مریدوں کا حلقہ وسیع ہوا۔ کہتے ہیں کہ سرحد کے قصبہ ہنڈ خاری

خاں کا خان بھی آپ کا مرید ہوا - یہ وہ زمانہ تھا۔ جب پنجاب اور سرحد پر سکھوں کی حکومت تھی اور مسلمان اپنے مذہبی فرائض بھی آزادی سے ادا نہیں کر سکتے تھے - چنانچہ اسی زمانہ میں حضرت سید احمد بریلوی نے پشاور پہنچ کر کفار سے جہاد کیا - اور حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت بھی اپنے مریدوں سمیت اس جہاد میں شریک ہوئے۔ یہ لڑائی پنجبرہ کے مقام پر ہوئی - جہاں سکھوں کی بہت بڑی فوج کو شکست ہوئی اور وہ دریائے سندھ کو عبور کر کے بھاگ گئے -

اس جنگ کے بعد حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت یوسف زئی علاقہ میں چلے گئے اور نمل (ایک گاؤں کا نام ہے) میں اقامت فرمائی - اور پھر مجاہدے اور چلے شروع کئے اور تربیت و تعلیم سلسلہ کے ساتھ ساتھ درس و تعلیم علوم متداولہ دینی بھی جاری رکھی - ۱۸۳۵ء میں جب امیر دوست محمد خاں نے سکھوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا - تو آپ بھی اپنے مریدوں کو لے کر اس جہاد میں شریک ہوئے - اور پشاور سے نو میل کے فاصلے پر پیر آشو خاں میں لڑائی ہوئی - جس میں سکھوں کو سخت شکست ہوئی - اور ان کے بکثرت آدمی مارے گئے - اس جنگ کے بعد آپ سیدو شریف تشریف لے گئے اور ۱۸۴۹ء میں جب انگریز پشاور پر قبضہ کر کے سوات پر بڑھنا چاہتے تھے تو حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت نے سوات دیر باجوڑ

اور بنیر کے سرداروں کو ایک جگہ جمع کیا اور جہاد کیلئے آمادہ کیا۔ اور ستھان کے ایک سردار سید اکبر کو صوات کا حاکم بنا دیا اور شریعت کے مطابق حکومت قائم کی۔ آپ شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ پھر آپ نے صوات اور بنیر کے باشندوں میں اتحاد۔ ضبط و نظم، ایمان و اسلام اور وفاداری و یگانگت کی روح پھونکی۔ ۱۱ر مئی ۱۸۵۷ء کو سید اکبر شاہ کا انتقال ہوا۔ اور ایک خانہ جنگی کے بعد ان کے بیٹے سید مبارک شاہ کو حکومت ملی۔ اس نے بھی انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا۔ اور یوسف زئی علاقہ کے ایک مقام ٹورنحی میں انگریزوں کا اور ان کا سامنا ہوا مقابلے میں انگریزوں کو شکست ہوئی اس کے علاوہ ان دونوں میں اور بھی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں فریقین کا بہت جانی نقصان ہوا۔ چنانچہ ۱۸۶۳ء میں حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے دیر و صوات کے سرداروں کے مشورے سے انگریزوں سے عارضی صلح کرلی اور انگریز پشاور چلے گئے اور پھر اس طرف کا رخ نہیں کیا۔

آپ نے سیدو شریف میں ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور سینکڑوں طلبہ نے یہاں سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے مریدوں کے حلقے میں روزانہ کم و بیش تین سو مرید حصولِ فیض کے لئے باریاب ہوتے تھے اور آج تک صوات اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں آپ کی یاد

باقی ہے آپ کے کارناموں پر دنیائے اسلام فخر کرتی ہے ایک مورخ کا بیان ہے کہ آپ نے پشتو زبان میں مثنوی کی طرز پر ایک دعا نامہ (شاید مناجات مراد ہے) لکھا ہے جس کا اصل مسودہ لندن میوزیم میں موجود ہے۔

آپ نے ۱۲ مئی ۱۸۷۸ء (مطابق ۱۲۹۵ھ) کو ایک طویل عمر کے بعد سیدو شریف میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے آپ کے مزار مبارک پر یہ قطعۂ تاریخ وفات لکھا ہے

آں مرشدِ زماں کہ در آفاق مثلِ او
نے دیدہ بود دیدہ و نے گوشِ کس شنید

حامیٔ شرع و ملت و داعیٔ اہلِ حق
ماحیٔ شرک و پردۂ ہر مبتدع درید

دادِ جہاد داد و جوانمردی بدست
در معرفت ندید و ندیدش بدیدہ دید

در شرق و غرب مثل و عدیلش نہ بود تا
نامش چو نورِ مہر بہ ارض و سما رسید

چوں نفسِ مطمئنہ اش آوازِ ارجعی
بشنید و گوش کرد و بہ سمع رضا شنید

طوعاً ازیں سراچۂ غفلت بہ ہوش رفت
در روضۂ بہشت و بہ راحت بیا رمید

افسوس کہ خزاں چنیں نوبہارِ زہد

صد نوکِ خارِ غم بہ دلِ اہلِ دل خلید
زیں غم سحر درید گریبان و اشک ریخت
نیلی لباس در بر و پشت فلک خمید
افسوس کز غروبِ چنیں آفتاب علم
صد گونہ تیرگی بہ جہانِ صفا رسید
درد او حسرتا و دریغا کہ بعد ازیں
در صد قرون و عصر نیاید چنیں پدید
چوں طائران قدس ازیں آشیانِ تنگ
زد بال سوئے شوق باوج بقا رسید
عبدالغفور شیخِ زمانِ وحید عصر
در عہدِ خود مجدد و شبلیؒ و بایزیدؒ
تاریخ سال وصل غریب غریب یافت
باتاجِ ہوش رفت و بعشرت سرا چمید ۱۲۹۵ھ

اب سوات شریف ۱۳۹۰ میں آپ کی اولاد حکمران ہے آپ نے دو بیٹے عبدالمنان میاں گل اور عبدالخالق خاں گل چھوڑے۔ ۱۸۹۷ء میں جب انگریزوں نے چترال پر چڑھائی کی تھی تو ان دونوں صاحبزادوں نے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کیا اور ملاکنڈ میں ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی میاں گل نے دو بیٹے چھوڑے جو ۱۹۰۴ء و ۱۹۰۷ء میں انتقال فرما گئے۔ صاحبزادہ خان گل نے بھی دو بیٹے چھوڑے ایک عبدالودود میاں گل اور دوسرے شیریں گل۔ صاحبزادہ

عبدالودود میاں گل ۱۹۱۷ء میں حاکم صوات ہوئے ۱۹۱۸ء میں
نواب دیر نے صوات پر حملہ کیا اور ایک لڑائی ہوئی۔ جس میں
میاں شیریں گل کام آئے۔ مگر عبدالودود میاں گل آخر کار
کامیاب ہوئے بلکہ ۱۹۲۳ء میں آپ نے بنیر اور چکیسر کے
علاقے بھی صوات میں شامل کر دیئے اور ۱۹۲۶ء میں انگریزی
حکومتِ ہند نے بھی آخر کار آپ کو حاکم صوات تسلیم کر لیا۔ سیدو
شریف ریاست صوات کا مستقر (حکومت) قرار پایا۔ مؤلف ہذا
کو اسی زمانے میں یعنی ۱۱ مئی ۱۹۲۶ء یوم سہ شنبہ کو سیدو شریف
جانے اور حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت کے مزار مقدس
کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا اس وقت یہ شہر ایک قصبہ
کے برابر تھا۔ صاحبزادہ عبدالودود میاں گل کا زمانہ حکومت سیاست
و انصاف کا زمانہ تھا۔ آپ نے پٹھانوں کی بربریت کی اصلاح
کی۔ زنا، قتل و غارت اور سرقہ کا انسداد کیا اس کام میں آپ
کو سختی اور کسی قدر جابرانہ قوت سے کام لینا پڑا۔ مگر حالات
ہی ایسے تھے اور قوم بہت سرکش تھی ۱۹۴۹ء میں آپ
حکومت سے دستبردار ہو گئے اور اپنے فرزند عبدالحق
جہاں زیب خاں صاحب کو گدی نشین کر کے آپ علمی مشاغل
اور عبادت الٰہی میں منہمک ہو گئے حضرت اخوند صاحب علیہ
الرحمۃ کے مزار کے پاس موجودہ حاکم صوات نے ایک خوبصورت
دومنزلہ مسجد تعمیر کی ہے یہ پانچ برس میں مکمل ہوئی اور تقریباً
پانچ لاکھ روپیہ اس پر صرف ہوا یہاں ایک کالج بھی تعمیر ہوا

ہے۔ جہاں انگریزی پڑھائی جاتی ہے اس کے علاوہ ایک دینی علوم کا مدرسہ بھی ہے جسے حقانیہ یونیورسٹی کہتے ہیں اب یہ علاقہ پاکستانی سرپرستی میں ہے دریائے سوات مستقر حکومت سیدو شریف کے پاس سے بہتا ہے اور مناظرِ قدرت بہت دل فریب ہیں۔ سنا ہے کہ انگریزی حکومتِ ہند کے زمانہ میں یہاں کے پٹھانوں نے اور والئی ملک صاحب ناوہ عبدالودود میاں گل کی ہمتوں نے کشمیر کو فتح کر لینا چاہا تھا۔ یہ ان کے لیے بہت آسان کام تھا مگر وہ انگریزوں سے چھیڑ پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے ارادہ ملتوی کر دیا اور اپنے ملک کی اندرونی ترقی اور داخلی امن و امان کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی۔ اس لئے کشمیر رہ گیا۔ اس علاقہ میں چاول کی کاشت بہت ہوتی ہے اور یہاں کی صنعتیں مشہور ہیں اور تمام ملک یوسف زئی پٹھانوں سے آباد ہے[1]۔

---

[1] مولف کتاب ہذا کی ننھیال یوسف زئی پٹھانوں میں سے ہے
(شمھیلا)

مست صہبائے شہود حضرت سیّد کبیر الدین شاہ دولہؒ

آپ کی ہستی مبارک ایک عجیب پُراسرار ہستی تھی۔ عالم اسرار کے آپ بادشاہ تھے اور اب تک اس میدان میں آپ کا قدم آگے ہی اٹھتا چلا جا رہا ہے آپ کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا سنِ ولادت اکبری عہد میں ہوا اور جناب بڑے پیر صاحب میراں سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز سے اسی طرح ایک اویسی توسل تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تھا یعنی آپ کی تربیت بہ "طریق اویسی" ہوئی اور بارگاہ جناب غوث الثقلین سے فیض پہنچا آپ چونکہ بے حد خدا ترس، مظلوموں کے ہمدرد خاص کر مجبوروں اور اپاہجوں کے چارہ ساز معین اور مددگار تھے۔ اس لئے ناقص الخلقت لوگوں کو جو اس زمانہ میں آپ کے چوہے کہلاتے ہیں ایک پرورش گاہ میں رکھتے اور ان کی ضروریات کے کفیل ہوتے تھے اور جو کام مسلمانوں یا دیگر اقوام کے راحت و آرام کا ہوتا۔ یا صدقۂ جاریہ کی قسم سے ہوتا۔ جیسے پل و سرائے وغیرہ۔ آپ تعمیر کراتے۔ اور وقف کر دیتے۔ حضرت سیدن شاہ سہروردی سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خاندان سہروردیہ

کا بھی فیض حاصل فرمایا - اور ۵۸۰ھ میں انتقال فرمایا- آپ کے مزار مبارک پر (جو گجرات - مغربی پاکستان میں ہے) یہ تاریخ لکھی ہے - ؎

بہ توحید آں عارفِ حق گزیدہ

بگو شاہ دولہ بجنت رسیدہ ۵۸۰ھ

اس بیان کی جو آپ کی ولادت[1] اور بطور اویسی توسل قادری کی شرح میں ہے مولف ہذا کو کوئی سند نہیں ملی - واللہ اعلم بالصواب +

بعض کہتے ہیں کہ آپ حضرت شیخ الجن والانس جناب میراں سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عم زاد بھائی تھے آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کی اور برکات وفیوض حاصل کئے اور ایک طویل عمر پائی - آخری زمانہ میں خاندان سہروردیہ کا فیض حضرت سیدن شاہ صاحبؒ سیالکوٹی سے حاصل کیا اور سنہ مذکور میں انتقال فرمایا- گجرات جناب بڑے پیر صاحبؒ کے حکم سے آئے - آپ کا ایک مزار احمد آباد صوبہ گجرات (بھارت) میں ہے اور ایک شہر گجرات (مغربی پاکستان) میں - اور اس کی ایسی ہی حقیقت ہے جیسے کہ حضرت شرف الدین بوعلی قلندرؒ کا ایک مزار پانی پت

---

[1] - مصنف حقیقت گلزار صابری کی روایت کے بموجب آپ کی ولادت ۲۹۹ھ میں ہوئی +

میں ہے اور ایک کرنال میں۔ یا جیسے کہ حضرت حیدر کرار امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ایک مزار مشہد مقدس میں ہے اور ایک افغانستان میں۔ اور یوں بھی سننے میں آیا ہے کہ جو ناقص الخلقت بچے آپ کے "چوہے" مشہور ہیں وہ ان بانجھ عورتوں کے پیلے بچے ہیں۔ جو اولاد کیلئے دعا کرانے آپ کے پاس آتی تھیں اور اچھی ہو کر صاحب اولاد ہوتی تھیں۔ اب بھی جو اس قسم کی منت مانتا ہے اس کے ہاں پہلی اولاد ایسی ہی ہوتی ہے اسی طرح ایک بیان چوہدری الہ دین ساکن طاہر ضلع گجرات کی زبانی جناب قاضی صاحب قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت شاہدولہ صاحب علیہ الرحمۃ کا نام کبیر الدین گجراتی تھا اور سید تھے آپ بغداد سے تشریف لائے تھے اور جناب بڑے پیر صاحب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور وضو کرانے والے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شاہدولہ صاحبؒ نے وضو کرتے وقت جناب بڑے پیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ حیات کیا ہے آپ نے فرمایا۔میرے اس ایک چلو پانی میں پانسو برس کی عمر ہے حضرت شاہدولہ صاحبؒ نے لپک کر پانی پی لیا اور قریباً چھ سو برس کی عمر پائی اسی طرح ایک حکایت شاہ منور صاحبؒ الہ آبادی کی طرف منسوب ہے جن کا نام نامی اس خاندانِ طریقت کے شجرہ میں حضرت

شاہدولہ صاحبؒ کے بعد ہی معًا آتا ہے آپ کا مزار مبارک الہ آباد (بھارت) میں ہے۔ پہلے شکستہ حالت میں تھا اب نصف صدی سے زیادہ ہونے کو ہے کہ الہ آباد کے ایک بیرسٹر نے جن کا نام عبدالمجید تھا اور ضلع جونپور (ہند) کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ بنوا دیا ہے اب یہ مزار اچھی حالت میں ہے اور لوگ دور دور سے زیارت کرنے کے لئے آتے ہیں۔ حضرت شاہ منور صاحب اس نواح میں عمر دراز کے لقب سے مشہور ہیں آپ حضرت شاہ دولہ صاحبؒ کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی عمر بھی کم و بیش پانسو برس کی ہوئی تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت شاہ دولہ صاحب کے دست مبارک میں چھ انگلیاں تھیں اور بہت سے بزرگوں سے آپ نے فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت قاضی غریب نواز صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت شاہدولہ صاحبؒ نے آپ سے فرمایا کہ جب حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا ہے تو اب صوات جانے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا حصہ میرے پاس ہے

بابا شاہ دولہ صاحب یہ پسند کرتے تھے کہ خلق اللہ کی خدمت کی جائے۔ بدبودار نالیاں جو عوام کی تکلیف کا باعث ہوتی ہیں صاف کرائی جائیں۔ کمزوروں اور ضعیفوں کے گھر آٹا پیس کر پہنچایا جائے کسی معذور و مجبور کے گھر

لکڑیاں کاٹ کر ڈالی جائیں۔ اور کسی کے مویشیوں کے لئے گھاس کھود کر چارہ مہیا کیا جائے۔ مؤلف ہذا کی نظر سے ایک کتاب "حقیقت گلزار صابری" مولفہ جناب سید محمد حسن صاحب صابری چشتی حنفی قدوسی گزری ہے جو ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ مطابق جولائی ۱۸۹۰ء میں مطبع حسنی واقع مصطفیٰ آباد عرف رامپور (ریاست روہیلکھنڈ بھارت) میں چھپی تھی یہ کتاب حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ کے کتب خانہ آوان شریف میں موجود ہے اس سے مندرجہ ذیل حالات اقتباس کر کے لکھے جاتے ہیں اس کتاب کے مولف لکھتے ہیں۔ کہ "اس فقیر محمد حسن صابری مولف کتاب ہذا (یعنی حقیقت گلزار صابری) نے تین سو مکاتیب نطاب یعنی کتب معنویہ سے بہ صحت تمام و محنت لا کلام تاریخ ۹ جمادی اول ۱۲۷۷ھ بروز جمعہ بعد نماز سے لے کر آخر ذی الحج ۱۳۰۱ھ کی طویل مدت میں اخذ کر کے بعبارت سلیس و نظم مرغوب چوبیس برس میں ان کو مرتب و موزوں کیا اور حقیقت گلزار صابری نام رکھا۔

جناب مولفِ مذکور اس کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ جناب بڑے پیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوب نطاب "کربۃ الوحدۃ" میں لکھتے ہیں۔ کہ "۱۹ ماہ رجب ۵۲۱ھ کو پنجشنبہ کے دن بعد نماز مغرب میں نے سید کبیر الدین

شاہدولہؒ بن حضرت سعید موسیٰ جنگی دوست محمدی حقیقی اسے کو بیعت توبہ سے اپنے ہاتھ پر مشرف کر کے تعلیمات کیفیت باطنی سے بہرہ مند کیا اور ترقی کیفیت باطن میں متوجہ کر دیا اور ۹ ذیقعدہ ۵۴۳ھ کو بروز دوشنبہ بعد عصر کے محفل عام میں اپنے ساتھ بٹھا کر بیعت امامت و ارشاد سے مشرف کر کے اپنی کلاہ مبارک عطیہ پیرومرشد عطا فرمائی اور عمامہ سبز اپنے ہاتھ سے باندھ کر خرقہ پہنایا اور مثالی خلافت بخطاب "قطب الاسرار جیب کے اہلِ مجلس کو سنا کر مرحمت فرمائی اور حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ قطب الاسرار جیب نے اپنے مکتوب بخطاب "تحفۃ الارواح اسرار غوث اکبر الکبیر" میں تحریر فرمایا - کہ میں بائیس سال کی عمر میں بتاریخ ۱۵ رجب المرجب ۵۲۱ھ بروز پنجشنبہ بعد مغرب کے بیعت توبہ سے قطب ربانی غوث صمدانی شیخ محی الدین ابو محمد سید عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی کریم الطرفین حسنی و حسینی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر مشرف ہوا اور تعلیمات و کیفیاتِ باطن سے بہرہ مند ہو کر ترقی باطن کی طرف مصروف ہو گیا اور ستائیس سال کے بعد انچاس سال کی عمر میں نویں ذیقعد

لے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہدولہؒ ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۵۸۶ برس عمر پائی (اشتہید)

۵۴۸ھ کو بروز دوشنبہ وقت عصر کے جلسۂ عام میں بیعت امامت وارشاد سے حضرت ممدوح کے دستِ حق پرست پر مشرف ہوا اور خود شاہ دولہ صاحبؒ نے ۱۷ربیع الاول ۵۵۸ھ کو بروز دوشنبہ عصر کے وقت مجلس عام میں حضرت منور علیؒ (عمر دراز الہ آبادی) کو اپنے روبرو بٹھا کر بیعت امامت و ارشاد سے مشرف کر کے جناب بڑے پیر صاحبؒ کی دی ہوئی کلاہ مبارک پہنائی۔ حضرت منور علی شاہ بن سید عبداللہ بن سید عبدالرحمٰن بن سید عثمان بن سید الطائفہ شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی۔ حضرت ضیاالدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی کے حقیقی ہمشیرہ زادے تھے۔ اور نویں ذی قعدہ ۵۴۸ھ سے حسب الحکم جناب بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سید کبیرالدین شاہ دولہ صاحبؒ گجراتی کی خدمت میں مستقلاً رہے۔ پھر سولہ برس کے بعد حضرت نے ۱۷ربیع الاول ۵۸۷ھ کو روز دوشنبہ عصر کے وقت بعد تکمیل بیعت امامت وارشاد سے مستفیض فرمایا اور صاحب مجاز کیا۔ کمترین معشوق حسین خاں مولف ہذا نے حضرت شاہ منور صاحبؒ الہ آبادی (بہار) کے مزار مبارک کی الہ آباد میں بارہا زیارت کی ہے اس قادری سلسلہ میں آپ کے خلیفہ مجاز حضرت شاہ عالم دہلوی ہونے ہیں جن سے وہ شاخ پھوٹی جس میں اخوند صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام مبارک شامل ہے اور دوسری شاخ دوسرے

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالکریم سے ہے جس میں نگینہ
ضلع بجنور (صوبہ آگرہ - بھارت) روہیلکھنڈ میں اب بھی
بعض بزرگوار ہیں - نگینہ کے قاضیوں کا خاندان اسی سلسلہ
میں منسلک ہے اور ان کا شجرہ خود مولف ہذا کی نظر سے
گذرا ہے حضرت شاہ عبدالکریم صاحبؒ کا عرف مُلّا فیقر
تھا اور مصطفےٰ آباد عرف رامپور کے رہنے والے تھے
گلزار حقیقت صابری" میں شاہ محمد حسن صاحب لکھتے ہیں
کہ شاہ عبدالکریم کو مجاز کرنے کے بعد شاہ منور صاحبؒ
نے انتقال فرمایا اور آپ کے دفن کے بعد شاہ عبدالکریم
صاحب الہ آباد سے مصطفےٰ آباد عرف رامپور واپس آئے
وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب



چودھواں باب

خراج عقیدت و شجرے

سررشتۂ جان بجام انداز
کاین رشتہ از و نظام دارد

فقر کا اعتراف حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ کے متعلق ان کے بعض ہمعصر بزرگوں نے رائے کا اظہار کیا ہے ہم اس باب کو اسی سے شروع کرتے ہیں۔

شیخ غلام محی الدین صاحبؒ ساکن جلالپور جٹاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ قلندر قسم کے قادری مشرب صاحب حال بزرگ تھے حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزرگی کے دل سے قائل تھے۔ جس آدمی میں راہِ حق پر چلنے کی اہلیت دیکھتے اُسے آپ حضرت قاضی صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضری کی تلقین فرماتے تھے۔ ذریعہ معاش ڈسٹرکٹ بورڈ کی عمارات اور سڑکوں کی مرمت کی ٹھیکیداری تھا آپ کی وفات ۲۶ جولائی ۱۹۵۲ء کو ہوئی +

حضرت مولانا محمد نبی بخش صاحب حلوائی علیہ الرحمۃ مصنف تفسیر نبوی جو علم ظاہر و باطن میں صاحب کمال تھے۔ ایک دفعہ حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

مزار مبارک پر تشریف لائے ۔ کچھ عرصہ وہاں گردن جھکا کر بیٹھے رہے ۔ پھر سر اوپر اٹھا کر فرمایا کہ یہ بزرگ نہایت اچھی حالت میں ہیں اور نہایت فیاض ہیں

جناب مولوی فقیر اللہؒ صاحب نے جو اپنے زمانہ میں ایک کامل درویش اور حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے ایک دفعہ ہمارے ہم مشرب مولوی خلیل الرحمٰنؒ صاحب سے کہا کہ "عشق کی جو آگ قاضی صاحبؒ پہ ڈال گئی ہے کاش اس کی ایک چنگاری فقیر اللہ کے حصے میں آتی ۔ اور تمام پہاڑوں کو جلاتی ہوئی فقیر اللہ کو خاکستر کر دیتی" +

حضرت شاہ وارث حسن صاحب لکھنوی نے اس حقیر سے فرمایا تھا کہ میں نے تمہارے پیرو مرشد کو دیکھا ہے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور بہت تعریف کی +

میاں محمد بخش صاحبؒ مصنف سیف الملوک آپ کے بے حد ثنا خواں اور گرویدہ تھے اور اتنا ادب کرتے تھے کہ ایک مرید اپنے پیر کا اس سے بڑھ کر کیا ادب کریگا جب آپ کا ذکر کرتے وضو کر لیتے اور ذوقِ مدح و ثنا میں بے خود ہو جاتے ۔ اگر حضور کا کوئی خط ان کے نام آتا تو فرطِ ادب سے کھڑے ہو جاتے اور وضو کر کے اُسے بوسہ دیتے اس کے بعد کھولتے ایک مرتبہ چند علما میاں صاحب کے گرد بیٹھے ہوئے تھے ۔ آپ نے

فرمایا۔ کہ "جب کا جسم روح کی طرح صاف اور منور ہو جاتے اس کا تعلق عالم ملکوت و ارواح سے ہو جاتا ہے اور جسم روح کا کام دیتا ہے اس زمانہ میں آوان شریف والے قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وصف سے متصف ہیں"۔

حضرت شاہ عبدالوحید بہاریؒ جو حضرت اخوند صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت اخوند صاحبؒ کے خلیفہ حضرت فضل اللہ شاہ صاحبؒ الہ آبادی کے خلیفہ تھے جب آپ کے سامنے جاتے۔ تو قدمبوسی کر کے دُور کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمت کے مرتبہ پہ آپ ہی فائز ہیں ؎

زہے سلطانِ درویشانِ عالم
بہ درویشی و سلطانی مسلم

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ نے جو اس ملک میں مشہور محدث و نقشبندی درویش گذرے ہیں۔ مولف ہذا سے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ "امرا سے استغنا کی صفت جو میں نے حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دیکھی کسی میں نہیں دیکھی"۔

جناب پیر جماعت علی شاہ ثانی علیہ الرحمتہ جو ایک بلند مرتبہ درویش تھے۔ فرماتے تھے کہ "جناب قاضی صاحبؒ کا کیا کہنا۔ وہ بڑے مرد ہیں"۔

حضرت قاضی صاحبؒ اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑوی کی ایک دفعہ ریل کے سفر میں ملاقات ہوئی۔ تو پیر صاحبؒ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا ؎

جو اسپے بہ رہ پیش باز آمدش
مگر بوئے انسش فراز آمدش



خراجِ عقیدت

حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر مولانا عبدالرحمٰنؒ صاحب فاضل دیوبندی نے نہایت اضطراری کیفیت میں ذیل کا مرثیہ لکھا۔

ابوالفیض یرثی

فمالی اری عالماً فی الاوان — بجزع و فزع بکل المکان

میں کیوں ایک عالم کو روتے پیٹتے — اور ہر جگہ جزع فزع کرتے دیکھتا ہوں

علی اھل ارض اتت غاشیہ — وصارت سما وردۃ کالدھان

سرزمین تاریک ہو گئی ہے — اور آسمان سرخ انگارہ ہو گیا ہے

علیٰ اھل ارض لباس الحداد — واھل السماء بکوا کالزمان

اہل زمین سوگ کا لباس پہنے ہوئے ہیں — اور آسمان والے زار و قطار رو رہے ہیں

ذکاء السماء لقد البست — لباس السواد لفجع لغان

آسمان کے سورج نے ماتمی لباس — پہن لیا ہے اور رو رہا ہے۔

وزلزلت الارض زلزالها — تکاد تمور لوجد ارتجان

زمین میں زلزلہ آگیا ہے — قریب ہے کہ وہ پھٹ جائے

فناع نعی نعی سلطانها — حمید الشمائل شیخ الزمان

کیونکہ خبرِ مرگ دینے والے نے شاہِ زمین — شیخِ زمانہ عمدہ خصائل والے کی خبرِ مرگ دی ہے

بدا الصبح من وجهه اذ طلع — باوقات ارشاده باللسان

اس کا چہرہ صبح کی طرح روشن تھا — جبکہ اُس نے ہدایت کے لئے زبان کھولی

بحار المعارف من فیضه — وسعن مطالب سطری بیان

معرفت کے سمندر اس کے فیض سے جاری ہوئے — اور میری نگارش کی سطریں پڑنے لگیں

عجزن الدهور بامثاله — علی مثله ضل عنها الحنان

زمانے اُس جیسا پیدا نہ کر سکے — اور اُس کی نظیر نہ لا سکے

قد اغتسل مرة کل یوم — شتا وصیفا وفی کل شان

وہ ہر دن ایک بار غسل کرتے — گرمی جاڑے ہر موسم میں

یجاهد فی اللہ حق الجهاد — بلیل لیختم کل القرآن

انہوں نے اللہ کی راہ میں جیسا کہ چاہئے تھا جہاد کیا — اور ہر رات قرآن ختم کرتے

لکشف القلوب وکشف القبور — بادنی توجهه باتیان

کشفِ قلوب و کشفِ قبور — اُن کی ادنیٰ توجہ سے ہو جاتے تھے

لهند تقص ضفائرها — علی بعلها تغسل للزوان

ہندوستان اپنی زلفیں کاٹ رہا ہے — کہ اُس کا سردار فوت ہو گیا ہے

حفیف جناح ملائکة — علی حول نعشك یبکی الاوان

فرشتوں کے پروں کی آواز — تیری نعش کے اردگرد سنائی دیتی ہے کہ تعین

باتی الاکف اهالوا التراب — علیك اذا ادخلوك الکنان

لوگوں نے کیسے تجھ پر مٹی ڈالی ہے — جب آ قبر میں دھرا

ومن قبل دفنك لم احسب — بان البدر ومن تغیب الارمان

تیری دفن ہونے سے پہلے مجھے گمان بھی نہ تھا — کہ چودھویں کا چاند مٹی میں غروب ہوتا ہے

لقد کان فی کل اخلاقه — مثیل الحبیب جنید الزمان

وہ اپنے تمام خصائل میں — رسول اللہ کی مانند تھا اور جنید زمانہ تھا

کان الجمیع من الاولیا — لذا اقتدا بعدهم فی الاوان

گویا کہ تمام اولیاء — اسی لئے اُن کے بعد کئے

فان الولایة تمت به — کختم الرسالة آخر زمان

کیونکہ ولایت ان پر ختم ہوگئی — جیسے آخری زمانے میں رسالت ختم ہوگئی

بشعبان وقت ضحی جمعة — باول ایام الی للصمان

شعبان کے مہینے میں دوپہر کے وقت جمعہ کے دن — پہلی تاریخوں میں وہ اللہ سے جا ملے

لقد فاز فوزاً عظیما یقول — ابو الفیض فی حول غوث الاوان

وہ فلاح عظیم پا گئے — ابوالفیض کہتا ہے غوث اوانی کا سال رحلت

۳۷ ہجری ۱۳

فرحہ نادان محمد عبدالرحمن علوی ساکن پنڈی سرال

نوائے شہید

جب دن اس کتاب کا مسودہ کاتب صاحب کو دیا گیا تو مولوی برکت علی[1] شہید نے کہا کہ میری زندگی کا آخری مقصد

---

[1] شہید صاحب ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے حضرت غریب نوازؒ کے عرس اعلیٰ (باقی حاشیہ ص ۳۸۱ پر)

حاصل ہو گیا چنانچہ تین دن بعد بتاریخ ۲۴ مئی ۱۹۶۴ء بمطابق ۱۰ محرم ۱۳۸۴ھ بروز ہفتہ ہر کروٹ اللہ اللہ کہتے کہتے جاں جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

موت سے چند روز پہلے اپنا آخری شعر کہا ؎

گھبرائیے نہ طولِ مسافت سے اے شہید
آثار کہہ رہے ہیں کہ منزل قریب ہے

اور موت سے ذرا پہلے یہ مصرع پڑھا ؎

نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی

بہت سال پہلے ذیل کا ترکیب بند حضرت صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہ العالی کی شان میں لکھا تھا۔ قندِ پارسی اور دل کی وارفتگی ملاحظہ ہو:-

نگاہِ پاک تو عالم شکارست — جہانِ شوق را پروردگارست
ز گل افشانیت دل را قرارست — بہار اندر بہار اندر بہارست

(بقیہ حاشیہ ص۳۸۰) حضرت حافظ محمد جمال کے فرزندِ دوم حافظ نور محمد علیہ الرحمۃ شہید صاحبؒ کے والد صاحب کے پردادا لگتے تھے جنکے بیٹے حافظ محمد بخشؒ موضع آہی میں آباد ہوئے۔ حضرت قاضی صاحبؒ حافظ محمد بخش کی قبر پہ فاتحہ پڑھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ "یہ حافظِ قرآن کی قبر ہے اور میں ہمیشہ اس میں جلتا ہوا چراغ دیکھتا ہوں آستانہ عالیہ سے بچپن سے ہی بہت عقیدت تھی جس پر فخر سے کہا کرتے تھے " گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ " انکے چہرہ پر خلوص، متانت

(باقی ص۳۸۲ پر)

ترا محبوب خواند آن بادشاہے — کہ بر تو شان محبوبی نثار است
فگندی بر دلِ زارم نگاہے — ازان دامانِ صبرم تار تار است

ہمی خواہم کہ بر تو جان فشانم
ولے شائستۂ این نیست جانم

محبت شعلہ زد در جان زارم — محبت سوخت کالائے قرارم
چسان دردِ جگر پوشیدہ ماند — کہ غماز است چشم اشکبارم
چو تو افتادگان را دستگیری — من از افتادگی ہمی ندارم
ز تست این بوئے الفت در دلِ من — وگرنہ من کیم؟ مشتِ غبارم

زودی تیرگی ہا از دل من
فزودی قیمت و قدرِ گلِ من

تہِ حرفم یم آتش خروشد — بسوزِ عشق خونِ دل بجوشد
چسان ما فی الضمیرم آید بہ لبہا — کہ آن پیرایۂ حرفے نہ پوشد
بہ آن راہے کہ از گام آشنا نیست — کسے در کارِ پاکوبی چہ کوشد
تماشا کن کہ بہرِ جلوۂ تو — کسے سامان دل ہم می فروشد

خوشا روزے کہ آیم بر درِ تو
جبینِ خویش سایم بر درِ تو

بہ بین ساقی ہجوم می گساران — سرت گردد چہ گردد گل ہزاران

(بقیہ حاشیہ ص۴۸۱) اور درویشی کا نور تھا۔ عمر کا زیادہ حصہ علم و تعلم میں گزارا۔ اس کتاب کے مسودہ میں مؤلف کا دستِ راست بنے رہے تشریح اور حاشیے سب انکے لکھے ہوئے ہیں +

تو محبوبی ز چشمت دام گیرند — پیالی جام مستی بادہ خواران
بجانِ تو درین خمخانۂ عشق — نہ ساز و جام مے باکم عیاران،
چہ درس آموختی رندانِ خود را — کہ لرزند از دم شان ہوشیاران

چہ باید خواست از تو من ندانم
جز این در سایۂ لطف تو مسلم

بہ بین تاب و تب مشتاقیِ من — بگردش آر جام اے ساقیِ من
کہ من از جرعہ سرمست گردم — چنین باشد حیاتِ باقیِ من
دلم روشن شود از داغ عشقت — شود رشک فلک بُراقیِ من
بیاوردم متاع دردمندی — بگیر از من ہمیں اے ساقیِ من

سزد گر می دہی جام شرابم
تو سلطانی و من رند خرابم

الٰہی ساقیِ من شاد بادا — دلش از رنج و غم آزاد بادا
دل ہر میکشے در اضطراب است — کہ این میخانہ اش آباد بادا
شہید این بادۂ میناگدازے — سرور خاطر ناشاد بادا
دعایم ہست مقناطیس کشش — اجابت پارۂ فولاد بادا

بہ بخش او را حیاتِ جاودانے
کہ فیض اوست چون جوئے روانے — برکت علی شہید

جناب شہید صاحب کے جذبات اس سے زیادہ ہیں، جتنے کہ الفاظ میں آسکے ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی جو شان ہے وہ حقیقت واقعہ ہے آپ کی صحبت میں اک کشش اور تریاقی اثر ہے جس کا منبع بھولی

بھولی آنکھیں ہیں جن کی تعریف ہے سے

چشمِ محبوب آہوی دشتِ حیا — در نگاہش حلقۂ دامِ وفا
چشمِ ساقی رونقِ میخانہ ہا — دیدنش مستی دہِ پیمانہ ہا
چشمِ بینا مصدرِ صد منزلت — چشمِ دانا آفتابِ حرمت
توجہِ دانی قوتِ اہلِ نظر؟ — نیم واچون وا شدِ انشق القمر
گوشۂ چشمِ کسے دیدہ بلالؓ — دل ز بندِ غیر برچیدہ بلالؓ

(مثنوی صمدانی)

ھشت لوائے غوث اعظمؓ

مولوی نیاز محمد خان وکیل جالندھر نے ایک سنگی سے کہا کہ حضرت قاضی صاحب غریب نوازؒ نے مجھے سات بزرگوں کا نام لے لے کر تلقین فرمائی کہ "ان کو ہفت لوائے غوث اعظم کہتے ہیں اگر کوئی سخت مشکل پیش آجائے تو ان بزرگوں کے طفیل اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے بفضلہٖ قبول ہو گی۔ میں (یعنی مولوی نیاز محمد) نے ان سات ناموں کے ساتھ غریب نوازؒ کا اسم مبارک بھی شامل کر لیا" بعد میں اس سنگی نے ہشت لوائے غوث اعظمؒ کے عنوان سے ذیل کی نظم لکھی۔

سُبحَانَ اللّٰہِ جَلَّ وَعَلَاءِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہِ الْمُعَلّٰی الْمُتَجَلّٰی فِی الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ ۔ فَبِاسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المدد چشم و چراغِ قادری — می سزد در خواجگانت خواجگی

ای رخت عکس جمال احمدی — المدد ای نور ذات سرمدی
المدد ای تشنگان را کوثری — کشتگان را جان و جان را دلبری
المدد درماندگان را همتی — عاشقی را طرح نو انداختی
شعله ها خیزد ز آه سرد تو — تو که زرتشتی نگه یا آزری
از فیوضت کعبهٔ من شد اذان — مظهر حق چون توئی قبله توئی
با سگ کویت ایازی می کنم — المدد سلطان محمود ولی
سرنوشت واژگون را خوش نویس — ایکه تو قاضی امر مقتضی
ایکه چشم التجا وقف درت — دست و لب بکشا و زلف عنبری
در صوات آخوند شه عبد الغفور — تخت فقر و شرع را زینت دهی
از سر کون و مکان هم بگذرم — گوشهٔ چشم سخا گر افگنی
پیر عبد الله غازی المدد — شیر عز آلی لوای قادری
یک نگه ای مست صهبای شهود — یا کبیر الدین شاه دوله ولی
در فضای لامکان پرواز تو — برتر از کرسی و عرش منتهی
کشتی من غرق شد در آب نیل — هین بزن ضرب عصای موسوی
حضرت احمد محمد المدد — الف ثانی را ضیای اولی
ای ترا سر آن خوشحال دگر — ده ز خوشحالی مرا هم آگهی
ای بهاؤ الدین شاه نقشبند — نقشبند دین من از کافری
رکن دین من ز جانم شد جدا — تو که رکن الدین رکن العالمی

یا بهاء الدین بهاء الحق مدد
بر محیط دل شهاب ثاقبی تو

بدرگاہِ غوث الاعظمؓ

شاہِ جیلانی غلامِ خویش را — امر ولا للہ شیئاً در دہی
عبدِ قادر اسمِ اعظم وردِ من — ایکہ بر دوشت لقب پای ہمہ
منکہ نامت مایۂ دیوانگی — تو چرا لطف و مداوا کم کنی
قصۂ دار و رسن تازہ کنم — گر تمنی مستم ز آبِ آتشی

بہ بارگاہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ

پا بلغزد دل بلرزد جاں تپد — المدد وا مان و دستِ حیدری
بحرِ شبیرت دریں کرب و بلا — خذ یدی من لا فتیٰ الا علی
ہر دمت با صد نظر رُخ دیدی — اے نظر کردن بہ رویت بندگی

بدربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شاہد و مشہودِ رب العالمین — یا محمد یک نظر سویم کنی
آن نظر کز مستی اش قیصر شوم — در گدائی ہم کنم شاہنشہی

بہ رب العزت جل شانہٗ

یا الٰہی عفو کن عصیانِ ما — ہم عطا کن مردہ دل را زندگی
زندگی باشد ز دیدِ مصطفےٰ — ہر نفس ورنہ عذابِ جانکنی
عشقِ او پیغامِ فضل اللہ بود — عشقِ او انجام فضل اللہ بود
عشقِ او شرحِ کتابِ کائنات — عشقِ او سرچشمۂ عینِ حیات

بہ حضرت صاحب وقت

المدد محبوبِ عالم متقی | تو سخی ابن سخی، ویتم تہی
منکہ دریادِ تو اے عالیمقام | گریہ سر کردم بر آبِ پہلگام[1]
من ندانم عشق و رمزِ عاشقان | بس بود نازم کہ بوسم آستان

قصیدہ

یہ قصیدہ جناب عبدالقادر برآدہ مدنی فرزند جناب شیخ سعد الدین برادہ مدنی ابن العلامہ المشہور الشیخ عبدالجلیل برادہ مدنی رحمہما اللہ تعالیٰ کا تصنیف کردہ ہے جو بمقام حیدرآباد دکن ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کو انہوں نے لکھکر نواب معشوق حسین خاں صاحب المخاطب بہ نواب معشوق یار جنگ بہادر کو مرحمت فرمایا تھا۔

إِنْ كَانَ فِي الدُّنْيَا فَتَىً | يَهْوَى الْمَكَارِمَ وَالْعُلَا
أَوْ كَانَ فِيهَا مَنْ يَرُوْ | مُ عَلَى الْأَنَامِ تَفَضُّلَا
أَوْ كَانَ ذَا شَرَفٍ يَفُو | قُ عَلَى السَّمَاكَيْنِ اعْتِلَا
فَهُوَ الْقَاضِي مَحْمُو | دُ مَنْ حَوَى مَجْدًا عَلَا
مُرْشِدُ الْعَصْرِ الْوَحِيْـ | ـدُ وَمُفْرَدٌ فِي ذَا الْمَلَا
جَمَعَ الْعُلُومَ وَحَازَهَا | وَحَوَى الْكَمَالَ الْأَكْمَلَا
مَلَأَ الْقُلُوبَ بِعِلْمِهِ | وَبِحِلْمِهِ حَتَّى مَلَا

---

[1] پہلگام (کشمیر) کی ندی کے درمیان پتھر پہ بیٹھ کر نظم لکھی گئی۔

فلکم هدی بإرشاده — أمما وأوضح مشکلا
ولکم جلا بذکائه — أمرا أغم وأعضلا
ولکم أنار لنا السبیل — وکان أظلم مجهلا
یا عیلما باع الحیا — ء وأجل دین قد غلا
وطئ السماک وجا — ز یبغی فی المعالی منزلا
ورقی إلی أوج الفخا — ر ولم یزل متنقلا
لو عدت السباق للـ — حلبات کان الأولا
أو عد أهل الفضل فی — ذا العصر کان الأفضلا
لا زلت یا مولی الأنا — م ظل للأماجد موئلا
ولا زلت مرحوما برحمـ — ـة رب السماوات العلا

ترجمہ ۱- اگر دنیا میں ایسا کوئی جوانمرد ہے جو مکارم اور بلندی رتبہ کے چوٹی پر چڑھا ہو۔

۲- یا دنیا میں ایسا کوئی ہو جو فضیلت و بزرگی لوگوں سے بڑھ گیا ہو۔

۳- یا ایسا کوئی صاحب شرف و بزرگی ہو جو علو مرتبہ میں ان دونوں ستاروں سماک الرمح اور سماک الاعزل سے بھی اوپر پہنچ گیا ہو۔

۴- تو وہ جناب قاضی سلطان محمود صاحبؒ ہیں جو مجد و بزرگی میں بلند مرتبہ پر پہنچے ہیں

۵- وہ اہل زمانہ کو سیدھا راستہ دکھانے والے اپنے صفات میں بے نظیر اور لوگوں میں فرد ہیں۔

۶- جمیع علوم پر حاوی ہیں اور درجہ کمال پر پوری طرح قابض ہیں

۷- لوگوں کے دلوں کو آپ نے اپنے علم و حلم سے بھر دیا ہے حتیٰ کہ وہ لبریز ہو گئے ہیں

۸۔ بہت سے لوگوں کو آپ کے ارشادات سے سیدھا راستہ ملا ہے اور ان کی مشکلیں حل ہوئی ہیں۔

۹۔ اور بہت سے امور جو تاریک بادل کی طرح چھائے تھے اور گرہ در گرہ ہو رہے تھے۔ آپکی ذکاوت سے منوّر ہوئے۔

۱۰۔ اور بہت سے راستے جو نہایت تاریک اور بے نشان ہو گئے تھے آپ کی ذات سے روشن ہو گئے۔

۱۱۔ آپ کا کیا کہنا آپ نے اپنی زندگی کو دین کے لئے فروخت کر دیا تھا اور بڑے بڑے کام کئے۔

۱۲۔ بڑے بڑے بلند مقامات آپ نے طے کئے اور علو مرتبہ اور ہمت میں دوسروں سے منزلوں آگے بڑھ گئے۔

۱۳۔ فخر کی سدح و بلندی پر آپ پہنچے اور ہمیشہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے۔

۱۴۔ اگر تم شمار کرو کہ بلند مقامات پر جانے کون سب سے آگے رہا تو تم آپ ہی کو سب سے اوّل پاؤ گے۔

۱۵۔ یا تم اگر شمار کرو کہ اس زمانہ میں اہل فضل کون کون ہیں تو تم آپ کو ہی سب سے افضل پاؤ گے۔

۱۶۔ اے وہ ذات جو سب فاضلوں کے مولٰے ہیں آپ ہمیشہ ایسے بزرگ مقامات پر جن کی لوگ تنائیں کرتے ہیں فائز رہے۔

۱۷ اور آپ پر ہمیشہ بلند آسمانوں کے پروردگار کی رحمت شامل حال رہے۔

قصیدہ

من مولانا محمد المامون الارزنجانی ثم مدنی ثم شامی مدظلہ

مـا ذا اقول لکامل حاز الکرا | متد والسلا بصلاحه و بهائهٖ
شیخ الطریقة والحقیقة والتقی | قطب الولایة فی بہی عطائهٖ
قاضی القضاة بعزه وعلومه | صدر الثقاة بفضلہٖ وعلائهٖ
سلطان عرش العز فی برکاته | فقلوبنا تزهو بفیض سنائهٖ
المحمود من حمدت محاسن روحه | فغدت ترفرف فی علاء سمائهٖ
انواره سطعت علی اهل النهی | فتقدموا فی الفضل تحت لوائهٖ

اعلا الاله مقامه فی جنة
وافادنا فی سر روح بقائهٖ

ترجمہ :- میں اس بزرگ کا حال کیا کہوں جو بزرگی و بلندی رتبہ اور خوبیوں اور حسن معاشرت میں تمام صفات کا جامع ہے۔

۲- وہ شیخ طریقت وحقیقت وتقوی ہے اپنی عطا کے حسن وخوبی میں قطب ولایت ہے

۳ اپنی عزت وعلوم کی وجہ سے آپ قاضی قضاۃ اور اپنی فضل وعلو مرتبت کی وجہ سے تمام ثقہ لوگوں کے صدر ہیں۔

۴- اپنی برکات میں آپ عزت کے تخت کے سلطان ہیں۔ ہمارے قلوب بھی آپ کے نور کے فیض سے چمک اٹھے ہیں

۵- آپ محمود ہیں اور اپنی روحانی محاسن کے وجہ حمد کئے گئے ہیں حتی کہ آپ اپنی بلندی کے چوٹی پر پہنچ کر نور سے جگمگا رہے ہیں۔

۶- تمام اہل خرد ودانش کے قلوب کو آپ کے انوار نے منور کر دیا اور فضل وبزرگی میں وہ آپ کے جھنڈے کے تلے چلے آئے ہیں۔

۷- اللہ عزوجل جنت میں آپ کا مقام بلند کرے اور آپ کے باطنی روح مبارک سے جو فانی نہیں ہمیں فائدہ پہنچائے۔

جوابِ خط

حضرت قبلہ مولوی نیاز محمد خان صاحب وکیل جالندھر آستانہ عالیہ آوان شریف کے بہت مقبول سنگی تھے۔ جن سے والد محترم نے ۱۹۱۵ء میں آستانہ عالیہ کی حاضری کے لئے راستہ پوچھا تھا۔ حضرت خان صاحب (خضرِ راہ) کی وفات کے بعد ۳۶-۱۹۳۷ء میں اُن کے سب سے چھوٹے صاحبزادے جناب علی احمد خاں صاحب لودھی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور نے قبلہ بزرگوار کی خدمت میں تحریر فرمایا کہ آوان شریف جاتے ہُوئے مجھے بھی ہمراہ لے چلئے گا۔ اتنی بڑی مقبول شخصیت کے بیٹے کے لئے دلیلِ راہ بننے کے سوال پر جو دل پہ گذری اُس نے "جوابِ خط" کی صورت اختیار کی۔ یہ ہیں وہ عقیدت کے پھول جو قلم نے آستانہ عالیہ پر بکھیرے۔

(قاری محمد انوار صمدانی ایم اے۔ ایل ایل۔ بی۔ علیگ)

عزیزا! ارجمندا! ہوشیارا — شرافت دستگاہا! دیندارا
گلا! سروا! نہالا! نو بہارا — جوانا! نازنینا! طرحدارا
ہمہ اندازِ تو طرزِ دلآرا — سلف را یادگارا! نامدارا

جواب

حدیثے از سرِ زلفِ کہ گفتی؟ — کہ از کلکت ترا و دمشک را
برا سرارِ پدر توفیقِ جستن — مبارکباد طفلِ پارسا را
زِ شوقِ راہِ آوان سرِ عشقش — بہ طبعِ پاکبازت آشکارا
خیالِ او چو خود آمد بہ چشمت — حاجت اُفتدت پیکِ صبا را
منِ بیچارہ خود در ماندہ راہم — الٰہی! پس چہ سود آرم شما را!

اَبُوکَ فِیْ طَرِیْقِكَ قَدْ کَفَالَکَ
فَاِذْهَبْ اَنْتَهٗ مَعَكَ یُرَالَكَ

محبت

زعنوانِ محبت من چہ گویم! تلاشِ مومیا از سنگِ خارا
چرا حرفِ محبت را بخوانی؟ مگر انجام کارش را ندانی؟
محبت ورطۂ بحرِ بلیات محبت نام دردِ لا دوا را
ازیں آتش بلرزد جانِ زرتشت[۵۱] وزیں شد لرزہ بر اندام دارا[۵۲]
لِیَسْتَقِ الْحُبُّ کَاْسَاتِ الْفِرَاقِ فَتَسْکَرُ سَکْرَۃَ الْمَوْتِ الْمُلَاقِیْ
محبت قصہ ہا از خون نوشتہ تماشا گاہ سازد کربلا را

دِگر ایں حرف را برلب برانی؟
مگر دستورِ محبوبان ندانی؟

نہ اذنِ بر پریدن نے تپیدن نہ یارای فغان صیدِ ادا را
دموعُ الدَّمِ مِنْ عَیْنَیْكَ تَجْرِیْ وَمَنْ تَبْکِیْ لَهٗ لَكَ لَایُبَالِیْ
محبت ترکِ دنیا ترکِ عُقبیٰ شکستن دیر ہا یا کعبہ ہا را
محبت ترکِ اظہارِ تمنّا محبت ترکِ گفتن مُدّعا را
فنا را ترک کردن ہم بقا را محبت شیشہ بشکستن قضا را
محبت بر نتابد ذکرِ غیرے محبت برکشیدن تیغِ لا را
رہی چوں بر درش از من بگوئی فغاں در اقلیمِ محبت شہریا را

حاشیہ ۵۱ منوچہر کی اولاد آتش پرست مذہب کا بانی۔
" ۵۲ ایران کا مشہور بادشاہ جو سکندر اعظم سے لڑا۔

وفا را پاسبانا پاسدارا | بدامانِ حیا پوشی خطا را
شہابا کوکبا شمسا منارا | بہ چرخِ معرفت قطبِ مدارا
شہا یمیم بخشا ہر گدا را | گلیمِ فقر پوشا خاکسارا
اماما قاضیا بحرُ العلوما | نگہ بانِ طریقِ مصطفیٰؐ را
زخونِ دل وضو را تازہ دارا | نمازِ عشق از رگ رگ گدارا
ایازا شاہ محمودا غفورا | نیازا نازرا پروردگارا
بہ جانِ تیرافگنا پابک سوارا | بحالِ بسملان غفلت شعارا
پذیر ز مینوایانت سلامے | نظر گاہے بسوی شانِ خدارا

محمدؐ صدرِ محبوبانِ عالم
وصلی اللہ بر نورش وسلم

سلسلہ قادریہ محمودیہ (بواسطہ شاہ دولہؒ)

الٰہی مردہ دل را زندہ گرداں | بہ بیع مصطفائم بندہ گرداں
بحقِ نامِ خود بخشائشم کن | بیادِ خویش خوش آسائشم کن
بحق سرورِ سردارِ عالمؐ | بحقِ آلؓ و اصحابشؓ بکرم
بہ مولا علیؓ شیرِ یزداں | الٰہی عاقبت محمود گرداں
حسن بصریؒ امامِ فقر و عرفاں | حبیبِ عجمیؒ انوارِ رحمٰن
بحقِ شیخ ابو داؤد طائیؒ | مرا سوئے خودت کن رہنمائی
بحقِ خواجۂ معروف کرخیؒ | بہ سرّیؒ مأمن از آفاتِ چرخی
بحقِ آں جنیدؒ پیرِ ابرار | بہ شیخِ شبلیؒ آں سرمستِ سرشار
ابو الفضلؒ آں بعرفاں شاہِ عالی | بحقِ بوالفرحؒ آں ذوالمعالی
بحق بوالحسنؒ آں ذاتِ انور | بحق بوسعیدؒ آں شاہِ سرور
بحقِ شاہِ شاہاں غوثِ عالیؓ | مرا در دین و دنیا اوست والی
جنابِ جاں پناہِ بے پناہاں | جنابِ تاج بخشِ فرقِ شاہاں
جنابِ قبلۂ دل کعبۂ جاں | جنابِ مستطابِ شاہِ جیلاں
شدہ تا مولدت اے قبلۂ جاںؓ | حریمِ کعبہ دارد عشقِ جیلاں
بحقِ آں لوائے غوثِ اعظمؓ | کہ بادا دائما تا چرخِ چارم
بشورِ بیشۂ ہو مستِ مولا | کبیر الدین محمد شاہ دولہؒ
مغنی گر بادِ او در دیر می کرد | زلائے لات نفیِ غیر میکرد
بحقِ شہ منورؒ بحرِ عرفاں | بحقِ شاہ عالمؒ شیرِ یزداں
بہ ملتاں شیخِ احمد شاہدِ دین | بہ پیشاور جنیدؒ نورِ تکوین

بہ آن صدیقؓ سرمست حضوری
کزو حافظ محمدؒ گشت نوری

بحق شاہ شعیبؒ آں پیر نورم
غیاث الدین شہ عبد الغفورم

مرا اے شاہ جاں از روئے ایماں
مسلماں کن مسلماں کن مسلماں

بدہ جامم کہ فضلش را وفور است
غفور است و غفور است و غفور است

بحق حضرت سلطان محمودؒ
کزو گم کردگاں یابند مقصود

بیا اے ساقیِ مے خانۂ جود
کہ محتاجم بیک پیمانۂ جود

خداوندا باین حضرات مغفور
مبارک ذاتہائے نور پر نور

بفضل خویش حاجاتم روا کن
بلطف خویش، دردم را دوا کن

دیگر

(از جناب شاہ عبدالوحید بہاری قادری)

بحق عظمت تو یا الٰہی
بحق ذات پاک تو کماہی

بحق راز دار قاب قوسین
محمد مصطفےٰ سلطان دارین

بحق حضرت مولےٰ الموالی
علیؓ عالی اعلی الا عالی

بحق خواجۂ ذو الفضل و الجود
حسن بصریؒ کہ پیر اولین بود

بحق واقف راز محبت
حبیبؒ اعجمی شیخ طریقت

بحق خواجۂ داؤد طائیؒ
ضیائے آفتاب پارسائی

لے مندرجہ بالا شجرہ "مناقب محمودیہ" اور حضرت شاہ دولہؒ کے مزار مبارک پر لکھے ہوئے شجرہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ ابیات حضرت سجادہ نشین صاحب بعض اشعار زائد سمجھتے ہوئے ترک کر دیئے ہیں اور بعض میں مزید ترمیم کر دی گئی ہے (حاشیہ صفحہ ۳۹۴)

بحق خواجۂ معروفؒ کرخی   الٰہی دور کن آفات چرخی
بحق سریؒ سقطی الٰہی   مرا کن محرم ہر شئے کماہی
بحق مرشد ارباب ایماں   جنید سرور اصحاب عرفاں
بحق مست صہبائے طریقت   جناب شیخ شبلیؒ پاک سیرت
بحق شیخ ارباب فضائل   ابو الفضل تمیمیؒ خوش شمائل
بحق شیخ طرطوسیؒ ابو الفرح   کتاب معرفت زو یافتہ شرح
بحق بو الحسنؒ قرشی کہ عرفاں   پذیرفتہ ازو نور نمایاں
بحق بوسعیدؒ آں از مخرم   کہ بودہ نور عالم جان عالم
بحق غوث و قطب کہف دوراں   جناب محی دیں آں شاہ جیلاں
بحق آنکہ بودہ قطب اقطاب   جناب شاہ دولہؒ ماہ پنجاب
بحق حضرت شاہ ہنوز رہ   کہ فی الواقع بدہ ماہ منور
بحق آنکہ مرد معنوی بود   جناب شاہ عالمؒ دہلوی بود
بحق شیخ احمدؒ قطب ملتان   کہ بُد در ذات او انوار عرفان
بحق آں جنیدؒ شاہ امجاد   کہ پیشاور ازو شد مثل بغداد
بحق مرشد اصحاب تحقیق   کہ اسم پاک او بود است صدیق
بحق حضرت حافظ محمدؒ   مکرم ہم معظم ہم محمد
بحق آنکہ فیضش نور غیب است   مقدس نام او شاہ شعیبؒ است
بحق قطب عالم غوث دوراں   جناب آخوندؒ صاحب شمس عرفاں
ہمہ گیتی ز فیضش پر ز نور است   مقدس نام او عبد الغفورؒ است
بحق کہف گیتی مرشد ما   جناب قطب وقت و نور مولیٰ
جناب قاضی سلطان محمودؒ   کہ آواں بہر ما شد گنج مقصود

بپے ایں دستگیرِ دیں پناہی مرا آں دہ کہ آں بہ یا الٰہی
بکن فیروز در دنیا و در دین کو
فآمین ثم آمین ثم آمین کو

دیگر

از قاضی طلاء محمد پشاوری

یارب بجلال و جمالِ خود، بر بندۂ زار و حزیں مددے
وز بحرِ عطاء و نوالِ خود، بر تشنۂ ماءِ معین مددے

اے مفخرِ کل و ی شاہِ رُسُل، ظاہر ز تو شد ایں جملہ سُبُل
از نورِ تو شد پیدائش کل، اے مہبطِ روحِ امیں مددے

لولاک طرازی سرتا جت، برتر ز فلک شد معراجت
توحیدِ الٰہی منہاجت، از لطف بریں مسکیں مددے

اے صفدر و حیدر شاہِ علیؓ آثارِ کراماتِ تو جلی
مولا و مطاعِ کل و لی، اے صاحبِ تاج و نگیں مددے

اے آنکہ وحید اندر عصری، در علم و معارف لاحصری
شیخ کامل حسن بصریؒ، اے قدوۂ اہلِ یقین مددے

اے صدر نشینِ مقامِ کرم، اے محرمِ محفلِ فیضِ اتم
سلطانِ جہاں و حبیبِ عجم، اے جالسِ علیتیں مددے

اے آئینۂ انوارِ نبیؐ، از جملہ جہاں خوش منتخبی
داؤدِ مہیں طائی نسبی، اے مفخرِ اہلِ زمیں مددے

اے قدوۂ دودۂ عزّ و کرم، مکنونِ ضمیرت بحرِ حِکَم
معروف ز کرخ ملاذِ اُمَم، اے ناصرِ دینِ متیں مددے

اے آنکہ بری از ہر غلطی، در علم و عمل زیبا نمطی
سلطانِ جہاں سرّی سقطی، بر زُمرۂ معتقدیں مددے

اے شیخ جنیدؒ مفیضِ کرم، سالارِ جہان و امامِ امم
بغداد ز تو شد رشکِ ارم، اے سرورِ عرش نشیں مددے

بوبکرؒ مہیں سامی رتبا، در اہلِ صفا شبلی لقبا
عالی نسبا والا حسبا، خورشید سپہرِ یقیں مددے

اے بر شرفت عالم شاہد، کس نیست بتو ہرگز جاحد
مخدوم جہاں عبدالواحدؒ، اے سرورِ سید گزیں مددے

اے یوسفِ مصرِ جمال و بہا، اے واقفِ ذروۂ عزّ و علا
طرطوسیؒ ز تو شد نور افزا، اے سرورِ اہلِ یقیں مددے

اکسیرِ شرف خاکِ قدمت، عالم ہمگی غرقِ نعمت
اے بوالحسنؒ از لطف و کرمت، بر جانبِ ملتمسیں مددے

خورشیدِ ہدیٰ مقبولِ خدا، اے جالسِ صُفّۂ صدق و صفا
اے فخرِ مخرّم قبلۂ ما، اے مالکِ حبلِ متیں مددے

اے از تو کرامتہا صادر، در جملہ جہاں مثلت نادر
یا سیدنا عبدالقادر، یا شیخ محی الدین مددے

اے دل تو بجزیرۂ عشق بپو، سلطانِ جہاں شاہ مطلب جو
وآنگہ بصد اعتنا میگو، کای شاہدِ صدر نشیں مددے

بر من بنود یک جو ہنرے، از صدق و صفا ہرگز اثرے

اے شاہِ منوّر کن نظرے، وے مونسِ کرّوبین مددے
تا کے ز ظالم ایں ساں حالم، تا کے ز خطر شبہا نالم
اے فخرِ جہان شاہِ عالمؒ، بر خستہ و زار غمین مددے
از فرطِ حیا کانِ ادبی، وز عزّت و شرفِ عالی نسبی
در اہلِ صفا احمدؒ لقبی، بر عرش امین و مکین مددے
اے شیخ جنیدؒ خجستہ لقا، دارم ز تو چشمِ لطف و سخا
للہ زکمالِ نوال و عطا، اے مرشد شیخ و مہین مددے
اے شیخ صدیقؒ جہان سرور، وز صدق و صفا مشہور سمر
ہستیم کنون در خوف و خطر، اے صاحبِ حصنِ حصین مددے
اے شیخ محمدؒ آقائیم، آشفتہ شدہ از غم ہائیم
سرگشتہ بتیہہِ خطا ہائیم، اے حافظِ نورِ مبین مددے
اے شیخ شعیبؒ ولیِ اجل، اے آئینۂ اسرارِ ازل
در خاطرِ من صد رنج و خلل، اے سرور و صدرِ یقین مددے
اے عبدالغفورؒ خجستہ نشان، فائض بتو شد ایں جملہ جہاں
صانت از قدمِ تو نظیرِ جنان، بر حالِ طلائے حزین مددے
تو ذاتِ خدا را آیاتی، تو مظہرِ قاضیِ حاجاتی
سلطانِ محمودؒ مقاماتی، ای قاسمِ نورِ یقین مددے

ماخوذ از عروۃ الوثقیٰ صفحہ ۲۰

نوٹ:۔ آخری شعر حضرت قاضی طلا محمدؒ پشاوری کا نہیں ہے انکا سلسلہ صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ پر ختم ہو جاتا ہے۔

قارئی پسند پنجابی سلسلہ[1]

کون کتھے موجود سے تیں بن، کی کہ تدھ پکاراں
بن مرشد توحید نہ لبھدی، علم ڈُبتے منجدھاراں[2]
اسم مسمیٰ حرف خیالی، ذات قدیم حقیقی
لَا اِلٰہَ چُھپ چُھپ دسدا، اِلَّا اللّٰہ اظہاراں[3]
تَنْزِیْلُ الرَّحْمَۃِ مُحَمَّدْ ذِکْرُ الصّٰلِحِیْن
چیتر چڑھ عرشاں تے اسعدؔ، شوقوں عبد کہاوے
مَا اَوْحٰی دی رمز علیؑ جی، دسن نال اشاراں

---

[1] مقرب بارگاہ قاری محمد انوار صمدانی ایم اے، ایل ایل بی (علیگ) ایڈووکیٹ اس شجرہ کو شوق سے پڑھا کرتے ہیں۔ یہی وجہ اس کے یہاں درج کرنے کی ہوئی۔ [2] شعر نے تو پنجابی زبان میں اسلئے لکھا کہ سنگی حضرات اکثر پنجابی ہیں وہ بھی بخوبی سمجھ سکیں۔ لیکن اب تو ہمارے ملک میں پنجابی اکاڈمی بھی قائم ہو چکی ہے اور بعض ادیب اس قسم کے مضمون بے باکی سے لکھتے ہیں کہ اردو زمانے کے وقت کی زبان ہے پنجابی نے اسے شادابی بخشی! سخن فہمی عالم بالا کا شکریہ کہ ہمارے پنجابی اشعار گنواری بولیاں نہ کہلائینگے [3] چھپ چھپ اس لئے کہا کہ شرک کے لا تعداد اور نہایت مخفی اڈے ہیں۔ مرشد ان کا سراغ لگا کر مرید کو با خبر کرتا ہے اور پھر ایک ایک کا استیصال کرواتا ہے [4] جب شرک خفی ناپید ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی ہستی از خود نمایاں ہوتی ہے کیونکہ اس کی ذات حق مبین ہے چنانچہ مقولہ ہے اَلْعَالَمُ هُوَ الْمَعْقُوْلُ وَاللّٰهُ هُوَ الْمَحْسُوْسُ۔

کسی نے کھولے ساقی، بصری والے خانے
بیخود ہو ہو حبیب عجمیؒ نے، جام صراحی والا
جیہڑے پیتے اِک عشق تپاقی، بوہتے داؤد طائیؒ
مرشد عارف کرخیؒ جیسے، سانبھے دل نکارا
ہاڑ ہنواٹھتے ہجر دی عنی، آمل سریؒ سقطیؒ
گڑھ بغداد جنیدؒ دے دہتے، پی کوثر من ٹھارا
ساون بوسے مکے بجلی، شبلیؒ دے دربار ے
پھٹن سوک تمام تمیمیؒ، پھلن باغ بہاراں
بھادوں بھا برہوں جا چھوکے، ابوالفرح طرطوسیؒ
ابوالحسن ہنکاریؒ اوہلے، کھیلے یار کھلاراں
اسو آس اُمید دے تیل تلے، ابوسعیدؒ مبارک
عبدالقادرؒ غوث الاعظم، میں کی نذر گذاراں
تیرے نینیں قدرت جھلکے، حسن دے پاکے ڈور
نال تبسم میں دل تلکے چھٹن بدکا
کتک کتاں ہونسیں پاواں، شہ معلّٰی
وچہ تصور شاہ منورؒ، نت اُٹھ کاگ اڈاراں
مگھر گھر شہ عالمؒ آئے، دلی جشن مناوے
شیخ احمد ملتانیؒ پی گئے چڑھ گئی پینگ ہلاراں
شیخ حمیدؒ لبنوری دے ہتھ، پھر اِیہہ دولت آئی
شوق حضوری در کھڑکائے، کھلے گنج ہزاراں
پوہ پئے صدیق نے جھلے، فقر دے تن ستکوہے

ہر گھاٹی چڑھ عشق کمایا، گونج اُٹھے کہساراں
مانگھ محمدؐ تاھنگ جگائی، رمز الست چلا کے
شاہ شعیبؒ ۲ اکھیں لگے دس جا، روزنا نال دیاں کاملاں
بھاگن ساجن ۲ آخوند بن کے، صاحب صولت سہائے
حضرت قاضیؒ فقر دے غازی، تیز چلن تلواراں
جس جلوے نے طور جلایا، اوہ دھر لکھ نہیں
عشق لگائے لا نبوتاں ایہ، کھیلن نال انگیاراں
لوح محفوظ جبین وسے، قرآن کھلا ہمارے
مُحی مُمیت ان عشوے غمزے، کُن فیکون گفتاراں
شمس سلطانؒ محمود منقلما: میں ڈگیا اسفل وچے
کد نکلاں، کد ویکھاں تینوں، پیا بلکاں گلکاراں
تیرے گھاٹ کرامت ویکھی، مونہہ کالا لے نسیا
ظاہر باطن اُجلا کر دے، بن پیڑے دیاں داراں
تُنکے سخی سلطان آدانی، پھڑ کاسہ دُر مُلیا
کون مُڑے در بار توں خالی، مُڑ مُڑ الکھ جگاراں

صاحبِ خاص الوقت

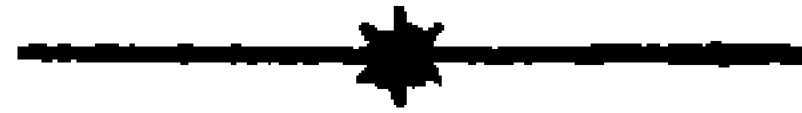
اک محبوب دُھراوں بن آئے، کیوں نہ چھیڑے چتراں

(ؔ صفحہ ۴۰۱) حضرت محمد صدیقؒ تین سلسلوں میں صاحبِ خلافت ہیں قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ۔ جس کی تفصیل آگے شجروں میں درج ہے
ؔ۔ اول سے۔

امرت عشق گھٹی[ل] وچہ ملیا، اُچیاں ایہہ سرکاراں

عرضِ حال

پتیم تیریاں راہاں تکیاں، پچھیاں ہر منزل تے
میں پہنچیا، نہ توں آملیا، میں بیٹھ اُڈیکاں نت نہاراں



ل گھٹی اس رعایت سے بھی کہا گیا کہ شیر خوارگی میں ہی بوجہ فوتیدگی والدہ ماجدہ عزیزؒ نواز کی پرورش میں آگئے۔

سلسلۂ قادریہ رزّاقیہ نسبیہ

"اسمائے مبارک سلسلہ قادریہ نوشتہ دیدہ کہ آبائی نسبی این عاصی مستفیض کمالات ازاں حضرات گشتہ و قدرے قلیل بایں عاصی ہم رسیدہ بوساطت حضرت حافظ محمدؒ محفوظؒ کہ جد جد حقیقی است برائے تبرک و تیمن نوشتہ شد۔

الحاق ایں اسمار بایں حضرات رزاقیہ بنا براں مکتوبے کہ بقلم فیض رقم حضرت والد ماجد مرحوم مرقوم بود۔ واللہ اعلم

سلطان محمود شہر ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۲ھ

بحق آں لوائے غوث اعظمؒ کہ بادا دائماً تا چرخ چارم
جنابِ غوث عالم قطبِ آفاق پناہِ بے پناہاں عبدِ رزاقؒ
بحق شاہ ابوصالحؒ منوّر شہاب الدینؒ احمد شاہ سرور
شرف الدینؒ یحییٰ نورِ نوراں بہ شمس الدینؒ، محمدؒ ماہِ تابان
علاؤ الدین علی شمسِؒ جہانے بہ بدر الدینؒ بدر لامکانے
شرف الدین یحییٰؒ پیرِ عالی شرف الدین قاسمؒ ذوالمعالی
بحق شہ حسینؒ آں نور احسن محیطِ لجۂ انوار ذوالمن
بعبد الباسطِؒ آن شاہِ کونین بہ عبد القادرؒ آں فخر دارین
مربی ابرِ رحمت شاہ محمودؒ بہ عبد اللہؒ شاہِ ذاتِ مسعود
بحق شاہ حسنؒ ذی اقتدارے کزو کون و مکان را افتخارے

محمدؐ غوث اہلِ دین و دنیا — شرف الدین شرفِ ملک اعلیٰ
بحق آں جمالِ ذوالجلالے — جمیلِ یادگارِ ذی کمالے
بہ محفوظ و حفیظ حق رحمٰن
غلام جیو محمدؐ لطفِ یزداں

نوٹ:- غلام محمدؐ صاحبؒ کے بعد ان کے بیٹے غلام مصطفےٰ صاحبؒ اور ان کے بعد جناب غلام غوث صاحبؒ ہوئے ہیں۔ جو حضرت قاضی صاحب غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد تھے۔

سلسلہ گدائیہ

بآں شہبازِ ملتانی کہ مہ رویان عالم را — بہ آتش بحرہا بخشید زاں شد تو کوئے لالا
بآں اہل المقابر کاند مشہور ہر بہ نہ گزہا — از ایشاں شاہ سنگہ بحرِ ذخار ست از اعلیٰ
بہ چوگانی و در موٹا بہ آہی ہم دگر بو ضبع — صلوٰۃ اللہ تسلیم علیہم خارج از احصا
بآں پیلی دمان و شیر غزاں شیخ عبد اللہ — تمیں و بہیم قوسانی مہین صدرِ او دنیٰ
بآں مہیائے ذخار کہ موجش گشت از وحدت — جمالش را جلال است ایں جمالِ قال انا لالا
بآں بدرِ حقیقت معدنِ اسرارِ لاہوتی — جمیل ذوالکرم کز جود دریائے اسکندر را
بہ محفوظ و حفیظ آں کشتگان خنجر لائی — غریق لجۂ عرفاں حریق آتشِ سودا
بآں حضرت کہ از حیرت غلامِ او مزین شد — بفتراک محمدؐ کوست صاحب افسر ادنیٰ
بآں شیخ المشایخ قطب حق محبوب سبحانی — شہاب الدین عمر اشش عطا گشتہ در از اللہ
بآں غوث الخلائق قطب حق محبوب سبحانی — کہ شہباز یست در لاہوت در جبروت بے ہمتا

بآں شیرِ خدائے غالب مطلق علی الکفرہ — کہ رضوان و تکرم باد بروے خارج از احصا

بآں خیر الخلائق سرِّ حق و باعثِ تکوین — کہ بر اثباتِ او کافیست شاہد علی لولاک

بہ مسکینے غریبے بیکسے لاچار مجبورے

ترحم کن الٰہ العالمین فاغفرہ وارحمنا



در مدح بزرگانِ سہروردی ملتانی

غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے :-

اے واقفِ مخفی رازِ شہا — در علم و عمل ممتاز شہا
بر عرشِ بریں شہباز تنہا — اے غوث بہاؤ الدین مددے
اے اعلیٰ در عرفان توئی — شہزادۂ غوثِ زمان توئی
الحق چہ عالی شان توئی — اے عارفِ صدر الدین مددے
بو الفتح فتوح الغیب توئی — قطب العالم، لاریب توئی
از روزِ ازل بے عیب توئی — اے بانیِ رکنِ دیں مددے



اشجار الاسماء

حضرت سلطان محمود غزنیواررحمۃ اللہ علیہ کی دوسری حاضری میں "صاحب صوات" نے قادریہ سبق "الا اللہ" پڑھانے کے بعد آپ سے پوچھا کہ "تمہارے پاس شجرہ ہے ؟ آپ نے عرض کی کہ نہیں۔ حضرت اخوند صاحب رح نے اپنے حجرہ مبارک کے محافظ خلیفہ درباری سے فرمایا کہ ہمارے سلسلہ کا ایک ورق میاں احمد بخش پشاوری کا چھاپا ہوا مولوی کو دے دو۔ اور زبان مبارک سے فرمایا کہ ہمارے پیر بابا لو ڈیری رح ان کے پیر حافظ محمدؒ ہشتنگری رح اور ان کے پیر محمدؒ صدیق پشاوری ہیں"
(مناقب محمودیہ قلمی صہ ۱۲۳)

عروۃ الوثقیٰ قلمی صہ ۱۳۰، صہ ۱۱۱ پر بحوالہ میاں احمد بخش بہ "ارشاد از جانب مولنا حضرت شیخ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ" جو سلسلے درج ہیں، انہی کے اسماء گرامی ان اشجار میں درج کیے گئے ہیں۔

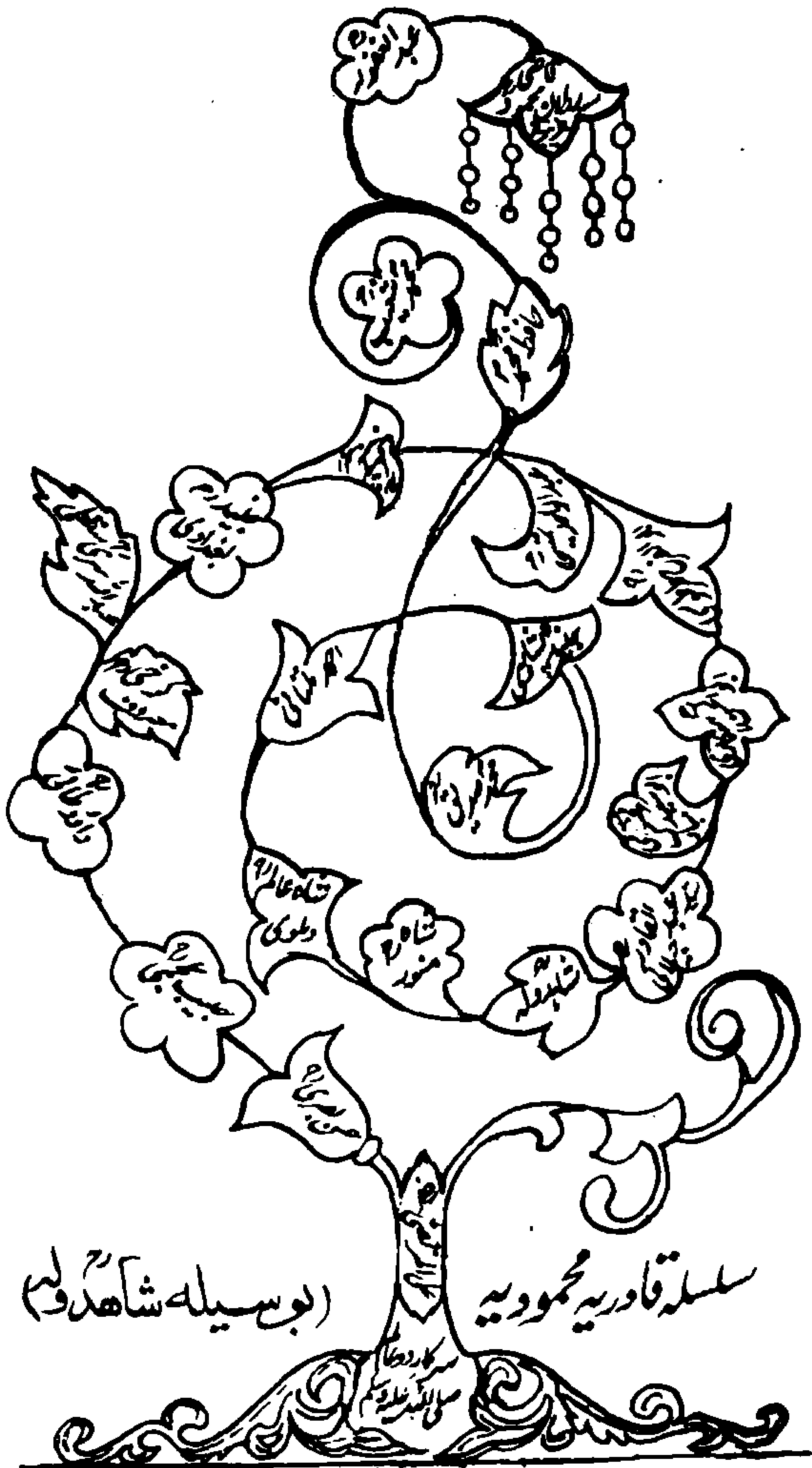
ان اسماء کو برائے تقضائے حاجات حسب ذیل طریق سے پڑھتے ہیں۔

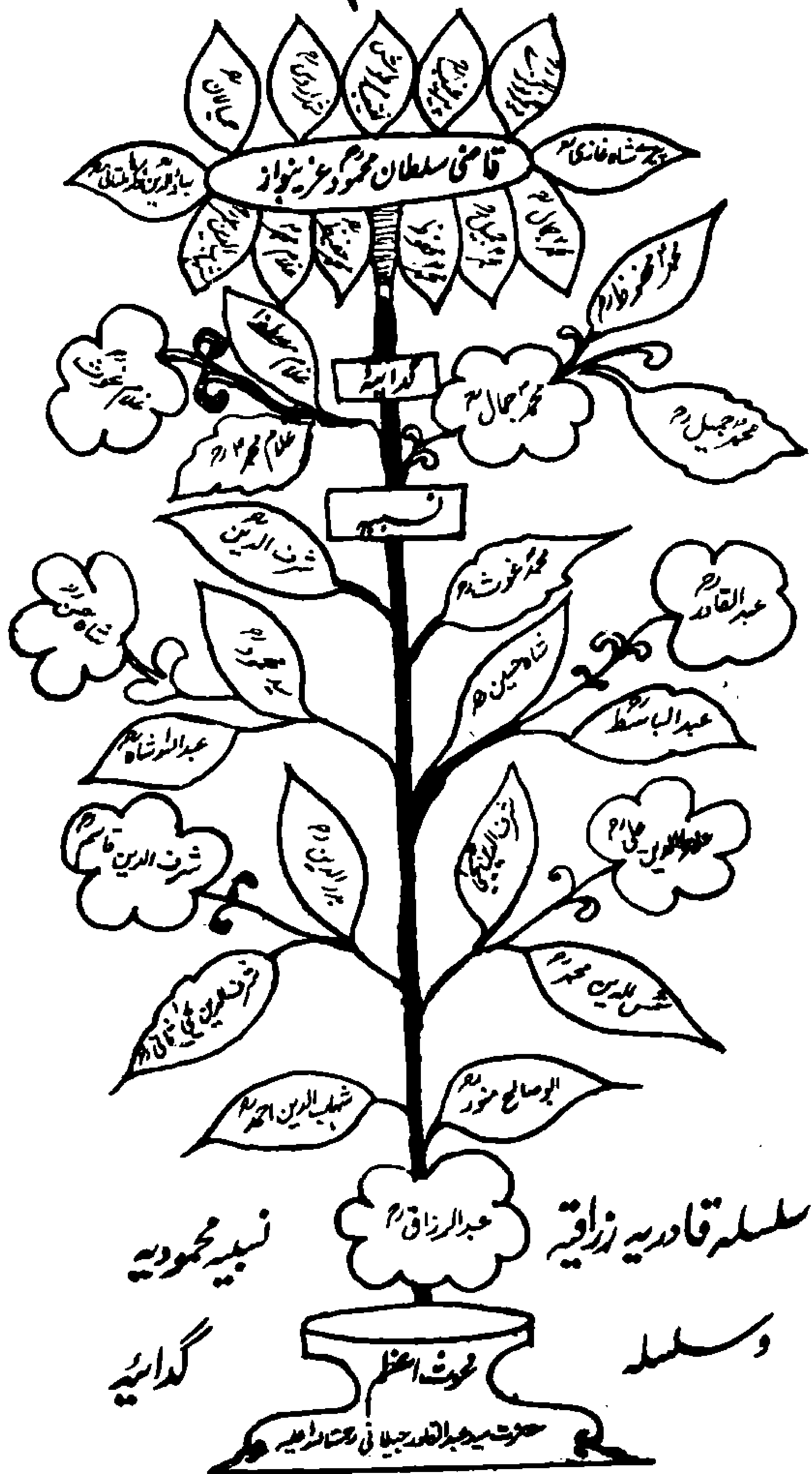
الٰہی بحرمت یا حق یا بحرمت راز و نیاز کہ حضرت شیخ ......
یا تو داشت (مشائخین سلسلہ کا یکے بعد دیگرے نام لے) حضرت اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے بعد کہے۔

الٰہی بحرمت ہادی السبل افضل الرسل حضرت محمد مصطفٰے واحمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم

من بیچاره را تقصیرات دینی و دنیوی عفو گردان و از شفاعت رسول
مقبول محروم نسازه یا اللہ یا رحمن یا رحیم انتَ ولیّٖ
فی الدنیا والاخرة . توفنی مسلما والحقنی بالصالحین ۰




سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
حسن بصری رح
حبیب عجمی رح
شاہ منور
شاہ عالم دہلوی
سلسلہ قادریہ محمودیہ (بوسیلہ شاہد ولی رح)


قاضی سلطان محمود رح غریب نواز
شاہ غازی رح
گدائیہ
نسبیہ
محمد جمال رح
محمد جمیل رح
غلام محمد رح
شرف الدین
محمد غوث رح
شاہ حسن رح
شاہ حسین رح
عبدالقادر رح
عبدالباسط رح
عبداللہ شاہ رح
شرف الدین قاسم رح
علاء الدین علی رح
شمس الدین محمد رح
شہاب الدین احمد رح
ابوصالح منور رح
عبدالرزاق رح
سلسلہ قادریہ رزاقیہ
نسبیہ محمودیہ
وسلسلہ
گدائیہ
غوث الاعظم
حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

سلسلہ قادریہ ۱- رزاقیہ سروریہ

قاضی سلطان محمود غزنوی رح

اخوند عبدالغفور

محمد شعیب رح

حافظ محمد رح

محمد شاہ سوندا

محمد صدیق رح

جنید پشاوری رح

مستان شاہیہ (۱)

سید معصوم رح

حاجی شیر

موسیٰ نگری رح

آدم بنوری رح

(۱) سروریہ

(۲) جلیبیہ

احمد کابلی رح

شاہ کمال رح

شاہ محمد کیملی

غیاث الدین رح

عبدالرزاق

سید جلال رح شانی

خواجہ فضیل

سید کمال الدین رح

سید جلال

بہاؤالدین رح

سید عقیل رح

سید شرف الدین

عبداللہ رح

سید احمد رح

عبدالرزاق رح

احمد مستان رح

(۲) سلسلہ قادریہ
—— رزاقیہ جلیبیہ

(۱) سلسلہ قادریہ
مستان شاہیہ معصومیہ ——

سید عبدالقادر جیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ عالیہ چشتیہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

حسن بصری رض

عبد الواحد رح

فضیل بن عیاض رح

سلطان ابراہیم بن ادہم رح

حذیفہ مرعشی رح

ہبیرۃ البصری رح

ممشاد علو رح

ابو اسحٰق رح

ابو احمد ابدال رح

خواجہ محمد چشتی رح

یوسف بن سمعان رح

خواجہ مودود رح

حاجی شریف زندنی رح

عثمان ہارونی رح

سلطان الہند معین الدین چشتی رح

سلسلہ چشتیہ صابریہ محمودیہ

محمد شعیب رح

اخوند عبد الغفور

حافظ محمد رح

عبد الحق رح

محمد صدیق

جلال الدین

علاؤ الدین

سلطان خواجہ معین الدین چشتی رح

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

قاضی سلطان محمود رح
عزیز آباد
عبد الغفور رح
آدم بنوری رح
احمد کابلی رح
محمد شعیب رح
بادشاہ گل رح
حافظ محمد رح
باقی باللہ رح
محمد شاہ سندی رح
ملون یوسف زئی رح
محمد امکنگی
محمد زاہد رح
محمد نعیم رح
محمد قاضی رح
یعقوب چرخی رح
عبید اللہ احرار رح
علاؤ الدین عطار رح
بہاؤ الدین نقشبند رح
سلسلہ نقشبندیہ محمودیہ

بہاؤالدین زکریا
ملتانی

شہاب الدین عمر رح
سہروردی

ممشاد رح
علو دینوری رح

جنید رح
بغدادی

علی رودباری رح

ابو النجیب ضیاء الدین

سری رح
سقطی

ابو علی کاتب رح

ابو یعقوب نساج رح

معروف
کرخی رح

احمد غزالی

ابوالفتح زنجانی رح

داؤد رح
طائی

حبیب
عجمی رح

خواجہ حسن
بصری رح

حضرت
علی المرتضیٰ
رض

سلسلہ عالیہ سہروردیہ

حضور سرکار
دو عالم صلعم

پندرہواں باب

ضمیمے

نشاطِ روح ازیں اسباق بادا!
مفیدِ کار ایں اوراق بادا! (حسن قریشی)

اوراد قادریہ

اوراد بطریقۂ حضرات قادریہ جنیدیہ محمودیہ زاد منفعتہا، وآن ہشت سبق اند:-

الاول :- نفی واثبات :- لا الٰہ الا اللہ
الثانی :- مجرد اثبات :- الا اللہ
الثالث :- مراقبہ یا حبس نفس۔ اسم ذات با دل بخواند۔
الرابع :- اسم ذات یا اللہ
الخامس :- ھو

السادس: اَللّٰہ ھُوَ
السابع: ھُوَ اللّٰہ
الثامن:- انت الھادی انت الحق لیس الھادی
اِلّا ھو ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلہ وعترتہ بعدد
کل معلوم لک (داخل در سبقہا نیست)

طریقہ ختم سورۂ یوسف شریف وادائے زکوٰۃ آں در سیزدہ
روز ہر روز سیزدہ بار بخواند۔ بعد ادائے زکوٰۃ شیر و برنج بر مساکین
قسمت کند و مدام یکبار وظیفہ لازم گیرد۔ طریقش اینست:- اول
درود شریف بخواند۔ و شروع کند و کلمہ و یتم نعمتہ یازدہ بار
بخواند و بر کلمہ ان ربک علیم حکیم۔ یا اللہ۔ یا رحمٰن
یا رحیم ۲۱ بار و یکبار بخواند و کلمہ واللہ المستعان علیٰ
ما تصفون صد بار تکرار کند و کلمہ واللہ غالب علیٰ امرہٖ
یازدہ بار۔ و بر کلمہ لا یفلح الظالمون ۳ بار - لا الٰہ
الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ و کلمہ ھو
السمیع العلیم یازدہ بار۔ و بر کلمہ ھو اللہ الواحد القہار
ہفت بار بخواند یا مالک الرقاب یا ھادم الادوار یا
مسبب الامور سہل لنا من الامور سبباً لا نستطیع
لہ طلبا بفضلک وجودک واحسانک وانعامک
و بر کلمہ ان اللہ لا یھدی کید الخائنین یکبار یا حی
یا قیوم لا الٰہ الا انت و بر کلمہ انی حفیظ علیم یا روح
الارواح یا واھب الارتیاح و یا ریحان المرتاح

یا فتاح کل امر لا توصف من خلقہ مفتاح افتح لعبدک ابواب فضلک وکلمہ فاللہ خیر حافظا الم صد بار وکلمہ فلما آلوہ مو تفقھم تا وکیل یازدہ بار وبرکلمہ فھو کظیم دہ بار - لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد وکلمہ یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین صد بار وبرکلمہ خروا لہ سجداً سجدہ کند دہ بار درود شریف یازدہ بار حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم دہ بار نصر من اللہ وفتح قریب وبشر المومنین وبرکلمہ ھو العلیم الحکیم یازدہ بار یا لطیف الطف بی وبوالدی ووالدتی واولادی فی جمیع الاحوال کما تحب وترضیٰ انک انت التواب الرحیم وکلمہ انت ولیی تا بالصلحین صد بار بخواند۔ فقط (عروۃ الوثقیٰ صفحہ ۱۱۹-۱۱۸)



اسد العساکر حضرت پیرے شاہ غازی عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

از رشحات قلم حضور عزیز نیاز رحمۃ اللہ علیہ

بدان العزیز اسعدک اللہ فی الدارین کہ حضرات جد یہ اگرچہ ہریک از ایشاں معدن فیوض ظاہر و منبع فیوض باطن بودند چنانچہ کتب محررہ موجودہ ایشاں شاہد دعوی اول و حضور آں مزارات پرنور ایشاں اہل حضور و نظر را شاہد دعوی ثانی است اما یک گلبن ازیں گلستاں یل گلشنے ازیں بوستاں کہ دہان خامہ و خامہ زبان از تحریر و تقریر مقالات و تحریر کمالات ایشاں قاصر و معذور است کہ نبذے از حالات و شطرے از جذبات ایشاں دل مردہ و زبان فسردہ را جانے تازہ بخشد و اسم مبارک آں ہمای اوج کبریا و شہباز ہوای علا حضرت عبد اللہ جیو است ادام اللہ ظلال نوالہ علی رؤس المعتقدین و حضرت ایشاں نبیرہ حقیقی است حضرت حافظ محمد جمیل جیو مرحوم صاحب مزار مقبرہ دادا شہید و گوئید اسم والد مبارک ایشاں حافظ محمد حفیظ جیو مرحوم رحمہم اللہ ابداً بود۔ کہ مدفن مبارک ایشاں موضع ٹھٹھہ موسئے بجوار مزار پاک جد امجد خویش حافظ محمد جمال جیو مرحوم است رحمہم اللہ عن اسلافہم و اخلافہم - اگرچہ اصل زبان آں شہباز اوج لامکان و ماتی حضرات علیہم الرحمۃ ہندی بود مگر بعض الفاظ و اضافات

مخصوصه او چونکه از محل و اقسام و ابراز معانی خویش به نسبت هریک محل بودند۔ ترجمه فارسی اختیار نمود۔ و بعض بعض الفاظ بعینہٖ تبرکاً و تیمناً آورده شد بفضل اللہ و عصمتہٖ

بداں اے عزیز! وقتیکہ آں مہر انور از افق اقبال و اختر از برج افضال طلوع و مطوع فرمود و جد امجد حقیقی ایشاں را خبر کردند۔ بمجرد نظر بر جبیں ماه مبین و اظہر او بفراست قلبی فہمیده والده ماجدهٔ ایشاں را مخاطب نموده فرمودند که بی بی فلانه طفلکے عزیز تو یکی سلاح وار و مرد جنگی معلوم میشود۔ در تربیت و حفاظت او رعائت ملحوظ داری یعنی دنجش او را مجوز نباشی و در سن طفولیت مجذوب الحال بودند و ہمراہیان لہو و لعب را چه که و مہه از زد و کوب فرق نداشتند و باعث شور و شغب و بے آرامی والده مرحومه می بودند واما بسبب قول جد امجد تحمل شاق می کردند جزاہم اللہ۔

روزے سوار اسپ عجیب با لباس فاخره ذی القیمت در راہے ملاقی شد۔ ردا ریشمی قیمتی اورا دیده فرمودند اے سوار ایں سلا را مرا بده۔ چونکه سلا را بعرف عوام یک قسم جامه که از ریسماں سیه و سپید یا سرخ و سپید و لباس غریباں و عاجزاں می باشد آں سوار را ازیں نسبت جامه معزز و گراں قیمت اورا قدرے رنجشے آمد گفت مسلا نادان! شاند دیگرے ہم گفته باشد۔ چند قدمے نرفته که ساق

اسپ او دو پارہ و جُدا شد - ناچار از اسپ فرود آمدہ تلاش ایشاں نمود - لیکن فائدہ نداد -

وحضرت ایشاں را در ایام صبا غلبہ حال چناں بود کہ فرق قلیل وکثیر وکم و زیادہ کم میفرمود - چنانچہ اگر والدہ ماجدہ مرحومہ را بجہتہ تیاری یا آراستگی سقف و دیوار ہا خانہ حاجتے بگل یا خاک افتادے میفرمودند میاں عبداللہؒ نان شما چہ طرح پختہ شود کہ دیگران ماخراب و نابود است - چنانکہ گل یا خاک انبار جمع میفرمودند کہ برائے تیاری ہمہ کافی می بود و حضرت والدہ ماجدہ میفرمودند کہ بس کنید - ومی پرسیدند ماؤ یعنی اے مادر چہ دیگران راست خواہد شد؟ او شاں میفرمودند بلی - تابس میکردند - وہمچنیں آں مکرمہ را اگر حاجتے ذخیرہ خاشاک وہیزم ہا مطبخ و نان پختن بودے - یکبار میفرمودند میاں عبداللہ نان شما چگونہ پختہ کنیم خاشاکے نیست - چنداں کوششے میفرمودند کہ انبار ہا جمع می شد ربس شنیدہ میفرمودند ماؤ یعنی اے مادر نانم پختہ شود -

حکی یوماً حین المکالمۃ مع والدتہ الشریفۃ غلب علیہم الحال وضاق لھم المجال وقال ما قال ثم طار فی الھواء وغاب فی البھاء حتیٰ لم یسمر منہ سامرۃ ولم یخبر عنہ عامرۃ سبحان اللہ الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احدہ

تفسیر و شرح قال ما قال وغلب علیہ الحال از بزرگان خود

چنین شنیده شد - واللہ اعلم - کہ حضرت ایشاں را برادرے بود کلاں، عاقل و ذہین کہ سرانجام ہمہ خانہ و کاروبار دنیا و امامت دیہہ ونشست برخواست با آشنایاں متعلق بالیشاں بفیض بخش جیو نام و دو خواہران بودند سلطان بی بی و جان بی بی مرحومہ و حضرت والدہ مرحومہ کلاں بنابر عرف خلق و عادت عوام در تربیت و ملبوس و مطعوم ایں صاحب رعایت لحاظ داشتے - روزے جامہا ایں صاحب صفاد سپید کنانیدہ حاضر و بر سقف خانہ استادہ بودند فرمودند ماؤ یعنی اے مادر ایں جامہ سپید کدام شخص راست اوشاں جواب فرمودند برادر کلاں شما را ہست - بتقدیر الٰہی مغلوب الحال گردیدہ چادر خود را از طرف طولانی پارہ پارہ نمودہ بقدر دو دو انگشت یک طریز و پارہ بطرف خواہرے و باقی جملہ بطرف خواہر دیگرے انداختند - آں ہر دو صاحبان چادر پاریدہ حاضر بخدمت والدہ مرحومہ کلاں نمودند حضرت کلاں در حالت غضب فرمودہائے میاں عبداللہ تیرا ناس یعنی ہلاک شوی - ایشاں بجواب مغلوب الحالے فرمودند ناس تیرا یعنی ہلاک تو - وتفصیل فرمودند فلاں متعلق را فلاں بلائے و دیگرے را دیگرے، و بہ تخصیص ایں فیجا یعنی فیض بخش صاحب را کہ بہ نعمت ہا و ناز پرورش کردہ، یازدہ زخم خواہد رفت و خود ناگہاں بادے آمد در و غائب شدند کہ نہ اثرے و نہ خبرے ظاہر شد - سبحان اللہ و بحمدہ و برادر کلاں صاحب

به تقدیر الٰہی پس مدتے مطابق فرمودہ در امامت نماز فجر بہمراہی بعض مقتدیاں بآں زخمہاء شمشیر خوردہ شربت شہادت نوشیدند۔ الحمد للہ وسبحانہٗ وبرکت آں طریقہا وپارہ ہا کہ ہر دو خواہر مبارک بخشیدہ بودند چناں شنیدہ شد کہ از اولاد صاحبہ یک طریقہ یکے یکے مرد وصاحب دستار می باشد۔ واز اولاد صاحبہ دیگرے جماعت کثیر تا حال می باشد۔ سبحان ربی الاعلیٰ

کمالات وجذبات آں شہباز لا مکان پرواز دیگر ہم اگرچہ کثیر بودند۔ اما عدم تیقن سماع اوشاں باعث عدم نگارش آمد وایں ہمہ احوالات یقینیہ در اوائل عمر بل قبل از ظہور ریحانہ ریش مبارک می گویند۔ واللہ اعلم

وایں ناداں را در ۱۲۸۲ھ یعنی ہشتاد و دوئم بعد از دوازدہ صد ہجری نبوی وقت طالب علمی دوآبہ افغانستان کہ وقتے قریب حاضری وبیعت بحضرت غوث زماں قطب دوراں صاحب علیہم الرحمۃ شریف صوات بود یکبار زیارت حضرت ایشاں شدہ بود لکن پردہ جہالت ولاعلمی ماند۔ ودر ۱۲۹۴ھ یعنی نود وچہارم بعد صدہا مذکور کہ ایام دورہا (ودر ایں جملہ دورہا مزارات جملہ از اول تا آخر باشارات صاحب مبارک گجرات بودہ اند) بزیارات سیالکوٹ ولاہور وبھیرہ وکھڑی مبارک فیض اوشاں حسب قدر ایں ناداں ہم شد۔ لکن بطرز زیارت اول در لباس

عدم تمیز و جہالت ماند و در ۱۲۹۹ھ یعنی نود و نہ بعد صدہا
مذکور کہ وقت دورہ بمزارات بزرگان جدیہ خود ہم بود
قدرے قلیل امتیاز بخشیدہ شکل اشنائی قلیلہ ہم پیدا
فرمودند و در ایام اظہار خود اکثر بصورت قہرانہ و جابرانہ
و حاکمانہ نمود میکردند و گاہے بشکل وزدانہ ہم ملبوس
می شدند۔ شاید اشارت بہ پنہانی ایشاں باشد۔ واللہ
اعلم و علمہ اتم۔ لیکن مدار دورہا مثل مدار فلک الافلاک مزید
و مدید گردید تا کہ یک قطب از دورۂ حد ملتان و دیگری
پشاور بلکہ ملک سیدو شریف مبارک صوات و مابین این
ہر دو از ملک افغانی و پوٹھار و ہنی و ملحقات ایشاں از
پنڈو بھیرہ و متعلقات لاہور از حجرہ شاہ مقیم و شیر گڑھ
و کلانور در بٹالہ و موضع مشانی داخل آں دورہ تا چہار سال ماندند
و در ابتداء ۱۳۰۰ھ بلکہ اول از و قدرے یعنی ہشتم سال از صد چہاردہم بحکم تمامیت آں دورہ
از دربار نوربار صاحب گجرات فرمودہ بہ تکلیفات شاقہ
و بلیات لایطاق امرا مت حدود قربہ۔ فرمود بعد
از سالے یا کم زیادہ ظہور اکمل فرمود نشانہا قدیمہ بیان
نمودہ شد دیگبار در دورہ علاقہ کھڑی و میرپور خصوصاً بقرب
جوار مزار حضرت نوربار صاحب و سرکار دمڑی پروازے
ازاں شہباز ہوا ازاں ہما دو زیدہ و دیدہ سبحان اللہ
و بحمد اللہ آں مزار چہ بہشتے است بریں برایں زمین و چہ
آب حیاتی است دریں جہاتی کہ سوختگاں غم والم را جانے

تازہ و مردگان اندوہ وہم را حیاتے بے اندازہ می بخشد مرد طالب را ضرور فرضے است کہ یکبار بر آں مزار مشرق الانوار کعبہ عاشقاں و قبلہ معشوقاں ضرور گذرے کردہ از زائد لاتحصی ذخیرہ کثیرہ جمع نمائد و ایں نافہم از مدت ہژدہ سال یا زیادہ ازیں نعمت زیارت شاکر و حامد ذات کبریا است۔ در بعض سالہا اتفاق روز پانزدہم ہم افتاد الحمدللہ و لہ المنة و نعمت مجذوب الحالے ایں شہباز میراث باولاد و امجاد ایشاں ہم رسیدہ حضرت غلام رسول جیو کہ برادر زادہ آں حضرت و جدما اند حقیقی ایں ناقص و روحانیت حضرت ایشاں را بآں شہباز بلند پرواز بسیار علاقہ و تعلق معلوم میشود واللہ اعلم چنانچہ اکثر اوقات بقرب جوار اوشاں روئے نمائند واللہ اعلم۔ و عمرے طویل داشتہ و بعلوم ظاہر ہم کسبے وسعی فرمودہ از حصہ باطن اول بصورت بحال و شریعت تا شصت سال بلکہ زیادہ چنانچہ ختم ہر روزہ دلائل الخیرات و باقی وظائف ہر وقت مشغول می بودند و در آخر عمر بست سال بلکہ زیادہ ازاں مجذوب الحال گردیدہ و در آخر رشتہ امتیاز و ہوش بالکل از دست دادند۔ شب رحلت ایشاں شخصے معتبر نقل کردہ کہ از اسمان جانوران جسیم و مہیب چنداں نزول فرمودہ کہ گویا روئی زمین تمام پوشیدہ شد و آثار جلالیت تامہ و بہایت از مزار فائض الانوار ایشاں کہ بگورستان مغربی مائل بشمال موضع برنالہ واقع است

درچشم اہل نظر و شہود (روشن) اظہر من الشمس است۔ و
قرب ایشاں باں شہباز نیز ظاہر و معلوم میشود واللہ اعلم
و ثانیا و دیگر حضرت دین احمدؒ جیو کہ بنیرہ غیر حقیقی آنحضر
و عم حقیقی ایں احقر اند و از ابتدار ولادت تا لب مرگ
کہ عمرے زائد از پنجاہ سال گذرا بندہ درحالت مغلوب
الحالے ماندہ۔ عجیب آنکہ حیرت و ہیبت لازم ایشاں
بود و مزار ایشاں نیز درچشم ناظر باعث است مطرّاو واقع
است درگورستان موضع بھروال سبحان اللہ وبحمدہٖ و از
ایشاں یک پسرے است برآں طرز و طریقہ کہ عمرش
از بست سال زائد شد و ہموں حال و تحریر ایں ہمہ خام
دکجی بنا برارشاد اشارتے است واللہ المستعان للوصول
الی المامول ۱۲۔ ۱۳۱۳ھ رقمہ الحقیر سلطان محمود

نمونہ خط و حاشیہ

حضرت قاضی سلطان محمود غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله العلی الاعظم والصلوۃ علی رسولہ الاشرف الاکرم
بالله [illegible] [illegible] باقی [illegible] الی [illegible] فی
شرح العقائد [illegible] جلال الدین الدوانی رحمہ [illegible] علی سوابق الجزء
من قلم [illegible] [illegible] الذی [illegible]
فی ھذا [illegible] العبد محمود فی حاشیتہ
مولانا محمد [illegible] المدعو [illegible]
۲۳ جمادی الاولی ۱۳۸۴ [illegible]
مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۶۴ء

بعض اسمائے مشائخین

(از پروفیسر معین الدین حسن قریشی ایم۔اے ایل ایل بی)

*

بعض نسبتی الفاظ جو اسمائے مشائخین کے ساتھ وابستہ کئے گئے ہیں۔ ان میں اختلافات ہیں۔ مثلاً حضرت ابو سعید مبارکؒ کو بعض مخزومی لکھتے ہیں۔ بعض مُخرّمی اور بعض مخدومی وغیرہم۔ اس طرح سے اکثر غلط الفاظ جن کے تلفظ آسان ہوتے ہیں رائج ہو جاتے ہیں اور اصل مفقود ہو جاتے ہیں اسی خطرہ کے پیش نظر چند مختلف نسبتی الفاظ کی چھان بین کی گئی ہے۔ اور جسقدر مواد میسر ہو سکا ہے اُس کی بنا پر اس نوٹ میں صحیح الفاظ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

وَاللّٰہ اعلم بالصواب ط

حضرت ابو سعید مبارکؒ مُخرّمی

(۱) حضرت کے نام کے ساتھ عروۃ الوثقیٰ قلمی کے مختلف صفحات (۱۶، ۱۹، ۲۷، ۳۲) پر مخدومی کا لفظ تحریر کیا گیا ہے اور صفحہ ۲۱ پر "مخدوم جہاں مخدومیِ ما" میں بھی "مخدومی" کی رعایت رکھی گئی ہے اور شجرہ قادریہ غفوریہ مطبوعہ کورٹ آف وارڈس پریس میں بھی مخدومی تحریر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ لفظ زیادہ تر ہندوستان ہی میں مروّج

ہے۔ عربی میں نسبتی طور پر اس کا استعمال نہیں دیکھا گیا اور ایران میں بھی کم مستعمل ہے

(۲) سید عبدالمعبود نے اپنے کتابچہ "مخزن اسرار الٰہیہ" کے اختتام پر سلسلہ قادریہ غفوریہ میں یہ شعر درج کیا ہے۔ ؎

بوالفرح طرطوسی و بوالحسن نہکاری ازو
بوسعید مخزمی را نصرت دیاری از و

مخزمی پر نوٹ دیکر وہ لکھتے ہیں کہ "مخزم بالفتح اول و سکون ثانی صحیح است"۔ لسان العرب۔ منتہی الارب۔ اقرب الموارد۔ برہان قاطع۔ غیاث اللغات۔ شمس اللغات۔ بستان (معجم لغوی) جامع اللغات۔ فرہنگ آنندراج۔ لغتنامہ دہخدا ایران۔ لغات احسانی۔ فرہنگ عمید اور صراح میں مَخزَم کا لفظ نہیں ہے مِخذَم بالکسر (تیغ براں) ہے۔ لیکن ذال اور زے کا فرق بھی ہے یا مُخَزَّم ہے جس کے معنے لسان العرب میں "والمُخَزَّمُ مِنْ نعتِ النَّعامِ قِیلَ لہ مُخَزَّمٌ لِثقبٍ فِی مِنقارہ۔ بستان میں المُخَزَّمُ النُعامُ مُثَقَّبٌ فی مِنقار۔ منتہی الارب (مترجم) مُخَزَّم معظم از اعلام است"

اس کے علاوہ تذکرہ جات اولیاء کرام اور دوسری کتب میں "مخزمی" کا لفظ لکھا ہوا کہیں نہیں دیکھا گیا۔ اس لئے اس لفظ کا استعمال بھی خلافِ اسناد اور خلافِ قیاس ہے۔

(۳) "شاہنامہ غوثیہ (پنجابی) از دائم اقبال دائم میں تذکرہ غوث پاکؒ کرتے ہوئے لکھا ہے " آپ دے مرشد طریقت ابوسعیدؒ الخیری المبارک " اوراس طرح نظم کیا ہے۔

حضرت ابوسعیدؒ الخیری کولوں دولت نسب طریقت دی پائی میراں
لاہاں لگلیاں نور فیضاں دیاں خرقہ پوشی دی شمع جگائی میراںؒ

حضرت ابوسعید مبارکؒ کے ساتھ الخیری کا لفظ دائم صاحب کی جدت طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے اس کی اور کوئی سند نہیں ملی۔

(۴) سیرالاقطاب میں الہدیہ الچشتی العثمانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔" پیر خرقہ آں حضرت شیخ ابوسعید المخزومی اند" ۔ لفظ "خزومی" کی بھی کوئی سند نہیں ملی۔

(۵) "مخزومی" کا لفظ بہت سے مصنفین نے لکھا ہے ۔ تاریخ آئینہ تصوف ۔ حقیقت گلزار صابری۔ تصوف اسلام (عبدالماجد) انوارالاولیاء (سید رئیس احمد جعفری) خزینۃ الاصفیا (مفتی غلام سرور) سفینۃ الاولیاء (داراشکوہ) دیغرھم میں ابوسعید مبارکؒ مَخزُومی ہی لکھا ہے۔

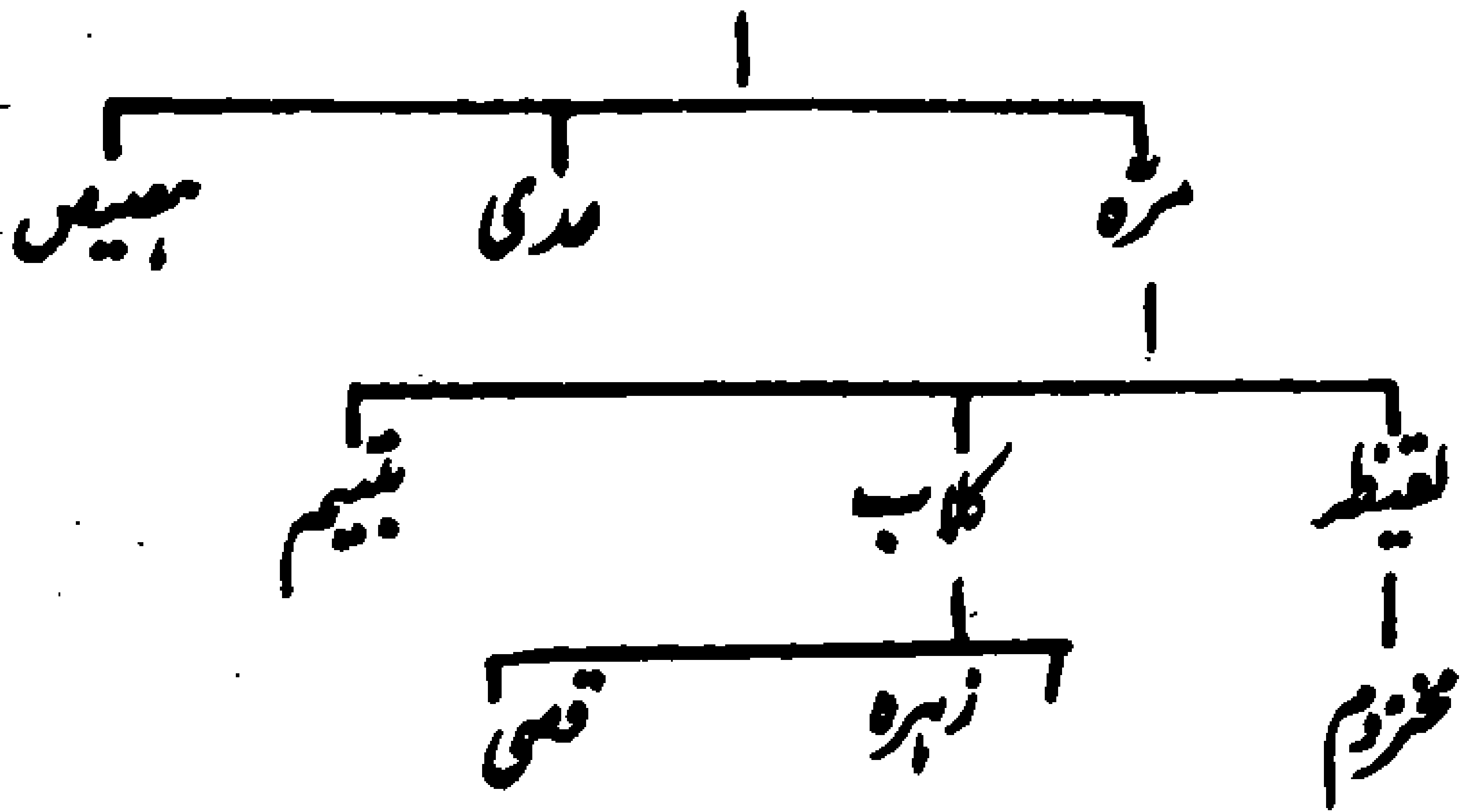
نفحات الانس میں مولٰنا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں :-

" الشیخ ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح بن عبداللہ الجیلی لبس الخرقۃ من ید الشیخ ابی سعید المبارک بن علی المخزومی۔" صاحب تحفۃ الابرار (آفتاب بیگ)

بھی آپ کو ابوسعید مخزومی لکھتا ہے اور حاشیہ میں تحریر ہے کہ "مخزوم محلہ ہے بغداد میں اور مخزوم برائے مہملہ قبیلہ ہے عرب میں"۔ میرا خیال ہے کہ مصنف حاشیہ میں بالکل اُلٹ کہہ گیا ہے۔ حالانکہ مُخرّم (برائے) محلہ ہے اور مخزوم قبیلہ ہے عرب میں۔ اسکی کافی اسناد ہیں۔

'مخزوم' کے لغوی معنے ہیں۔ 'ناک چھدا ہوا'۔ کُلّ مثقوبٍ مخزومٌ (صراح۔ لسان العرب) اور ساتھ ہی "پدر حیّی از قریش" بھی لکھا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (لیدن) میں اس لفظ پر طویل مقالہ سپرد قلم کیا گیا ہے کہ بنو مخزوم مکہ معظمہ کا بہت متمول قبیلہ تھا جو کافی عرصہ بنو اُمیہ کا حریف رہا۔ مغیرہ بن عبداللہ (معاصر حضرت عبد المطلب) کیوجہ سے اس قبیلہ کو کافی فوقیت حاصل ہوئی (یہ مخزوم کا پوتا تھا) اس طرح سے یہ لفظ مغیری اور مخزومی ہم معنی کے طور پر مستعمل ہوئے جنگ بدر میں مخزومیوں کو بہت بڑی شکست ہوئی۔ اور اس طرح بنو اُمیہ آئندہ کے لئے اُن پر چھا گئے۔ سراج الدین مخزومی الحمصی (نبوت آنحضرت صلعم کا مخالف) ولید بن مغیرہ اور حارث بن ہشام مخزومی۔ امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ختمہ بنت ہاشم مغیرہ کی پوتی مخزومی تھیں

"تاریخ جلیلہ" میں قریش کے قبیلہ کا سلسلہ حسب ذیل طریق پر دیا گیا ہے۔



چنانچہ مخزوم بن یقیظہ کی اولاد بنی مخزوم کہلاتی ہے۔
حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی جدہ ماجدہ فاطمہ بنت
عائذ اور اُم المومنین اُم سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ
بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بھی اسی قبیلہ سے تھیں۔
"لغتنامہ دہخدا" ایران میں ابوسعید مخزومی کے آگے
لکھا ہے " وراینجاہ ورقہ شعر است ابن الندیم"
جامع اللغات میں "ابوسعید بن المسیب المخزومی از فقہاء سبعہ
مدینہؓ تحریر ہے۔

چنانچہ مندرجہ بالا روایات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ "مخزومی"
کا لفظ بھی کافی مستند ہے اور کیونکہ یہ قبیلہ قریش میں
سے ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ابوسعید مبارکؒ
مخزومی درست ہو۔

(۵) لیکن بعض اسناد اس سے بھی مختلف ہیں۔ ایس ایے
سالک صاحب اپنی کتاب انگریزی "سینٹ آف جیلان"

میں آپ کو قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخرّمی لکھتے ہیں اس طرح "مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین" میں "لقب آپ کا ابوسعید اور نام آپ کا مبارک بن علی بن حسین بندار البغدادی المخرّمی" تحریر کیا ہے۔ ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ " مُخرِم بکسر رائے مہملہ مشدّدہ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے اس محلہ میں بعض اولاد یزید بن مخرّم اُترے تھے اسوجہ سے اس محلہ کا یہ نام ہوا۔ اس کو ذکر کیا ہے منذوئے اور ایسا ہی لکھا ہے طبقات حافظ بن رجب حنبلی نے"۔

"تذکرہ سیدنا غوث اعظمؒ" میں طالب ہاشمی نے بھی آپ کو مخرّمی لکھا ہے۔ "محبوب سُبحانی" جو زیر سرپرستی نقیب پیر سید محمد طاہر علاؤ الدین بغدادی انجمن قادریہ کوئٹہ نے نشر کی ہے اس میں بھی "ابوسعید مُخرّمی" لکھا ہے

والٹر براؤن (جرمن) اپنی تصنیف "فتوح الغیب از سیّد عبد القادر جیلانیؒ (برلن۔۱۹۳۲) میں ابوسعید (ن۔ سعد) المبارک بن علی المُخرَمی یا المُخرِّمی لکھتے ہیں۔ وہ مخزوم کو غلط گردانتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (لیدن ص۵۶۸) میں بغداد قدیم کی جغرافیائی ہیئت کے ذکر میں درج ہے کہ "دار الرّوم (مکانات نصاریٰ) اور المُخرّم بغداد کے جنوب مشرق میں واقع تھے۔

سیدنا عبدالقادر جیلانی رح کے تذکرہ میں بھی اسی انسائیکلو پیڈیا (صفحہ ۱۴۱) پر تحریر ہے کہ آپ کو خرقہ قاضی ابوسعید مبارک المخزمی نے عطا فرمایا۔ مخزوم کے لفظ پر طویل نوٹ لکھنے کے باوجود آپ کو المُخَرّمی لکھنا بغیر تحقیق کے نہیں۔ لہذا ان ثقہ اسناد کی بنا پر میرے خیال میں ابو سعید المبارک المُخَرِّمی پڑھنا زیادہ صحیح ہے۔

حضرت ابوالحسن عبداللہ سَرِی سَقَطی رح

عروۃ الوثقیٰ" قلمی صفحہ ۲۴، ۲۹، اور ۳۵، ۵۹ پر بالترتیب حسب ذیل شعر ہیں۔

بسِرّ سِرّی سقطیؔ امام کشورِ ایقان	وحید عصر خویش از فرط علم و دانش و تقوی
بحرمت بوالحسن کہ سرّی خلاست نام مبارک او	بسر و اطوار شرع عارف بجملہ اسرار عشق دانا
بحق شیخ دین معروف کرخی عابد زاہد	بحق عارف سرّیؔ لقب فخر مسلمانی
باز بکرخی رسید منصب ارشاد و دین	سرّی و سقطیؔ لقب کرد بعد و اقتدا

نظم میں سِرّی سقطی بکسر اول و رائے مشدّدہ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح صاحب خزینۃ الاصفیا نے بھی منظوم کیا ہے۔

جناب شیخ سری شیخ آفاق	کہ ذاتش بود در ہر دو جہان طاق

"تذکرہ علی ہجویری" میں حکیم سید امین الدین احمد دہلوی نے بھی سِرّی لکھا ہے۔

جنیدؒ از سری و سقطیؒ بپوشد	لباس پارسائی را چہ خوش دید

مصنف انوار الاولیاء نے بھی "سِرّی سقطی" استعمال کیا ہے
اور مناقب محمودیہ قلمی میں بھی سِرّیؒ اور سرّی تحریر
ہے

آے آنکہ بری از ہر غلطی در علم و عمل زیبا نمطی
سلطانِ جہاں سِرّی سقطی بر زمرۂ معتقدین مددے

لیکن تاریخ آئینہ تصوف۔ تذکرہ اولیاء (از مرزا محمدؐ خاں
قزوینی طہران) انوار الاصفیاء اور تذکرہ سیدنا غوث اعظم (طالب
ہاشمی) میں بغیر اعراب کے ہے "محبوب سبحانی" (از سیرت
انجمن قادریہ کوئٹہ) میں بھی بغیر اعراب کے ہے لیکن آخر
میں شعر حسب ذیل ہے

سلام آں سری سقطی را کہ حجت بر طریق آمد
مرا آموز راہ حق خصوصًا علم انسانی

تواریخ الاولیا (امام الدین) حصہ دوم میں بغیر اعراب کے ہے
اور حصہ اوّل میں با تشدید راء استعمال ہوا ہے
لیکن لغات عربی اور فارسی میں سِرّی لفظ ہی مفقود
ہے المعجم الاعظم میں رَجُلٌ سِرّیٌ ہے جسکے
معنی "چھپ چھپ کے چیزیں بنانیوالا" ہے لیکن اس
لفظ کو حضرت سقطیؒ سے کیا مناسبت ہو سکتی ہے۔ جو
اپنی دکان پہ بازار ہی میں اپنا کاروبار اور ذکر الٰہی فرمایا کرتے
تھے۔ علاوہ ازیں اس لفظ میں راء اور یائے دونو مشدد ہیں
اکثر لغات میں لفظ سَرِی بروزن پری بمعنے سرداری

تحریر ہے (فرہنگ آنند راج - برہان قاطع - فرہنگ عمید ذیرہم)
سَرِیّ ہے جس کے معنی لسان العرب میں السریّ
الرفیع ، والسَّرِیّ المختار درج ہے - اقرب الموارد
میں اس کے معنے بہنا ہے یا چھوٹی نہر (معجم الاعظم)
فرہنگ عامرہ میں سَرِی بمعنی سرداری اور سَرِیّ
بمعنی "چشمہ یا سردار" ہے - قرآن مجید میں بھی چشمہ کے
معنی میں استعمال ہوا ہے (قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ
سَرِيًّا سورۂ مریم ۲۴) لغات احسانی میں "سَرِی بمعنی
سرداری سپہ سالاری" اور سَرِیّ بمعنی مرد بزرگوار
سردار کے ہیں - چنانچہ "سِرّی سقطی" کی بجائے سَرِی
سَقَطِی یا سَرِیّ سَقَطِی زیادہ صحیح ہے صاحب تحفہ ۱
الابرار نے لکھا ہے "سری سقطی - سری بفتح سین
وکسر رائے و تشدید یائے بمعنے جواں مرد - سقطی بمعنے
خوردہ فروش" - فرہنگ آنند راج میں "سری بروزن
پری بمعنے سرداری و بمعنے سرائے و آں سری یعنی آں
طرفے - نام شیخ است از اولیاء اللہ کہ اورا شیخ سری
سقطی گویند" غیاث اللغات میں "سری سقطی - بفتح اول
وکسر رائے مہملہ و تشدید یاء و فتح سین مہملہ و فتح قاف
وکسر طائے مہملہ - نام بزرگ است (از منتخب)" برہان
قاطع میں "سری بفتح اول بروزن پری سرداری - - - یکے از
اولیاء اللہ است مشہور بہ سری سقطی" - منتہی الارب

میں " سَرِیّ : کغنی جوئے خردکہ جانب خرما بنان رود ۔ و سری سقطی زاہدے معروف و نیز نام جماعتے ۔ "
چنانچہ مخبر الواصلین میں سَرِی سقطی ہے ۔
عمدہ اولیا سَری سقطی ۔ قدوۂ اصفیا سری سقطی
نفحات الانس کے سلسلۃ الذہب میں بھی اسیطرح ہے ۔

ہم درآں وقتہا سری سقطی — آں سریع طریق جو بہ لبطی
چوں مناجات او سری بشنید — سوئے او چوں سرشک خویش دوید

انسائیکلوپیڈ آف اسلام (لیدن) میں حسب ذیل (انگریزی میں) نوٹ ہے ۔ " سَرِی (سابق سَرُویۂ عربی : سَرِیا) فارس میں ایک قصبہ جو پہلے طبرستان (مازندران) کا دارالخلافہ تھا ۔ کسپین بحر خضر سمندر سے اٹھ میل کے فاصلہ پر ۔ سَرِیُ اَلسَّقَطِیْ : ابوالحسن سَرِیُ بن مُغَلِّس (وفات ۲۵۳ یا ۲۵۸ہجری) سَرِی کا لفظ عیسیٰ کے ہم معنی کہا گیا ہے بمعنی رفیع ۔ "
ہندؤں میں شری کا لفظ اس سَرِی لفظ کے ہم معنی اور اسی کا بگڑا ہوا " تلفظ معلوم ہوتا ہے ۔
نیز اکثر تذکروں میں آپ کے والد ماجد کا نام " مفلس " لکھا ہوا ہے نفحات الانس میں بھی اس طرح ہے ۔ حالانکہ یہ لفظ مُغَلِّس ہے بالغین نہ بالفاء ۔ (بحوالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (لیدن)

شیخ ابوالحسن قریشی الہنکاریؒ

اکثر کتب میں لفظ "ہنکاری" اسطرح لکھا ہوا ہوتا ہے کہ یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ لفظ 'ہ' سے شروع ہوتا ہے یا نون سے۔ چنانچہ سید عبدالمعبود نے اپنے کتابچہ "مخزن الاسرار الالٰہیہ" کے آخر میں شجرہ عالیہ قادریہ غفوریہ محمودیہ میں یہ شعر تحریر کیا ہے

بوالفرح طرطوسی وبوالحسن نہکاری اند بوسعید مخزمی را نصرت دیاری از د

لفظ نہکاری پر نوٹ دے کر وہ تحریر فرماتے ہیں
"بکسرہ نون و سکون ہا نام مسکنے است۔ کما فی معنی اللبیب بجمال الدین ہشام انصاری و اقرب الموارد۔ ولفظ ہنکار کہ بہائے اول خوانند محض غلط است و بیجاست۔"
اس لفظ نہکار کو عربی اور فارسی لغت ہائے میں بہت تلاش کیا گیا ہے۔ کہیں نہیں ملا۔ اقرب الموارد میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔

اس کے برعکس خزینۃ الاصفیاء میں شیخ ابوالحسن قرشی ہنکاری۔ نام علی بن محمود بن جعفر الہنکاری لکھا ہے۔ نیز شیخ حمید الدین ابوحاکم کو بھی قرشی الہنکاری لکھا ہے تحفۃ الابرار۔ تاریخ الاولیاء۔ انوار الاصفیاء۔ انوار الاولیاء۔ محبوب سبحانی۔ تاریخ آئینہ تصوف۔ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین

نفحات الانس میں بھی لفظ ہنکاری ہے نہکاری نہیں۔ اگرچہ مؤخرالذکر میں آپ کے بزرگان کے ناموں میں صاحب خزینۃ الاصفیاء سے اختلاف ہے کہ اسمیں "شیخ ابا الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری الخ" لکھا ہے (پیر نبی بخش "شیخ محمد المشہور جعفر بن یوسف لکھتے ہیں ابن خلکان "شیخ احمد" لکھتے ہیں)

تاریخ جلیلہ۔ گلزار حاکمی اور تذکرہ حمیدیہ (شیخ شہر اللہ) جو کہ حضرت حمید الدین ابو حاکم قریشی ہنکاری (مؤ مبارک ضلع رحیم یار خاں۔ بہاولپور ڈویژن) اور ان کی اولاد پر لکھی گئی ہیں وہ سارا ہنکاری خاندان ہی ہے۔ جس میں حضرت ابوالحسن علی ہنکاری بھی شامل ہیں۔ صاحب تاریخ جلیلہ تحریر کرتے ہیں۔ "حضرت یوسف بہ سبب بعضے ہرج مرج بنی امیہ جو کہ اہلبیت رسول کریم صلعم سے وقوع میں آئی مدینہ منورہ کی سکونت چھوڑ کر افات جبل ہنکار جو قبۃ الاسلام بغداد شریف کے حوالی میں ہے اختیار کر لی۔ . . . ہکاری اکراد کے ایک قبیلہ کی طرف منسوب ہے۔ جو صاحب مواقل و حصون ہیں۔ نیز ایک قری کا نام ہے جو بلاد موصل سے اس کے مشرق کی سمت ہے" صاحب تحفتہ الابرار بلفظ ہنکار بمعنے "با عنبال توابع موصل" تحریر کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ہنکاری ہی صحیح لفظ

معلوم ہوتا ہے۔

حضرت اخوند محمدؒ شاہ سُدنیؒ

عروۃ الوثقیٰ قلمی اور مناقب محمودیہ قلمی (نظم اور نثر) میں آپ کو اخوند محمدؒ شاہ سدومی تحریر کیاگیا ہے۔ سدوم لُوط علیہ السلام کے زمانے کا شہر ہے۔ جہاں کے جمالی خربوزے (Apples of Sodom) انگریزی زبان کے محاورے میں آئے۔ اس شہر کو خصوصی شہرت اس وجہ سے ہوئی کہ یہاں کے قاضی نے لواطت اور اغلام بازی کے جواز میں فتویٰ دیا۔ اور اسی سے انگریزی زبان کا لفظ (Sodomy) ساڈومی نکلا۔ جو تعزیرات پاکستان میں ایک جرم ہے چنانچہ سدومی اس لفظ کی یادگار ہے۔ اسلئے اسے حضرت کے نام کے ساتھ نسبتی طور پر تحریر کرنا اچھا نہیں۔

مختلف تذکرہ جات اور کتب اولیاء کرام میں کہیں یہ لفظ کہیں نہیں ملا تحفتہ الابرار میں " اخوند شاہ سدرانی تحریر ہے۔ اور مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین میں" حضرت اخون شاہ سُدنی" ہے۔ ان کی" ولادت ۱۰۹۳ھ وفات ۱۱۹۱ھ اور مزار صحرائے سوات" تحریر ہے اسی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام اخون یا اخوند محمدؒ شاہ سدنی ہے جو صوتی لحاظ سے سدومی کے زیادہ قریب ہے۔ بہ نسبت سُدرانی کے۔ اسلئے اخوند محمدؒ شاہ سدنی ہی

درست معلوم ہوتا ہے۔ ویسے تُندَن ایک افغانی کشمیری قوم بھی ہے۔

محمود انجیر فغنویؒ

آپ کا نام اکثر کتب میں "محمود الخیر فغنویؒ" لکھا ہے۔ (تاریخ آئینہ تصوف۔ خزینۃ الاصفیا۔ علی بن حسین واعظ کاشفی نے "رشحات" میں محمود انجیرؒ فغنوی لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ "مولد انجیر فغنی آست دیہہ از بخارا اور پرنسپل محمدؒ صغیر حسن نے بھی "انجیر فغنؒ" لکھا ہے۔ جو وابکنے کے مضافات میں بخارا سے تین فرسنگ پر ہے۔ لیکن تحفۃ الابرار اور تذکرہ اولیائے نقشبند میں آپ کا مولد "انجیر فغنؒ" لکھا ہے نفحات الانس میں محمود انجبر فغنوی مطبوع ہے۔ اب ان مختلف الفاظ میں قصبہ کا نام کونسا صحیح ہے۔ آیا الخیر فغن ہے۔ انچر فغن ہے "انجیر فغن ہے یا انجبر فغن؟ پہلے اور آخری الفاظ کی ثقہ اسناد کوئی نہیں ہیں اسلئے انہیں سے صحیح ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد انجیر فغن اور انچر فغن میں سے اول الذکر زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور مؤخر الذکر میں جیم اور یائے کے نکتے جمع ہو جانے سے مغالطہ پیدا ہو جانے کا شبہ ہے۔ اس لئے آپ کا اسم گرامی محمود انجیر فغنویؒ ہی درست معلوم ہوتا ہے۔

جدول حقائق متعلقہ مشائخ عظامؒ

مندرجہ کوائف مختلف کتب سے اخذ کئے گئے ہیں بعض اختلافات بھی ہیں۔ یہاں پر زیادہ مستند کا اندراج ہے۔ جہاں ممکن ہو سکا ہے۔ مختلف تواریخ درج بھی کر دی گئی ہیں۔ بعض مشائخین کے حالات بوجہ محدود وسائل دستیاب نہیں ہو سکے۔ اس لئے ان کے آگے خانہ جات خالی چھوڑ دیئے گئے ہیں تاکہ جن حضرات کو میسر ہو سکیں وہ ان میں درج کر دیں۔

(معین الدین حسن قریشی)

سلسلہ قادریہ محمودیہ

نام	ولدیت	جائے پیدائش	تاریخ پیدائش	تاریخ وفات	مزار
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	عبداللہ بن عبدالمطلب	مکہ معظمہ	۱۲ ربیع الاول عام الفیل	۱۲/۱ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ عمر ۶۳ سال	مدینہ منورہ
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	ابی طالب	مکہ معظمہ	۲۳/۲۵ سال قبل از ہجرت	۲۱/۲۳ رمضان سنہ ۴۰ھ	نجف شریف

حضرت حسن بصریؒ	موسیٰ راعی	مدینہ منورہ	سنہ ۲۱ھ	سنہ ۱۱۰/۱۱۲ھ ۵ رجب ۲/۵ محرم سنہ ۱۱۱ھ	قدیم بصرہ
" حبیب عجمیؒ		فارس		سنہ ۱۵۶ھ ۳ ربیع الاول ۹ رمضان المبارک	بصرہ
" داؤد طائیؒ	نصر طائی			سنہ ۱۶۲/۱۶۵ھ ۲۸ ربیع الاول	بغداد
" معروف کرخیؒ	فیروز/علی	کرخ (بغداد)		سنہ ۲۰۰ھ ۲/۲۰ محرم	بغداد کرخ
" عبداللہ سری سقطیؒ	المغلس			سنہ ۲۵۰ھ ۳ رمضان	بغداد
" جنید بغدادیؒ	محمد بن جنید	بغداد		سنہ ۲۹۷ھ ۲۷ رجب سنہ ۲[illegible]ھ	بغداد
" ابو بکر شبلیؒ ولقب یا جعفر نام	یونس/محمد	بغداد/سامرہ یا اشبلہ	سنہ ۲۴۶/۲۵۵ھ	سنہ ۳۳۴ھ ۲۸/۲۷ ذی الحجہ	بغداد
" عبدالواحد تمیمیؒ	عبدالعزیز بن اسد			سنہ ۴۲۵ھ ۶ جمادی الآخر	بغداد
ابو الفرح طرطوسیؒ		طرطوس		سنہ ۴۴۷ھ	طرطوس اندلس
ابو الحسن علی ہنکاریؒ	محمد بن جعفر	ہنکار (نزد موصل)	سنہ ۴۰۹ھ	سنہ ۴۸۶ھ یکم محرم	بغداد
" ابو سعید مبارک مخزومیؒ	علی بن حسین	(مخزم) بغداد		سنہ ۵۱۳ھ ۱۰ محرم	بغداد

حضرت سیدنا عبد القادر جیلانیؒ	ابی صالح بن عبد اللہ جیلی	گیلان	یکم رمضان سنہ ۴۷۰ھ سنہ [illegible]ء	۱۱ ربیع الثانی سنہ ۵۶۱ھ سنہ [illegible]ء	بغداد
" شاہ دولہؒ کبیر الدین	سید موسیٰ جیلی —	گیلان —	سنہ ۴۹۹ھ —	سنہ ۶۰۳ھ سنہ ۱۰۸۵ھ	گجرات پنجاب گجرات
" شاہ منورؒ علی	سید عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عثمان بن ابو القاسم جنید بغدادی		سنہ ۷۹۱ھ		الہ آباد (ہند)
" شاہ عالم دہلویؒ					
" احمد ملتانیؒ	زین بن عمر بن عبد اللطیف چشتی			سنہ ۸۷۷ھ	نزد ملتان
" جنید پشاوریؒ		حیدرآباد سندھ	۲۷ رجب سنہ ۱۰۶۹ھ	۲۸ شوال سنہ ۱۱۹۶/۹۵ھ	بیرون لاہوری دروازہ گنج پشاور
" محمد صدیقؒ				۱۷ صفر المظفر سنہ ۱۱۸۹ھ	
" حافظ محمدؒ	غلام محی الدین	بھانہ ماڑی (پشاور)	سنہ ۱۱۵۵ھ		
" محمد شعیبؒ		توردھیری			
" عبد الغفورؒ		(جبیرہ) بیاچری	سنہ ۱۱۸۴ھ ۱۲۰۹	۷ محرم ۱۲۹۵ھ سنہ ۱۸۷۷ء	سیدو شریف
" قاضی سلطان محمودؒ	غلام غوثؒ	آوان شریف	سنہ ۱۲۵۶ھ	یکم شعبان سنہ ۱۳۳۷ھ ۲ مئی سنہ ۱۹۱۹ء	آوان شریف (گجرات پنجاب)

سلسلہ قادریہ رزاقیہ

نام	ولدیت	جائے پیدائش	تاریخ پیدائش	تاریخ وفات	مزار
حضرت عبدالرزاق رح	سید عبدالقادر جیلانی رح		۱۸ ذیقعدہ ۵۲۰ھ	۷ شوال ۶۰۳ھ	بغداد
״ شرف الدین قتال رح		بغداد یا بخارا	۲۱ رمضان ۶۳۰ھ	۱۶ شعبان ۷۱۱ھ	بغداد کہنہ
״ شاہ عبدالوہاب رح		اصفہان	۱۳ ربیع الاول ۶۵۷ھ	۸ شعبان ۷۹۰ھ	یمبوع
״ شیخ بہاؤالدین رح		قندھار	۱۷ رمضان ۶۱۷ھ	۱۸ رمضان ۸۰۳ھ	قلعہ بمبئی
״ شیخ سید عقیل رح		سمرقند	۱۴ شعبان ۶۹۹ھ	۱۲ رمضان ۹۳۲ھ	سلطنت گوکانی (سرحد بخارا)
״ سید شمس الدین صحرائی رح		فیروز پور	۱۷ رمضان ۷۹۷ھ	۱۵ ربیع الثانی ۷۹۹ھ	صحرائے سمرقند
״ سید گدا رحمٰن رح	سید ابوالحسن	کشمیر	۱۱ رجب ۸۱۲ھ	۱۴ جمادی الاول ۸۹۰ھ	کشمیر
״ خواجہ ابوالحسن رح					
״ شمس الدین عارف رح		پشاور	۱۲ جمادی الثانی ۸۲۴ھ	۶ صفر ۹۹۴ھ	طبرستان

حضرت سید گدا شمس الدینؒ	-	-	-	-	-
،، یا شاہ گدا رحمن ثانیؒ	سید محبوب علیؒ	قندھار	۳ رمضان سنہ ۸۳۹ھ	۱۴ ربیع الثانی سنہ ۹۸۷ھ	نزد خیبر
،، خواجہ فضیلؒ		سندھ	۱۲ صفر سنہ ۸۸۱ھ	۱۷ محرم سنہ ۹۹۶ھ	حیدرآباد (سندھ)
،، شاہ کمالؒ	سید شاہ فضیلؒ	کتک	۳ رجب سنہ ۸۸۹ھ	۱۰ شعبان سنہ ۱۰۰۳ھ	کیتھل
،، شاہ سکندر کیتھلیؒ	شاہ عماد الدین	کیتھل		۲۷ رجب سنہ ۱۰۲۳ھ	کیتھل
،، احمد کابلیؒ	شیخ عبد الاحدؒ		سنہ ۹۷۰ھ	۲۹/۳۰ صفر سنہ ۱۰۳۴/۳۵	سرہند
،، آدم بنوریؒ		موده		۱۲ شوال سنہ ۱۰۵۳	نزد جنت البقیع (حجاز)
،، بہادر کوہاٹیؒ عبد اللہ				۶ رجب سنہ ۱۰۹۹ھ	بہادر گھاٹی
،، ماموں یوسفزئیؒ					
،، محمد نعیمؒ					

سلسلہ چشتیہ

نام	ولدیت	جائے پیدائش	تاریخ پیدائش	تاریخ وفات	مزار
حضرت آخوند محمد شاہ سرنی رح	—	—	سنہ ۹۳ھ	۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۱۹۱ھ	صحرائے صولت
" شیخ عبدالاحد رح	شیخ زین الدین سرہندی رح	سرہند	سنہ ۹۳۰ھ	سنہ ۱۰۷۰ھ	سرہند
" عبدالقدوس گنگوہی رح	اسمٰعیل بن صفی الدین رح	ردولی		سنہ ۹۴۵ھ	گنگوہ
" محمد عارف رح	احمد عارف	"		سنہ ۸۹۸ھ	ردولی
" خواجہ احمد عارف رح	احمد عبدالحق رح	—	۲۰ سال عمر	سنہ ۸۵۹ھ ۸۵۶ ۲۱ شعبان	
" احمد عبدالحق رح	عمر بن داؤد فاروقی	توشہ ردولی ضلع بارہ بانکی		سنہ ۸۳۷ھ ۱۵ جمادی الثانی	ردولی
" جلال الدین پانی پتی رح	محمود	کازرون	عمر ۷۰ سال	سنہ ۷۶۵ھ ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۴ء	پانی پت
" شمس الدین ترک رح	شیخ احمد سیوی سنہ ۱۱۶۶ء	ترکستان		سنہ ۷۱۵ھ ۷۱۸ھ	
" علاؤالدین احمد صابر رح	(بابا فرید کے بھانجے) شاہ عبدالرحیم بن عبدالسلام	کوتھوال	سنہ ۱۱۹۵ء	۶۹۰-۶۹۱ھ ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۱ء	کلیر شریف

حضرت مسعود الدین گنج شکرؒ	جلال الدین سلیمان بن شیخ شعیب	کھوتوال	۴/۵۸۲ ؁ھ ۵۷۵	۵ محرم ۶۶۴ ؁ھ	پاکپتن شریف
″ قطب الدین بختیار کاکیؒ	سید کمال الدین بن سید موسےٰ	ادش (قریہ)	۵۸۱ ؁ھ	۳/۶۳۴ ؁ھ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۳۵ ؁ء	مہرولی
″ سلطان الہند اجمیریؒ معین الدین حسن	غیاث الدین بن سید کمال الدین	بلدہ سیستان سنجر (خراسان)	۵۳۷ ؁ھ ۵۲۷ ؁ھ	۶ رجب ۶۳۳ ؁ھ ۱۰۶ سال عمر	اجمیر شریف
″ عثمانی ہارونیؒ		ہارون (نیشاپور) خراسان	۵۲۶ ؁ھ	۵/۶ شوال ۶۱۷ ؁ھ	مکہ معظمہ
″ حاجی شریف زندنیؒ		زندن۔ زندنہ (بخارا)	۴۹۲ ؁ھ	۱۳/۱۰ رجب ۶۱۲ ؁ھ	زندنہ
″ مودود چشتیؒ قطب الدین	ابو یوسف چشتی بن سمعان	چشت	۴۳۰ ؁ھ	یکم رجب ۵۲۷ ؁ھ	شانلان (چشت)
″ یوسف چشتیؒ ابو ناصر الدین	سید محمد سمعان بن سید ابراہیم شاملانی	چشت	۳۶۲ ؁ھ عمر ۸۴ سال	۳ رجب ۴۵۹ ؁ھ ۲۸ ربیع الآخر	چشت
″ شیخ ابو محمد چشتیؒ	ابو احمد ابدالؒ		یکم محرم ۳۳۱ ؁ھ ۱۰	۱۴ رجب الاول ۴۱۱ ؁ھ یا یکم رجب ۴ جمادی الآخر	چشت
″ ابو احمد ابدالؒ	سلطان فرسنافہ سید ابراہیم بن سیگی	چشت	۲۶۰ ؁ھ ۶/۲۶ رمضان	یکم جمادی الثانی ۳۵۵ ؁ھ	چشت
″ خواجہ ابو اسحٰق شامیؒ		چشت		۲۹/۳۲۳ ؁ھ ۱۴ ربیع الثانی ۹۲۰ ؁ھ	عکہ (شام)
″ شیخ ممشاد علو دینوریؒ		دینور		۲۹۸ ؁ھ ۱۴ محرم ۹۱۰	

حضرت ہبیرۃ البصریؒ امین الدین ابی ہبیرۃ		بصرہ	سنہ ۱۶۷ھ	۷ شوال سنہ ۲۸۷ھ	بصرہ دجلہ کے کنارے
،، خواجہ حذیفہ مرعشیؒ سدید الدین		مرعش		سنہ ۲۷۶ھ ۲۴/۲۵ شوال سنہ ۲۵۲	مرعش (شام)
،، سلطان ابراہیم بن ادہمؒ	ادہم بن سلیمانؒ	بلخ	۱۰۲ سال عمر سنہ ۱۶۰ھ	۲۸/۲۶ جمادی الاول سنہ ۲۶۷ھ	شام
،، خواجہ فضیل بن عیاضؒ	عیاضؒ	سمرقند یا بخارا		۳ ربیع الاول سنہ ۱۸۶/۷ھ	مکہ شریف
عبدالواحد زیدؒ	حضرت زیدؒ	بصرہ		۱۷۱/۱۷۰ سنہ و ۲۷ صفر سنہ ۱۷۷	مکہ معظمہ / بصرہ

سلسلہ نقشبندیہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قحافہ بن عامر		۲ سال ۴ ماہ بعد از عام الفیل	۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ عمر ۶۳ سال	مدینہ منورہ
،، سلمان فارسیؒ	اسلام		عمر ۲۵۰ سال	سنہ ۳۳ھ	مدائن
،، قاسمؒ	محمد بن ابوبکر صدیقؓ			سنہ ۱۰۷-۱۰۸ھ ۱۱۱-۱۱۲	مدینہ منورہ
،، امام جعفر الصادقؓ	محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰؓ		سنہ ۸۰-۸۳ھ ۱۷ ربیع الاول	۱۵ رجب سنہ ۱۴۸/۹	،، جنت البقیع
،، بایزید بسطامیؒ	بن آدم بن شروشان یا شروسان	بسطام	سنہ ۱۳۶ھ	۱۵/۵ شعبان سنہ ۲۳۴ھ ۲۶۱	بسطام

حضرت ابوالحسن علی خرقانی رح	جعفر رح	خرقان		سنہ ۴۱۸/۹ ھ ۴۲۵ ۱۰ محرم	
؍؍ ابوعلی رودباری رح نام احمد	محمد بن قاسم بن منصور رح			سنہ ۳۲۲ھ	مصر
؍؍ ابوعلی کاتب رح		مصر		سنہ ۳۴۶ھ ۲۵۶	مصر
؍؍ ابوعثمان مغربی رح سعید	سلام	قیروان مغرب		سنہ ۳۷۳ھ	نیشاپور
؍؍ ابوالقاسم گورگانی رح نام علی				سنہ ۴۵۰ھ	
؍؍ ابوعلی فارمدی رح نام فضل	محمد رح	فارمد		سنہ ۴۷۰/۴۷۷ھ	طوس
؍؍ یوسف ہمدانی رح	ایوب رح	ہمدان	سنہ ۴۴۰	سنہ ۵۳۵/۶ھ ۵۳۲	مرو / ہرات
؍؍ عبدالخالق غجدوانی رح	عبدالجمیل رح	غجدوان (بخارا)		سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان
؍؍ عارف ریوگری رح		ریوگر		سنہ ۷۱۵ھ	ریوگر (بخارا)
؍؍ محمود انجیر فغنوی رح		انجیر فغنی (بخارا)		سنہ ۷۱۵/۷۱۷ھ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵	وابکنہ
؍؍ علی رامیتنی رح عزیزان		رامتین (بخارا)		سنہ ۷۲۱ ۲۸ ذیقعد	خوارزم

حضرت محمد سماسیؒ		سماس		سنہ ۷۵۵ھ/۲۵ ۱۰ جمادی الثانی	سماس
〃 سید امیر کلالؒ		سوخار		سنہ ۷۷۲ھ ۸ جمادی الاولیٰ	سوخار
〃 بہاؤالدین نقشبندؒ	سید محمد بخاری بن سید جلال الدین	قصر عارفاں (بخارا)	سنہ ۷۲۸ھ محرم سنہ ۷۱۸ھ	سنہ ۷۹۱ھ ۳ ربیع الاول	قصر عارفاں (بخارا)
〃 محمد علاءالدین عطارؒ	محمد البخاری	جغانیان (بخارا)		۴ رجب سنہ ۸۰۲ھ ۲/۲۰	در چغانیاں
〃 یعقوب چرخیؒ	عثمان بن محمود الغزنوی	چرخ (غزنی)		سنہ ۸۵۱ھ ۵ صفر	ملغتو بغزنین
〃 عبیداللہ احرارؒ	محمود بن شہاب الدین	باغستان تاشقند	سنہ ۸۰۶ھ رمضان	سنہ ۸۹۵ھ ۲۹ محرم ربیع الاول	سمرقند
〃 محمد زاہدؒ					
〃 خواجہ محمد درویشؒ				سنہ ۹۷۰ھ	اسفرار
〃 محمد امکنگیؒ	خواجہ محمد درویشؒ	امکنگ (سمرقند)	سنہ ۹۱۸ھ	سنہ ۱۰۰۸ھ ۲۲ شعبان	امکنگ
حضرت باقی باللہؒ	قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشیؒ	کابل	سنہ ۹۷۱/۲ھ	سنہ ۱۰۱۲ھ ۲۵ جمادی الثانی	دہلی

سلسلہ سہروردیہ

نام	ولدیت	جائے پیدائش	تاریخ پیدائش	تاریخ وفات	مزار
حضرت ابوالفتح گرگانی					
،، ابوبکر نساج رح	عبداللہ	طوس		سنہ ۴۸۷ھ	
،، احمد غزالی رح	محمد الغزالی رح	طوس		سنہ ۵۲۰ھ ۵۱۶	قزوین
،، ابونجیب ضیاء الدین عبدالقاہر رح	(محمد بن) عبداللہ		سنہ ۴۹۰ھ	سنہ ۵۶۳/۲/۱ھ ۱۷ جمادی الآخر	بغداد
،، شہاب الدین عمر سہروردی رح	شیخ محمد قرشی رح		سنہ ۵۳۲ھ	سنہ ۶۳۲/۳۰ھ	بغداد
،، بہاؤالدین زکریا ملتانی رح	وجیہہ الدین بن رح کمال الدین	کوٹ کرور	سنہ ۵۷۸ھ	سنہ ۶۶۱/۶ھ	ملتان
،، صدرالدین عارف رح	شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی رح	ملتان		سنہ ۶۸۴ھ ۲۳ ذوالحج	ملتان
،، رکن الدین ابوالفتح رح	شیخ صدرالدین عارف رح	ملتان		سنہ ۷۳۵ھ ۱۶ رجب	ملتان

ترجمہ اشعار فارسی

اس کتاب کے مختلف مضامین اور سلسلہ جات میں اشعار فارسی استعمال کئے گئے ہیں سلسلہ جات کی فارسی زیادہ تر عام فہم ہے۔ اس لئے اُن کے ترجمے کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ البتہ مضامین میں بعض اشعار ایسے ہیں جن کے سمجھنے میں مبادا قارئین کرام کو دقت محسوس ہو۔ اور سیاق و سباق کلام آسانی سے ذہن نشین نہ ہو سکے۔ اس لئے ان کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثر اشعار کا حسب ذیل تقریباً تحت اللفظی مختصر ترجمہ کیا گیا ہے۔ امید ہے مفید مطلب ثابت ہو گا۔ عربی اشعار جو متن میں دیئے گئے ہیں۔ ان کا بھی یہاں ترجمہ کر دیا گیا ہے ترجمہ محض سیدھا سادا کیا گیا ہے۔ اس کو نہ ہی مسجع مقفیٰ الفاظ میں الجھایا گیا ہے اور نہ ہی شاعروں کے مختلف پیچیدہ مطالب کو سامنے رکھا گیا ہے ترجمہ جلدی میں بھی کیا گیا ہے۔ کیونکہ نصف سے زیادہ کتاب طباعت کے لئے پریس جا چکی تھی۔ اور بعد میں ترجمہ اشعار کا خیال ہُوا۔

وما توفیقی الا باللہ

(پروفیسر معین الدین حسن قریشی)

ترجمۂ اشعارِ فارسی

از پروفیسر معین الدین حسن قریشی

ترجمہ	سطر	صفحہ
اے غنی (کشمیری شاعر) حضرت یعقوب علیہ السلام کی بدقسمتی تو دیکھ کہ اُن کی آنکھوں کا نور (حضرت یوسف علیہ السلام) بی بی زلیخا کی آنکھ کو روشن کرتا ہے۔	۹-۱۰	۱۴
اس شہر کی پاک مٹی پر ہماری جان فدا ہو جس پر کوچۂ مدست کی طرف جانیوالوں کے نقش قدم ہوں۔	۱-۲	۲۹
اپنی شیرینی پر بھروسہ نہ کرو ایسے درخت کے سایہ کے نیچے آ جو امیدوں کو لئے کھڑا ہے (پیر پکڑ)۔	۳-۴	۱۱۸
مجھے جنون اٹھا ہے۔ اے صحرا تو وسیع ہو جا۔ اے کانٹو اور پتھر کے نوکدار ٹکڑو اور تیز ہو جاؤ۔ تاکہ میرے پاؤں آبلوں سے بھر جائیں۔	۱۷-۱۸	۱۲۷
پیر آسمان کی سیڑھی ہوتا ہے۔ چلتے چلتے آسمان پر لے جاتا ہے۔	۱-۲	۱۳۶
اے صبا! اہل وفا کے لئے اُن زلفوں سے خوشبو کا تحفہ لا جو کالے بال کستوری ہیں	۱-۲	۱۴۲
میرے ماتھے کو تیری دہلیز پر جبتک سجدہ کرنیکی اجازت نہ ملے تو میں گل لالہ (پوست) کی طرح سر جھکا کر ایک رکعت میں عمر گذار دوں گا۔	۱۱-۱۲	۱۴۴
حافظ۔ اگر جہان سے وفا اٹھ جائے تو شیخ کامل کے در پر جبیں ملیگی اس لئے میں اس دروازے کی خاکبوسی نہیں چھوڑوں گا۔	۱۵-۱۶	۱۵۸
شاید ندیوں سے بہشت کی نسیم (ہوا) چل رہی ہے۔ اس لئے مرغزاروں سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہے۔	۸-۹	۱۶۴

ترجمہ	سطر	صفحہ
کاش ایک ایسی رات آئے جسکی صبح نہ ہو۔ اُس سے میں اپنا غم کہوں میں سوؤں وہ ہنسے۔ تنہا میں، تنہا وہ۔	۲۰-۲۱	۱۶۶
حسن کے حرم میں خون سے یہ لکھا ہے کیا تم اس گمان میں ہو۔ کہ آزملئے نہیں جاؤگے ؟	۱-۲	۱۷۸
نگاہ کا دامن چھوٹا ہے۔ تیرے حسن کے پھول بہت، پھول چننے، والا اپنے دامن کے چھوٹا ہونے کا گلہ کرتا ہے۔	۷-۸	۱۸۸
عاشقی سیکھ اور کوئی محبوب تلاش کر۔ حضرت نوحؑ کی آنکھ اور حضرت ایوبؑ کا دل طلب کر۔ کسی کامل کے در کو چوم کر اپنی مٹی کو کیمیا بنا دے۔	۱۹-۲۰	۲۱۳
یہ جہاں کفر کا کھیل نہیں بلکہ اسرار کا آئینہ ہے۔ عارف وہ اچھا ہے جو ڈر کی وجہ سے شور نہ مچائے۔ اگر ایماں کے راستے سے یوسفؑ کا قدم ڈگمگائے، تو اسکو دور سے کوئی بُت دکھا دیتے ہیں کہ برقرار رہے	۶-۹	۲۲۵
وضو کیا ہے دل کا پاک کرنا۔ صاف دل کیا ہے غیروں سے صاف کرنا	۱۲-۱۳	۲۳۷
ہم نہ ہوا کے پرندے ہیں نہ گھریلو۔ ہماری غذا بے تعلقی کا دانہ ہے	۱۱-۱۲	۲۳۸
دل کی آنکھوں سے خدا کے سوا کسی کو نہ دیکھ۔ جو کچھ دیکھ رہا ہے یہ سمجھ کر خدا ہی کا مظہر ہے۔	۸-۹	۲۴۰
نفس امّارہ کو پیر کے سایہ کے سوا کوئی نہیں مار سکتا۔ اس نفس کے مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ۔	۱۳-۱۴	۲۴۲
دوست کے ہاتھ سے جو کچھ ملے کھا۔ بیمار طبیب سے زیادہ عقلمند نہیں ہوتا	۱۱-۱۲	۲۴۴
میرا سر ننگا نہیں اسپر چار ترک کی ٹوپی ہے: ترک دنیا۔ ترک	۱۲-۱۳	۲۴۸

ترجمہ	سطر	صفحہ
عقبیٰ۔ اور ترک کے خیال کو ترک کرنا۔		
اگر کوئی بڑی چیز چاہتا ہے تو رنج وراحت لازمی ہیں۔ بکریوں کے ریوڑ کی مٹی بھیڑیئے کی آنکھ کیلئے سرمہ کا کام دیتی ہے	۴-۵	۲۴۹
میں نہیں جانتا کہ جب تجھے دوست سمجھتا ہے تو تجھے بیکار وخستہ حال کیوں چھوڑتا ہے ۔	۱۱-۱۲	۲۵۱
ہم نے کرامتیں اس واسطے ظاہر کی ہیں کہ کام کے وقت تجھے طاقت دیں	۱-۲	۲۵۲
وصل کی فرصتیں گزر گئیں اور ہمیں پتہ ہی نہ چلا۔ حافظ اب تو ہجر کی غزلیں کہہ۔	۱۰-۱۱	۲۷۶
جب سے میری معشوقہ سلمٰی عراق کو چلی گئی ہے۔ اُسکے عشق میں مجھے بے انتہا تکلیفیں ہیں (وہ کچھ ملا۔ جو کچھ ملا)	۳-۴	۲۷۷
اے نورؐ کے پتلے تو کون ہے؟ ابن آدم کے لباس میں تو کیا چیز ہے؟	۱۵-۲۰	״
تیرا چہرہ نورؐ سے بنا ہے اور نور پھیلا رہا ہے۔ طور والی تجلیاں تیری آنکھ کے پردوں سے پیدا ہوتی ہیں۔		״
تیری نازک طبیعت باغ حسن کی خوشبو ہے اور حسن کے بھیدوں کو ظاہر کرتی ہے۔		״
ازل کے باغ کا بلبل ہے تو یا پھول؟ ازل کے وعدے کی یاد کو تو نے تازہ کر دیا ہے۔		״
دلنوازا! دلبری کے ملک کا تو قاصد ہے یا بہشت کی ہوا ہے یا کوثر کی لہر؟		״
تیری خوشبو میرے دل کی آنکھ کو کھول رہی ہے۔ تیرا چہرہ،		״

صفحہ	سطر	ترجمہ
		آیت والشمس والضحیٰ کی تفسیر ہے۔
۲۷۷	۲۱	تیری آنکھ کے جادو کیوجہ سے دل فریاد کرتا ہے۔ تیری ہر نظر تلوار برچھی تیر اور کمان ہے۔
۲۷۸	۲-۱	اے جادوگرا! تو موسیٰ ہے، یا سامری، یا اپنے زمانے کا خضر، یا اس سے بھی پرے کچھ اور؟
۲۷۹	۲۲-۲۱	تو دیکھنے والے کی آنکھ کی سیاہی (پتلی) تھا۔ دیکھنے والا اندھا ہو گیا۔
۲۸۰	۲-۱	تیرے بعد جو چاہے مرجائے۔ مجھکو تو تیری ہی موت کا ڈر تھا
"	۱۳-۱۲	روح اور جسم ایک دوسرے کے ہم جنس نہیں۔ بشر میں یہ تعلق بہت ناقص ہے جسم و جان کا وصال عارضی ہے ان دونو کے جدا ہونیکو لازمی سمجھ!
۲۸۱	۱۰-۶	تصوف کیا ہے؟ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی ہے، اصول نعل۔ حال اور جذبۂ دل کیساتھ۔
"		ورنہ عبداللہ ابن اُبَیّ (منافق) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سجدوں کا ثواب برابر ہوتا۔
۲۸۲	۲۰-۱۹	روح۔ پانی۔ آگ۔ مٹی اور ہوا ہر ایک اپنی آخری (جگہ) منزل کیطرف دوڑے جارہے ہیں
۳۰۰	۱۴-۱۳	اے سورج! آسمان پر تیری صاف صاف تعریف کی گئی ہے زمین پر بھی ہمیشہ تعریف کیا جائے!
۳۰۱	۲-۱	پھولوں کے خرمن (ڈھیر) کو کس نے گود میں لے لیا کہ آ بیٹھے

صفحہ	سطر	ترجمہ
		کے پانی سے گلاب کی خوشبو آتی ہے۔
		(کس معشوق نے آئینہ دیکھا - کہ اُس سے گلاب کی خوشبو آتی ہے)
۳۰۲	۳-۲	محبوب عالم کے حضور میں عرض پیش کرتا ہوں، شاید میرے
		حال پر انکی نظر کرم ہو جائے،
۳۰۴	۱۹-۱۸	تیرا ماتھا محمود کے سورج (منعکس) سے چاند بنا ہوا ہے۔ میں
		اپنے راگ میں اُسی کی یاد کرتا ہوں۔
″		اے پیر کامل میں تجھ پر کیوں نہ ناز کروں، کہ تو ہر گنہگار پر نظر رکھتا ہے
۳۰۵	۱۶-۱۵	ہمیشہ لطافت کے ساتھ طبیعت کی دایہ، جان کے درمیان تجھکو
″		حسن کی گود میں ناز کیساتھ پالتی ہے۔
″		حافظ نے اُمید ہی قطع کر دی کہ دوست کا ثانی دیکھے حسن کی
″		ولایت میں تیرے سوا کوئی بستا ہی نہیں۔
۳۰۶	۱۱-۲	آشنا کا چہرہ آنکھ کے لئے بہشت ہے۔ دوست کی خوشبو
″		جسم میں جان ڈال دیتی ہے اُسکے دامن کی ہوا سے غم اڑ جاتا ہے
″		اور اُس کا کرتہ اندھے کو بینا کر دیتا ہے آشنا کی آواز کان کی راحت
″		ہے۔ آشنا کی محبت دل کا سکون ہے۔
″		مضطر کو محبوب کے سوا کہاں پناہ ملتی ہے اور پیاسے کیلئے محبوب
		کے سوا کہاں رہے ؟
″		میں آشنا کی پناہ ڈھونڈتا رہتا ہوں۔ میرا بہشت وہ ہے جہاں
		آشنا جلوہ گر ہو۔
″		اللہ نے فرما دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مصلےٰ

ترجمہ	سطر	صفحہ
بناؤ۔ عارف دوستوں کے پاؤں کی شان تو دیکھو!		۳۰۶
(اسلئے) آشنا کے پاؤں کی پشت چوم لے اور آشنا کے بیٹھنے کی جگہ پر آداب بجا لا۔		"
دوست کیطرف لبیک کہتا ہوا جا۔ دوست کا کوچہ کعبہ ہوتا ہے		"
ہر قدم آشنا کے راستے پر اٹھے۔ اور ہر نظر آشنا کی انتظار میں		"
یا رب اس قیدی پرندے پر کیا عذاب ہے۔ کہ تڑپنا بھی ناپسند ہے اور اڑ جانیکی بھی اجازت نہیں۔	۲-۳	۳۱۵
عشق کے پرکار کے اُس مرکز کی ماں۔ عشق کے اُس قافلہ سالار کی ماں۔	۱۵	"
بتول تسلیم کی کھیتی کی پیداوار ہے۔ ماؤں کے لئے مکمل نمونہ بتول ہے وہ جسکو صبر و رضا نے ادب سکھایا۔ چکی چلانے والی اور سب قرآن پڑھنے والے جبریل نے اُس کے آنسو زمین سے چن لئے اور شبنم کیطرح عرش اعظم پر بکھیر دیئے۔	۱-۵	۳۱۶
اللہ کے قانون کی رسی پاؤں میں پڑی ہے۔ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا لحاظ ہے۔ ورنہ اُنکی قبر کے گرد طواف کرتا اور اُسکی مٹی پر سجدے بکھیرتا۔		"
دل اور عقل اُس کے جلال سے اور اُس کے کمال سے جسم اور روح چندھیا گئے۔	۸-۹	۳۲۵
اے خدا تو مری روح کو وہ مقام دکھا دے کہ جہاں بات کرنے کے لئے الفاظ کی صورت نہیں۔ تاکہ پاک روح سر کے بل چلے۔	۱۸-۲۱	۳۲۶

ترجمہ	سطر	صفحہ
اُس کے طلوع سے صبح نمودار ہوئی اور اُس کے بالوں کی سیاہی سے رات سیاہ ہو گئی۔ جو محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں وہ ہمارے سردار ہیں۔ اُسکی قبولیت سے ہماری عزت ہے۔	۱۲-۱۳	۳۳۲
جنید کی مجلس کے ساقیو تمہاری عمر دراز ہو۔ اگرچہ آپ کے زمانے میں ہمارا جام شراب سے پُر نہ ہوا۔	۷-۸	۳۳۵
اُسکا دیکھنے کا شوق دیکھنے سے کم نہ ہُوا۔ اُس کا دامن بھرا ہوا ہے مگر پھُول چُننے کا شوق کم نہیں تھا۔	۱۰-۱۱	"
اے دل غنچہ کی طرح اپنے بخت بند ہونے کی شکایت نہ کر۔ کہ صبح کی ہوا گرہ کھولنے والی نسیم لائی ہے۔	۱-۲	۳۳۷
	۸	۳۴۱
جو مال سے ہی دولتمند پیدا ہوتا ہے۔ اُسکی دولت کی ترقی اندھیرے کو دن کرتی رات کو گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں۔ صبح کو شور مچاتے ہیں کہ ہم پیچھے رہ گئے۔	۱۶-۱۷	۳۴۴
جب خود پرست خودی کے پیچھے پڑتے ہیں تو پست، خطرناک کوچوں (مشکلات) میں پھرتے ہیں۔	۱۳-۱۴	۳۴۹
تو نے اپنا حسن حسینوں کے چہروں سے ظاہر کیا، پھر عاشقوں کی آنکھ سے اپنے آپ کو دیکھا۔	۱-۲	۳۵۲
ایک ہاتھ میں شریعت کا پیالہ، دوسرے ہاتھ میں عشق کا اہرن (جس پر لوہار لوہا کوٹتا ہے) پیالے اور اہرن دونوں سے کام لینا ہر کسی کا کام نہیں۔	۱۰-۱۱	"

ترجمہ	سطر	صفحہ
جو شخص سجدے میں اللہ تعالےٰ کا جمال نہیں دیکھتا، میرا فتویٰ یہی ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے۔	۱۴-۱۵	۳۵۳
اُسکی ہر بات نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اخلاق کی تشریح تھی اور اسکی گہری نگاہ معنوں کا قلزم ہے۔	۳-۴	۳۵۵
عاشقوں کے لئے دوزخ اور بہشت کا سوچنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمارے لئے ہر وقت بہشت ہے۔	۱۲-۱۳	″
تیرے گیسوؤں کی خوشبو مجھے ہمیشہ مست رکھتی ہے۔ تیری جادو بھری آنکھ کا فریب مجھے ہر وقت خراب کرتا ہے۔	۱۸-۱۹	″
اُسکی کبریائی کے لنگرے کے نیچے ایسے ایسے لوگ ہیں، جو فرشتوں، پیغمبروں کو اپنا مقصود (شکار) بناتے ہیں اور اللہ کو پکڑاتے ہیں۔	۱۴-۱۵	۳۵۶
تسبیح اور جُبّہ تجھے مستی نہیں بخشتا۔ ایسے کام کے لئے شراب فروش سے ہمت طلب کر۔	۱۷-۱۸	″
اگر عشق کی تشریح چاہتا ہے تو عاشقوں کی آنکھ سے قرآن کو پڑھ	۹-۱۰	۳۵۷
عشق کو بغیر عشق کے سمجھنا محال ہے۔ ہر مؤذن حضرت بلال رض کا ہمراز نہیں ہوتا۔	۲۱-۲۲	″
اپنے چہرے سے برقعہ اٹھا دے اور بوعلی رح کو ایک جلوہ دکھا، تاکہ جہاں میں دوسری بار وہ عشق کا پرچار کرے۔		″
میں تو نُور ہی نور ہوں۔ میں چراغ۔ بتی اور تیل نہیں ہوں	۸-۹	۳۵۸
وہ راز جو سینہ میں نہاں ہے واعظ تو نہیں۔ سُولی پر کہا جاسکتا ہے۔ منبر پر نہیں۔	۱۸-۱۹	″

ترجمہ	سطر	صفحہ
عشق کے مضمون نے اُس سے نئی تشریح پائی۔ شریعت کے امام ہیں اور عشق کی دہکتی ہوئی انگیٹھی، رخسار قرآن ہے تو ابرو خنجر، سینہ میں آگ اور لب پر کوثر ہے۔	۲-۵	۲۵۹
درد مند ہے اور درد مندوں کا علاج ہے۔ بندہ ہے اور بادشاہوں سے خراج لیتا ہے۔		
میں اُس کے جمال میں محو ہوں۔ اور نہیں جانتا کہ کہاں چلا گیا۔ میں اُس کے وصال میں غرق ہو گیا۔ اور نہیں جانتا میں کہاں چلا گیا	۸-۹	”
جان کی ڈور پیارے میں ڈال دی، کہ یہ رشتہ اُس سے نظام حاصل کرتا ہے۔	۱-۲	۲۷۵
ایک جوان راستہ میں پھر ملا۔ شاید اُس کی محبت کی خوشبو بہت اچھی۔	۴-۵	۲۷۸
تیری پاک نگاہ جہان کا شکار کرتی ہے اور شوق کے جہان کو پالتی ہے۔	۱۳-۱۴	۲۸۱
تیرے پھول برسانے (باتیں کرنے) سے دل کو قرار ہے۔ بہار میں بہار ہی بہار ہے۔		”
اُس بادشاہ نے آپ کو محبوب کہا۔ اس لئے شان محبوبی آپ پر نثار ہے میرے دل زار پر آپنے ایک نظر ڈالی اس سے میرے صبر کا دامن تار تار ہو گیا۔	۱-۱۷	۲۸۲
بس یہی چاہتا ہوں کہ آپ پر جان چھڑک دوں۔ لیکن میری جان اس کام کے لائق نہیں۔		”

صفحہ	سطر	ترجمہ
۳۸۲	”	میری جان زار میں محبت نے آگ لگا دی۔ محبت نے میرے تمام کے سامان کو جلا دیا۔
”		جگر کا درد کس طرح چھپا رہے۔ جب کہ میری آنسو والی آنکھ اس کی غمازی کرتی ہے۔
”		جب تو گرے ہوؤں کا ہاتھ پکڑنے والا ہے۔ میں اپنے گرنے کا کوئی خوف نہیں رکھتا۔
”		میرے دل میں محبت کی خوشبو تیری وجہ سے ہے۔ ورنہ میں کیا ہوں ایک مٹھی بھر گرد و غبار !
”		میرے دل سے تو نے بہت سی سیاہیاں دھو دی ہیں۔ میری مٹی کی تو نے قیمت بڑھا دی ہے۔
”		میرے ہر لفظ کی تہ میں آگ کا سمندر جوش مارتا ہے۔ عشق کے سوز کی وجہ سے دل کا خون جوش میں آتا ہے۔
”		دل کی بات لبوں پر کیسے آئے۔ کہ وہ لفظوں کا طریقہ اختیار نہیں کرتا۔
”		اُس راستے میں جو قدم سے آشنا نہیں۔ تو کوئی اس پر پاؤں سے چلنے کی کیا کوشش کرے۔ دیکھیے تجھے دیکھنے کیلئے کوئی اپنے دل کا سامان بیچنے کو تیار ہے۔
”		مبارک دن ہوگا کہ میں تیرے دروازے پر آؤں اور اپنی پیشانی تیرے دروازے پر رگڑوں۔
”		اے ساقی تو شراب پینے والوں کا ہجوم دیکھ جو تجھ پر قربان ہو رہا ہے جیسے پھول پر بلبلیں۔

صفحہ	سطر	ترجمہ
۳۸۳	۱-۱۷	تو محبوب ہے تیری آنکھوں سے ادھار لیتے ہیں شراب پینے والے مستی کا جام مسلسل۔
″		تیری جان کی قسم! عشق کے اس خمخانہ میں شراب کا پیالہ کم ظرفوں کو راس نہیں آتا۔
″		اپنے رندوں کو تو نے کیا سبق پڑھایا ہے کہ ہوشیار اُن کی ہوا سے بھی کانپتے ہیں۔
″		مجھے سمجھ نہیں آتا تجھ سے کیا مانگوں۔ سوائے اس کے کہ تیری مہربانی کے سائے میں رہوں۔
″		میرے شوق کی تاب وتب دیکھئے۔ اے میرے ساقی پیالے کا دور چلا۔
″		کہ میں ایک گھونٹ سے سرمست ہو جاؤں۔ میری باقی زندگی اسی طرح گذر جائے۔
″		تیرے عشق کے داغ سے میرا دل روشن ہو۔ میری بُراقی (تیز رفتاری یا روشنی) آسمان کے لئے باعث رشک ہو۔
″		دردمندی کا سامان لیکر آیا ہوں۔ اے میرے ساقی مجھے بھی قبول کر لے
″		تجھے سجتا ہے اگر مجھے شراب کا پیالہ دے۔ تو بادشاہ ہے اور میں بگڑا ہوا رند
″		یا الٰہی میرا ساقی خوش رہے۔ اُسکا دل رنج وغم سے آزاد ہو۔
″		ہر شراب پینے والے کا دل تیرے لئے مضطرب ہے۔ کہ یہ میخانہ آباد رہے۔
″		اے شہید یہ مینا پگھلانے والی شراب میرے ناخوش دل کیلئے

ترجمہ	سطر	صفحہ
باعث سرور ہو۔		۳۸۳
میری دعا مقناطیس ہے۔قبولیت اُسکے آگے فولاد بنکر گئے۔		"
اُسکو دائمی حیات عطا کر۔ کہ اُسکا فیض ندی کیطرح جاری ہے۔		"
محبوب کی آنکھ حیا کے جنگل کا ہرن ہے۔ اُسکی نگاہ وفا کے جال کی کنڈیاں ہیں۔	۲-۶	۳۸۴
ساقی کی آنکھ سے کی میخانوں میں رونق ہے۔اُسکے دیکھنے سے پیمانوں میں مستی آجاتی ہے۔		"
دیکھنے والی آنکھ سے سینکڑوں مرتبے صادر ہوتے ہیں۔ جاننے والی آنکھ بزرگی کا آفتاب ہے۔		"
تجھکو نظر والوں کی قوت کا کیا پتہ؟ جب نیچی نگاہ اوپر اٹھتی ہے تو چاند کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔		"
حضرت بلال رضؓ نے کسی کی آنکھ کا گوشہ دیکھا تو دوسروں کی غلامی سے ہٹا لیا۔		"
آپ نے کسکی زلف کی بات کہی کہ تیرے قلم سے خالص مشک ٹپک رہا ہے۔	۵ تا آخر	۳۹۱
اپنے باپ کے اسرار سمجھنے کی توفیق ڈھونڈنا پارسا بیٹے کیلئے مبارک ہو۔		
آوان شریف کے راستے کے شوق سے تیرے باپ کے عشق کا بھید تیری پاک طبیعت سے ظاہر ہے۔		

جب اُس کا پیکر تری آنکھوں کے سامنے خود بخود آگیا تو صبا کے قاصد کی کیا
ضرورت پڑی۔

میں بیچارہ خود راستے میں پیچھے رہ گیا ہوں - یا الٰہی میں آپ کے کس کام
آسکتا ہوں -

تیرا باپ تیرے راستے میں کافی ہے بس چل پڑو وہ تیرے ساتھ ہے اور
تجھکو دیکھتا ہے ۔

محبت کے عنوان کے متعلق میں کیا کہوں یہ تو سخت پتھر سے مومیائی کی تلاش ہے
تو کیوں محبت کا حرف پڑھتا ہے۔ شاید اُسکے انجام کار سے واقف نہیں ۔
محبت بلاؤں اور آتشوں کے سمندر کا گرداب ہے محبت لادوا درد کا نام ہے
اس آگ سے زبردست بھی لرزتا ہے اور اس سے دارا بادشاہ کے جسم پر
لرزہ طاری ہو جاتا ہے ۔

محبت جدائی کے پیالے ضرور پلائے گی۔ تڑپنے والی موت کی سکرات تجھے
مدہوش کر دیگی۔

محبت سیاہی کی بجائے خون کیساتھ قصہ لکھتی ہے پھر کربلا میں جاکر اُسکا تماشا
کرتی ہے ۔

کیا تو یہ حرف دوبارہ لب پر لاتا ہے ؟ شاید محبوبوں کا دستور نہیں جانتا ۔
ادا کے شکار کو نہ تو اُڑ جانے کی اجازت، نہ تڑپنے کی - اور نہ فغاں کی طاقت،
خون کے آنسو تیری دونوں آنکھوں سے بہیں گے اور جس کیلئے تو روتا ہے
وہ تیری پرواہ نہ کرے گا ۔

محبت دنیا اور آخرت کا ترک ہے اور کعبوں اور بتخانوں کو توڑنے کا نام ہے
محبت تمنا کے اظہار کو چھوڑ دیتا ہے ۔ محبت مقصد کو زبان پر نہ لانے کا نام ہے

محبت علائق کو ترک کرنا اور محبت تعقل کے شیشہ کو توڑ دینا ہے ۔
محبت غیر کا ذکر برداشت نہیں کرتی ۔ اور محبت نفی کی تکرار کو سُنتا ہے
جب اُس کے دروازے پر پہنچے تو میری طرف سے کہنا ۔ اے محبت کی ولایت
کے بادشاہ !
وفا کی حفاظت کرنے اور لحاظ رکھنے والے ، حیا کے دامن سے خطا کو
چھپا دینے والے !
اے چمکنے والے ستارے ۔ کوکب ۔ سورج اور اے روشنی کے مینار !
اے معرفت کے آسمان پر قطب مدار !
اے بادشاہ ، جو ہر گدا کو تخت و تاج بخشتا ہے ۔ اے فقر کی گدڑی پہننے والے خاکسار !
اے امام اے قاضی اے بہت سے علوم کے سمندر ، اے سنت رسول صلعم کی نگہبانی کرنے والے
اے دل کے خون سے وضو کو تازہ رکھنے والے ! اے عشق کی نماز کو رگ رگ سے ادا کرنے والے ۔
اے ایاز ! اے شاہ محمود ! اور اے عکسِ عبدالغفورؒ ! تو اسقدر بے نیاز ہے کہ تجھے ناز کا
پروردگار کہیے ۔
جان پر تیر مارنے والے چابک سوار تڑپنے والوں کے حال سے بے پرواہی کرنے والے
اپنے بیزاروں کا سلام قبول کیجئے ۔ خدا کے لئے انکی طرف کبھی تو نگاہ کیجئے ۔
محمد صلی اللہ علیہ وسلم جان کے مجبوروں کے صدرمیں اس کے نور پر اللہ تعالیٰ
درود اور سلام بھیجے !

فقط

ساقی ز نورِ بادہ برافروز جامِ ما　　مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ما (حافظ)

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا
مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ ۳ (آل عمران ۱۷۲)

ناشر،

اشتیاق احمد پال خلف الرشید

مشتاق احمد پال (مرحوم)

پتہ : حافظ نور محمد ، مشتاق احمد

پرانی میوہ منڈی . جہلم شہر

فون: ۶۲۳۹۶۲

۱۴۲۵ھ

۲۰۰۴ء

طابع : ایم ظہیر الدین

مطبوعہ : استقلال پریس . لاہور